قرآنِ پاک اور جدید سائنس

(ایک دوسرے سے مطابقت یا عدم مطابقت؟)

مصنف: ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائک

ترجمہ: محمد زاھد ملک

قرآنِ پاک اور جدید سائنس

(ایک دوسرے سے مطابقت یا عدم مطابقت؟)

مصنّف — ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائک

ترجمہ — محمّد زاھد ملک

زبیر پبلشرز اُردو بازار لاہور
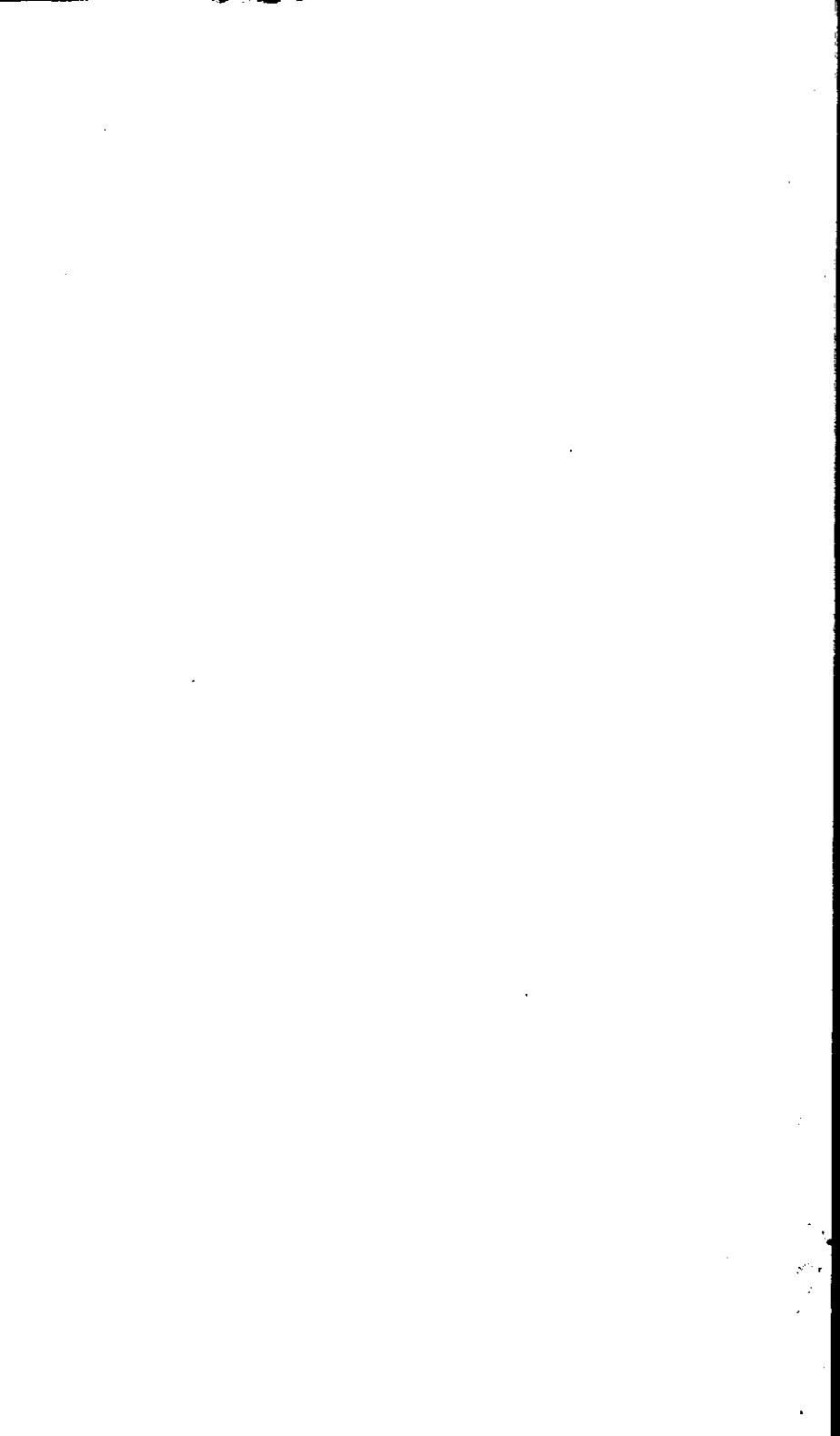
نام کتاب .... قرآن پاک اور جدید سائنس
ترجمہ .... محمد زاہد ملک
ناشر .... زبیر منیر
کمپوزنگ .... رفاقت علی
پروف خوانی .... قاری نجم احمد
مطبع .... اسد نذیر پرنٹرز
قیمت .... 120 روپے

ملنے کا پتہ:
مشتاق بک کارنر اردو بازار لاہور

فہرست

حصّہ اوّل

حصّہ دوم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

تعارف

اس کرۂ ارض پر انسانی زندگی کے آغاز ہی سے حضرت انسان نے فطرت کو سمجھنے کی کوشش شروع کر دی تھی...... اس کے علاوہ اس نے کارخانہ قدرت میں نہ صرف اپنے مقام سے آگاہ ہونے کی کوشش شروع کر دی تھی بلکہ زندگی کے مقصد کو سمجھنے کی بھی کوشش کا آغاز کر دیا تھا۔ انسان کی سچائی کی تلاش...... حقیقت کی تلاش کی داستان کئی صدیوں اور متنوع تہذیبوں پر مشتمل ہے...... منظم مذہب نے انسانی زندگی کے خدوخال وضع کیے اور کافی حد تک تاریخ کی راہیں معین کیں۔ کچھ مذاہب کی بنیاد تحریری مواد پر ہے...... ان کے پیروکار یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ الہامی مذاہب ہیں اور دیگر انسانی تجربے کے مرہون منت ہیں۔

القرآن...... مذہب اسلام کا ایک بڑا ماخذ...... وہ کتاب ہے جس کو اس کے ماننے والے...... یعنی مسلمان مکمل طور پر کلام الٰہی تصور کرتے ہیں...... مسلمان اس امر پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ قرآن پاک تمام انسانیت کے لیے رہنمائی حاصل کرنے کا ایک عظیم سرچشمہ ہے...... یہ تمام تر انسانیت کو رہنمائی فراہم کرتا ہے اور یہ ہر ایک دور سے ہم آہنگ ہے...... ہر ایک دور سے مناسبت رکھتا ہے۔ لیکن کیا قرآن پاک اس دعویٰ پر پورا اترتا ہے...... کیا قرآن پاک اس امتحان میں سرخرو ہوتا ہے۔

ایک دور وہ دور تھا جبکہ دنیا کی تہذیب کی تاریخ میں...... جب معجزات...... یا جو کچھ معجزہ تصور کیا جاتا ہے...... انسانی توجیہہ اور منطق پر حاوی تھے۔ بے شک معجزے کی سادہ تعریف یہ ہے کہ:

”کوئی بھی چیز جو معمول کی زندگی سے ہٹ کر ہو اور جس کے بارے میں انسان کے پاس کوئی وضاحت موجود نہ ہو۔“

تاہم کسی بھی چیز کو معجزہ تصور کرنے سے پیشتر ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔

1933ء میں ”ٹائمز آف انڈیا“ کی ایک رپورٹ کے مطابق:

”ایک درویش جس کا نام بابا پائلٹ تھا اس نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ تین دن اور تین راتوں تک پانی کے ایک تالاب میں غرق رہا۔ تاہم جب رپورٹروں نے پانی کے اس تالاب کی تہہ کا معائنہ کرنا چاہا جہاں پر اس نے اپنا معجزانہ کرتب سرانجام دینے کا دعویٰ کیا تھا تو اس نے یہ دلیل پیش کی کہ کوئی کس طرح اس ماں کے رحم کا معائنہ کرسکتا ہے جو بچے کو جنم دیتی ہے۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ درویش کچھ چھپا رہا تھا...... اس کا دعویٰ محض تشہیر حاصل کرنے کی غرض سے تھا۔“

یقیناً کوئی بھی جدید شخص، اگر وہ معمولی سی بھی استدلالی سوچ کا حامل ہو وہ اس قسم کے معجزے کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ اگر ایسے جھوٹے معجزات الوہیت کا امتحان ہیں تب ہمیں دنیا کے تمام معروف جادوگروں کو جو کہ اپنے جادو کے کرتبوں اور فریب نظر کے لیے مشہور ہیں، حقیقی اللہ والے سمجھ لینا چاہیے۔ ایک کتاب جو کلام الٰہی ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ درحقیقت وہ ایک معجزے کی دعویٰ دار ہے۔ اس دعویٰ کی کسی بھی دور میں بہ آسانی تصدیق ممکن ہے...... اور اس دور کے معیار کے مطابق تصدیق ممکن ہے۔ مسلمان اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ:

”قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی آخری اور حتمی کتاب۔ یہ معجزوں کا معجزہ ہے۔ یہ انسانیت کے لیے رحمت ہے۔“

آیئے ہم اس اعتقاد کی سچائی کا جائزہ لیں۔

(1) قرآن پاک کا چیلنج

تمام تہذیبوں اور ثقافتوں میں ادب اور شاعری انسانی جذبات کے اظہار کا ذریعہ رہی ہے۔ دنیا نے وہ دور بھی دیکھا جبکہ ادب اور شاعری فخر کی ایک علامت سمجھی جاتی تھی بالکل اسی طرح جس طرح آج کل کے دور میں سائنس اور ٹیکنالوجی فخر کی ایک علامت تصور کی جاتی ہے۔

غیر مسلم مفکرین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن پاک عربی ادب کا منہ بولتا شاہکار ہے...... اور مزید یہ کہ روئے زمین پر عربی ادب کا بہترین نمونہ ہے۔

قرآن پاک انسانیت کو یہ چیلنج کرتا ہے کہ وہ اس طرح کا کلام تو بنا کر دکھائے۔

> "اور اگر تمھیں کوئی شک ہو جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے۔ تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ تیار رکھی ہے کافروں کے لیے۔" (القرآن 2:23-24)

قرآن پاک کا یہ چیلنج ہے کہ اس کی سورتوں جیسی کوئی ایک سورۃ بھی بنا کر دکھا دی جائے...... یہی چیلنج قرآن پاک میں کئی ایک مقامات پر دہرایا گیا ہے لیکن آج تک کوئی اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکا اور قرآن پاک کی سورتوں جیسی کوئی ایک سورۃ نہیں بنا سکا۔

ایک جدید استدلال پسند شخص کسی بھی ایسی مذہبی کتاب کو تسلیم نہیں کرے گا جو یہ کہے کہ:

"زمین کی شکل ہموار ہے۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اس دور میں سانس لے رہے ہیں جس دور میں دلیل...... منطق اور سائنس کو سند کا درجہ حاصل ہے۔ بہت سے افراد قرآن پاک کے غیر معمولی نوعیت کے حامل کلام کو اس کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت تصور نہیں کریں گے۔ کوئی بھی مذہبی کتاب اگر یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ کلام الٰہی ہے تو اس کو اپنی منطق اور دلیلی قوت پر بھی قابل قبول ہونا چاہیے۔

مشہور و معروف ماہر طبیعات اور نوبل انعام یافتہ البرٹ آئن سٹائن کے بقول:

"سائنس مذہب کی عدم موجودگی میں لنگڑی ہے اور مذہب سائنس کی عدم موجودگی میں اندھا ہے۔"

اس لیے آیئے ہم قرآن پاک کا مطالعہ کریں اور یہ تجزیہ کریں کہ کیا قرآن پاک اور جدید سائنس ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے ہیں یا عدم مطابقت رکھتے ہیں؟

قرآن پاک سائنس کی ایک کتاب نہیں ہے بلکہ آیات کی ایک کتاب ہے۔ اس کتاب میں چھ ہزار سے زائد آیات ہیں اور ان میں سے ایک ہزار سے زائد آیات کا تعلق سائنس سے ہے۔

ہم سب یہ جانتے ہیں کہ اکثر اوقات سائنسی نظریات تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اس کتاب میں وہی سائنسی نظریے زیر نظر رکھے ہیں جو کہ سکہ بند ہیں، سکہ بند سائنسی حقائق ہیں اور مفروضوں پر قائم نظریات اور عدم ثبوت کے حامل نظریات میں نے زیر نظر نہیں رکھے۔

(2) فلکیات

دنیا کی تخلیق...... کائنات کی تخلیق

''دی بگ بینگ''

کائنات کی تخلیق کا مقبول عام نظریہ ''دی بگ بینگ'' نظریہ کہلاتا ہے۔ اس نظریے کو اس مشاہداتی اور تجرباتی مواد کی تائید حاصل ہے جو ماہرین فلکیات نے اکٹھا کیا ہے۔

''بگ بینگ'' کے مطابق یہ دنیا آغاز میں بنیادی ستاروں کا ایک جھرمٹ تھی۔ اس کے بعد ثانوی علیحدگی انجام پائی جس کے نتیجے میں کہکشاں عمل میں آئیں۔ اس کے بعد یہ ستاروں...... سیاروں...... سورج...... چاند وغیرہ کی شکل میں تبدیل ہو گئی۔ اس دنیا کا آغاز منفرد تھا اور اس کے اتفاقاً وجود میں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

قرآن پاک اس دنیا کے ماخذ کے بارے میں درج ذیل آیت مبارک میں تذکرہ فرماتا ہے:

''کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین بند تھے تو ہم نے انھیں کھولا۔'' (القرآن 30:21)

قرآن پاک کی آیت مبارکہ اور ''بگ بینگ'' کے درمیان مشابہت...... مطابقت...... ہم آہنگی نظر انداز نہیں ہو سکتی...... ایک ایسی کتاب جو 1400 برس قبل عرب کے ریگستانوں میں نازل ہوئی کیسے اس سائنسی حقیقت کی حامل ہوئی؟

کہکشاؤں کی تخلیق سے پیشتر گیسوں پر مشتمل مادہ

سائنس دان اس امر پر متفق ہیں کہ اس دنیا میں کہکشاؤں کے تخلیق پانے سے پہلے مادہ بنیادی طور پر گیسوں پر مشتمل تھا...... مختصر یہ کہ کہکشاؤں کے تخلیق پانے سے قبل گیسوں کا دھواں موجود تھا...... گیس کی نسبت ''دھواں'' زیادہ موزوں لفظ دکھائی دیتا ہے۔

قرآن پاک کی درج ذیل آیت مبارکہ دنیا کی اس حالت پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس وضاحت کے لیے لفظ ''دخان'' استعمال کیا ہے۔ جس کا مطلب ہے ''دھواں''۔

''پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہوں خوشی سے چاہے ناخوشی سے دونوں نے عرض کیا کہ ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے۔''

(القرآن 41:11)

دوبارہ...... یہ حقیقت ''بگ بینگ'' سے مطابقت رکھتی ہے اور یہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے کسی کے علم میں نہ تھی...... تب اس علم کا ماخذ کیا ہو سکتا تھا؟

زمین کی شکل کرہ نما ہے

ابتدائی دور میں لوگ اس امر پر یقین رکھتے تھے کہ:

''زمین چپٹی (ہموار) ہے۔''

سر فرانسس ڈریک وہ پہلا شخص تھا جس نے یہ ثابت کیا کہ:

''زمین کرہ نما (گول) ہے۔''

یہ امر اس نے اس وقت ثابت کیا جبکہ اس نے 1597ء میں دنیا کے گرد اپنا

بحری چکر مکمل کیا۔

دن اور رات کی تبدیلی کے بارے میں قرآن پاک کی درج ذیل آیت پر غور فرمائیں:

"اے سننے والے کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ رات لاتا ہے دن کے حصے میں اور دن کرتا ہے رات کے حصے میں۔"

(القرآن 29:31)

رات لانے سے یہاں مراد یہ ہے کہ رات آہستہ آہستہ اور بتدریج دن میں بدلتی ہے اور دن آہستہ آہستہ اور بتدریج رات میں بدلتا ہے۔ یہ عمل اسی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے جبکہ زمین کی شکل گول ہو۔ اگر زمین کی شکل ہموار ہو......چپٹی ہو تب رات سے دن اور دن سے رات کی تبدیلی اچانک وقوع پذیر ہو۔

قرآن پاک کی درج ذیل آیت بھی زمین کے گول ہونے کی تصدیق کرتی ہے کہ:

"اس نے آسمان اور زمین حق بنائے رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔" (القرآن 5:39)

یہاں پر جو عربی لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ "یکور" ہے جس کا مطلب ہے لپیٹنا......جس طرح پگڑی سر کے گرد لپیٹی جاتی ہے...... دن اور رات کو لپیٹنا اسی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے جبکہ زمین کی شکل گول ہو۔

زمین ایک گیند کی طرح بالکل گول نہیں ہے......قرآن پاک کی درج ذیل آیت مبارکہ زمین کی شکل بیان فرماتی ہے کہ:

"اور اس کے بعد زمین پھیلائی انڈے کی شکل جیسی۔"

(القرآن 30:79)

انڈے کے لیے یہاں پر عربی لفظ "دَحٰھَا" استعمال ہوا ہے...... لہٰذا قرآن پاک زمین کی شکل بالکل صحیح اور درست بیان فرماتا ہے حالانکہ جب قرآن پاک نازل ہوا تھا اس وقت یہ نظریہ عام تھا کہ زمین کی شکل چپٹی ہے...... ہموار ہے۔

چاند کی روشنی منعکس روشنی ہے

ابتدائی تہذیبوں میں یہ قیاس آرائی عام تھی کہ چاند کی روشنی اس کی اپنی روشنی ہے...... اب سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ:

"چاند کی روشنی منعکس روشنی ہے۔"

تاہم یہ حقیقت 1400 برس پہلے ہی قرآن پاک میں درج تھی...... یہ حقیقت قرآن پاک کی درج ذیل آیت میں درج ہے:

"جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان میں چراغ رکھا اور چمکتا چاند۔" (القرآن 61:25)

قرآن پاک میں سورج کے لیے عربی لفظ "شمس" استعمال کیا گیا ہے...... اس کو "سراج" بھی کہا گیا ہے جس کا مطلب ہے "چراغ"...... یہ شدید حرارت اور روشنی فراہم کرتا ہے۔

چاند کے لیے عربی لفظ "قمر" ہے اور اسے "منیر" کہا گیا ہے جو وہ اجسام فلکی ہیں جو "نور" مہیا کرتے ہیں...... یعنی منعکس روشنی۔

قرآن پاک کا فرمان مبارک ایک مرتبہ پھر انتہائی کاملیت کے ساتھ چاند کی حقیقی نوعیت کے ساتھ میل کھاتا ہے جس کی روشنی اپنی روشنی نہیں ہے اور یہ ایک غیر فعال جسم ہے جو سورج کی روشنی کو منعکس کرتا ہے۔

قرآن پاک میں ایک مرتبہ بھی چاند کو "سراج"...... وہاج یا "دیا" اور سورج کو "نور" یا "منیر" نہیں کہا گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن پاک سورج

کی روشنی اور چاند کی روشنی کی نوعیت میں فرق کو تسلیم کرتا ہے۔

قرآن پاک کی درج آیات سورج اور چاند کی روشنی کی نوعیت سے متعلق ہیں۔

''وہی ہے جس نے سورج کو جگمگاتا بنایا اور چاند چمکتا۔''

(القرآن 5:10)

''کیا تم نے دیکھے اللہ نے کیوں کر سات آسمان بنائے ایک پر ایک اور ان میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ۔''

(القرآن 71:15-16)

لہٰذا قرآن پاک اور جدید سائنس سورج کی روشنی اور چاند کی روشنی کی نوعیت میں فرق کے بارے میں ایک دوسرے کے ساتھ کامل مطابقت رکھتے ہیں۔

سورج محوِ گردش ہے

عرصہ دراز تک یورپی فلاسفر اور سائنس دان اس امر پر یقین رکھتے تھے کہ زمین ساکت ہے...... یہ دنیا کے وسط میں ساکت ہے اور تمام اجرامِ فلکی بشمولی سورج اس کے گرد گھومتے ہیں۔

1512ء میں نکولس کوپرنیکس نے اپنا نظریہ پیش کیا۔ اس نظریے کے تحت سورج کو نظام شمسی کے وسط میں ساکت قرار دیا گیا اور یہ نظریہ قائم کیا گیا کہ اجسام فلکی اس کے گرد گھومتے ہیں۔

1609ء میں جرمن سائنس دان یوہنس کیپلر کی کتاب Astronamia Nova شائع ہوئی جس میں اس نے یہ انکشاف کیا کہ اجرام فلکی نہ صرف بیضوی مدار میں سورج کے گرد گھومتے ہیں بلکہ وہ بے قاعدہ رفتار کے ساتھ اپنے محور کے گرد بھی گھومتے ہیں۔

ان انکشافات کے بعد یہ خیال کیا جانے لگا کہ سورج ساکت ہے اور وہ

زمین کی طرح اپنے محور کے گرد نہیں گھومتا...... مجھے یاد ہے کہ میں نے یہ مغالطہ اپنے اسکول کے زمانے میں جغرافیہ کی کتابوں میں پڑھا تھا۔

قرآن پاک کی درج ذیل آیات پر غور فرمائیں۔

"اور وہی ہے جس نے بنائے رات اور دن اور سورج اور چاند ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے۔" (القرآن 21:33)

درج بالا آیت میں عربی لفظ "یسبحون" استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لفظ "سباحا" سے نکلا ہے۔ یہ اس حرکت کو ظاہر کرتا ہے جو کسی حرکت پذیر جسم سے وابستہ ہوتی ہے۔ اگر آپ اس لفظ کو خشکی پر مقیم کسی شخص کے لیے استعمال کریں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ لڑھک رہا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ چل رہا ہے یا بھاگ رہا ہے...... اگر آپ اس لفظ کو اس شخص کے لیے استعمال کریں جو پانی میں ہو...... اس لفظ کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ وہ پانی کی سطح پر غیر ارادی طور پر تیر رہا ہے بلکہ یہ مطلب ہوگا کہ وہ تیراکی کر رہا ہے۔

• اسی طرح آپ لفظ "یسبح" سورج کے لیے استعمال کریں...... اس کا محض یہ مطلب نہیں کہ یہ خلا میں اڑ رہا ہے بلکہ اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ یہ خلا سے گزرتے ہوئے گھوم بھی رہا ہے۔ اسکولوں کی بہت سی درسی کتب میں اب اس حقیقت کا اندراج کیا گیا ہے کہ:

"سورج اپنے محور کے گرد گھومتا ہے۔"

سورج کے اپنے محور کے گرد گھومنے کو ایک ایسے آلات کی مدد سے ثابت کیا جا سکتا ہے جو سورج کے عکس کو میز کے تختے پر دکھاتے ہیں...... لہٰذا کوئی بھی شخص اندھا ہوئے بغیر سورج کے عکس کو دیکھ سکتا ہے...... یہ بھی محسوس کیا گیا ہے سورج پر سیاہ دھبے موجود ہیں جو ہر 25 دن میں ایک مرتبہ اپنا چکر پورا کرتے ہیں...... یعنی سورج کو اپنے محور کے گرد گھومنے کے لیے تقریباً 25 دن درکار ہوتے ہیں۔

سورج خلا میں تقریباً 240 کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتا ہے اور ہماری ملکی وے کہکشاں کے مرکز کے گرد ایک چکر پورا کرنے کے لیے اسے تقریباً دو سو ملین برس درکار ہوتے ہیں۔

"سورج کو نہیں پہنچتا کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے اور ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے۔"

(القرآن 40:36)

اس آیت میں ایک اہم حقیقت کو بیان کیا گیا ہے جس کو حال ہی میں جدید علم فلکیات نے دریافت کیا ہے...... یعنی سورج اور چاند کے انفرادی مدار کی موجودگی اور ان کی اپنی حرکت کے ساتھ خلا میں ان کا سفر۔

وہ "مقررہ جگہ" جس کی جانب سورج سفر کرتا ہے...... اپنے نظام شمسی کے ہمراہ...... جدید علم فلکیات نے اسے دریافت کر لیا ہے۔ اس کو "سولر اپیکس" (Solar apex) کا نام دیا گیا ہے۔

چاند کو اپنے محور کے گرد گھومنے کے لیے اتنا ہی وقت درکار ہوتا ہے جتنا وقت اسے زمین کے گرد گھومنے کے لیے درکار ہوتا ہے...... ایک چکر مکمل کرنے کے لیے تقریباً $29\frac{1}{2}$ دن درکار ہوتے ہیں۔

کوئی بھی شخص قرآن پاک کی آیات کی سائنسی درستگی پر حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا...... کیا ہمیں یہ سوچنا نہیں چاہیے کہ:

"قرآن پاک میں موجود علم کا ماخذ کیا ہے؟"

"قرآن پاک کے علم کا سرچشمہ کیا ہے؟"

سورج بجھ جائے گا

سورج کی روشنی اس کیمیاوی عمل کی مرہون منت ہے جو اس کی سطح پر رونما

ہوتا ہے اور یہ گذشتہ پانچ بلین برسوں سے مسلسل رونما ہو رہا ہے۔ مستقبل میں کسی بھی وقت یہ عمل اپنے اختتام کو پہنچ سکتا ہے جب سورج مکمل طور پر بجھ کر رہ جائے گا اور اس طرح روئے زمین پر بھی تمام تر زندگی کا خاتمہ ہو کر رہ جائے گا۔

سورج کے وجود کے بارے میں قرآن پاک فرماتا ہے کہ:

''اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لیے یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔'' (القرآن 38:36)

یہاں پر جو عربی لفظ استعمال ہوا ہے۔ وہ ''مستقر'' ہے۔ جس کا مطلب ایک جگہ یا وقت جو مقرر ہے۔

لہٰذا قرآن پاک فرماتا ہے کہ:

''سورج ایک مقررہ جگہ کی جانب سفر کرتا ہے اور غیر معینہ مدت تک اس کا یہ سفر جاری رہے گا۔''

مطلب یہ کہ یہ ختم ہو جائے گا یا بجھ جائے گا۔

پلازما

پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ نظام شمسی کا بیرونی حصہ خلا پر مشتمل ہے۔ مابعد ماہر فلکیات نے یہ دریافت کیا کہ اس مادے کے پل موجود ہیں جو پلازما (Plasma) کہلاتے ہیں...... پلازما کو کبھی کبھار مادے کی چوتھی حالت بھی کہا جاتا ہے (مادے کی تین دریافت شدہ حالتوں یعنی ٹھوس۔ مائع اور گیس کے علاوہ)

قرآن پاک اس مادے کی موجودگی کا ذکر درج ذیل آیت مبارکہ میں فرماتا ہے کہ:

جس نے آسمان اور زمین جو کچھ ان کے درمیان ہے بنایا۔''

(القرآن 59:25)

اسی قسم کا پیغام قرآن پاک کی درج ذیل آیات میں بھی ملتا ہے:

- 2:13
- 13:35
- 5:39
- 21:39

کسی کے لیے یہ سوچنا بھی مضحکہ خیز ہوگا کہ اس حقیقت کا انکشاف 1400 برس بیشتر کر دیا گیا تھا۔

کائنات کی وسعت پذیری

1925ء میں امریکی ماہر فلکیات ایڈون ہُبل نے ایک مشاہداتی ثبوت پیش کیا جس کے تحت یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ تمام کہکشائیں ایک دوسرے سے دور ہٹتی جا رہی ہیں جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کائنات وسعت پذیر ہو رہی ہے...... پھیل رہی ہے۔ دنیا کی وسعت پذیری کا نظریہ اب ایک ثابت شدہ سائنسی حقیقت کی شکل اختیار کر چکا ہے...... یہ ایک مسلمہ سائنسی حقیقت بن چکی ہے۔

قرآن پاک کائنات کی نوعیت کے بارے میں جو کچھ فرماتا ہے وہ قرآن پاک کی درج ذیل آیت مبارکہ سے عیاں ہے:

''اور آسمان کو ہم نے ہاتھوں سے بنایا اور بے شک ہم وسعت دینے والے ہیں۔'' (القرآن 47:51)

عربی لفظ ''لموسعون'' کا ترجمہ بطور ''وسعت دینے والے'' درست کیا گیا ہے...... اور یہ کائنات کی وسعت پذیری کو ظاہر کرتا ہے۔

ایک عظیم ماہر فلکیات سٹیفن ہاکنگ اپنی کتاب

"A Brief History of Time"

میں تحریر کرتا ہے کہ:

''یہ انکشاف کہ کائنات وسعت پذیر ہو رہی ہے۔ 20 ویں صدی کا ایک دانش ورانہ انقلاب تھا۔''

قرآن پاک نے کائنات کی وسعت پذیری کا ذکر اس وقت فرما دیا تھا جبکہ حضرت انسان نے ایک ٹیلی سکوپ ایجاد کرنی بھی نہ سیکھی تھی۔

کچھ لوگ یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ قرآن پاک میں علم فلکیات کے بارے میں بیان فرمائے گئے حقائق کوئی حیران کن امر نہیں ہے کیونکہ عربی علم فلکیات کے میدان میں دسترس رکھتے تھے اور وہ اس میدان میں ماہر تھے۔

وہ لوگ درست سوچتے ہیں اور وہ علم فلکیات کے میدان میں عربوں کی دسترس کو تسلیم کرتے ہوئے حقیقت کا اظہار کرتے ہیں۔

تاہم یہ لوگ یہ محسوس کرنے میں ناکام رہتے ہیں کہ:

''قرآن پاک عربوں کی علم فلکیات کے میدان میں دسترس حاصل کرنے سے صدیوں پہلے نازل ہوا تھا۔''

مزید برآں اوپر بیان کردہ سائنسی حقائق میں سے بہت سے سائنسی حقائق یعنی کائنات کا آغاز...... بگ بینگ نظریہ وغیرہ...... عربوں کے علم میں نہ تھے۔ حتیٰ کہ یہ اس وقت بھی عربوں کے علم میں نہ تھے جبکہ وہ اپنی سائنسی ترقی کی بلندیوں پر فائز تھے۔

لہٰذا قرآن پاک میں بیان فرمائے گئے سائنسی حقائق عربوں کی علم فلکیات کے میدان میں ترقی کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے...... عربوں نے علم فلکیات کے میدان میں محض اس لیے ترقی کی کیونکہ علم فلکیات کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔

(3) فزکس

ایٹم کو توڑا جا سکتا ہے

قدیم وقتوں میں ایک جانی پہچانی تھیوری...... ایک معروف و مشہور نظریہ بنام ''تھیوری آف ایٹم ازم'' مشہور تھا...... اس کو شرف قبولیت حاصل تھا اور ماہرین کی اکثریت اسے تسلیم کرتی تھی۔ یہ تھیوری بنیادی طور پر یونانیوں نے پیش کی تھی بالخصوص ایک یونانی مفکر دیموقریطس نے پیش کی تھی جو تقریباً 23 صدیاں قبل اس زمین کا باسی تھا۔ دیموقریطس اور اس کے بعد آنے والے لوگ یہ تصور کرتے تھے کہ:

''مادے کی سب سے چھوٹی اکائی ایٹم ہے۔''

قدیم عرب بھی اسی تصور پر یقین رکھتے تھے۔ عربی الفاظ ''ذرہ'' عام طور پر ایک ایٹم کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

آج کے دور جدید میں سائنس اس حقیقت کو ثابت کر چکی ہے کہ:

''ایک ایٹم کو توڑنا بھی ممکن ہے۔''

''ایٹم کو مزید توڑا جا سکتا ہے''...... یہ 20 ویں صدی کا ایک کارنامہ ہے۔

14 صدیاں پہلے یہ نظریہ عربوں کو بھی ایک انہونی بات محسوس ہوتی تھی۔ ان کے لیے ''ذرہ'' ایک ایسی حد تھی جس سے کوئی تجاوز نہیں کر سکتا تھا...... اس حد سے مزید آگے نہیں جایا جا سکتا تھا...... اس ذرے کو توڑا نہیں جا سکتا تھا۔

تاہم قرآنی آیت اس حد کو تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے:

''اور کافر بولے ہم پر قیامت نہ آئے گی تم فرماؤ کیوں نہیں میرے رب کی قسم بے شک ضرور تم پر آئے گی غیب جاننے والا اس سے غائب نہیں ذرہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک صاف بتانے والی کتاب میں ہے۔'' (القرآن 3:34)

یہ آیت مبارکہ اللہ تعالیٰ کے عالم کل ہونے کی بھی خبر دیتی ہے...... تمام چیزوں کے بارے میں اس کے علم کی خبر دیتی ہے خواہ وہ چیزیں ظاہر چیزیں ہوں مخفی چیزیں ہوں...... یہ آیت مبارک مزید فرماتی ہے کہ:

''خدا ہر چیز سے باخبر ہے۔ بشمول جو کچھ ایٹم (ذرے) سے چھوٹا ہے یا بڑا ہے۔''

لہٰذا یہ آیت بخوبی اس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ کسی چیز کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ ایٹم (ذرے) سے بھی چھوٹی ہو اور وہ وجود پذیر ہو یہ حقیقت جدید سائنس نے حال ہی میں دریافت کی ہے۔

(4) ہائیڈرالوجی (علمِ آب)

پانی کا چکر

1580ء میں برنارڈ پالیسی وہ پہلا شخص تھا جس نے آج کے دور کے "پانی کے چکر" کا نظریہ پیش کیا تھا۔ اس نے یہ بیان کیا تھا کہ:

"کس طرح سمندروں کا پانی بخارات میں تبدیل ہوتا ہے اور کیسے ٹھنڈا ہو کر بادلوں کی شکل اختیار کرتا ہے۔ بادل اندرونی حرکت کرتے ہیں جہاں سے وہ اوپر اٹھتے ہیں اور بطور بارش نیچے گرتے ہیں۔ یہ پانی جھیلوں اور ندی نالوں کی صورت میں اکٹھا ہوتا ہے اور واپس سمندروں سے جا ملتا ہے اور اسی طرح یہ چکر چلتا رہتا ہے۔"

قدیم وقتوں میں لوگ زیر زمین موجود پانی کے ذرائع سے واقف نہ تھے کہ یہ پانی کہاں سے آتا ہے؟ لیکن آج ہم جانتے ہیں کہ:

"بارش کا جو پانی زمین میں جذب ہو جاتا ہے وہی زیر زمین پانی کی موجودگی کا باعث بنتا ہے۔"

یہ عمل قرآن پاک میں درج ذیل آیات مبارکہ میں بیان فرمایا گیا ہے کہ:

"کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے زمین میں چشمے بنائے پھر اس سے کھیتی نکالتا ہے کئی

رنگت کی۔'' (القرآن 21:39)

''اور آسمان سے پانی اتارتا ہے تو اس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرے پیچھے بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے۔'' (القرآن 24:30)

''اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور بے شک ہم اس کے لے جانے پر قادر ہیں۔''

(القرآن 18:23)

1400 برس پہلے کوئی بھی کتاب پانی کے چکر کی اتنی درست وضاحت پیش نہیں کرتی تھی۔

بخارات

''آسمان کی قسم جس سے مینہ اترتا ہے۔''

بادلوں کو بارور کرنے والی ہوائیں

''اور ہم نے ہوائیں بھیجیں بادلوں کو بارور کرنے والیاں تو ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر وہ تمھیں پینے کو دیا۔''

(القرآن 22:15)

یہاں پر عربی لفظ ''لواقح'' جس کا مطلب ہے بارور کرنا...... اس فرمان میں بارور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہوائیں بادلوں کو دھکیلتی ہیں اور ان کو یکجا کرتی ہیں...... اکٹھا کرتی ہیں اور مابعد بارش برستی ہے۔

اسی قسم کی وضاحت قرآن پاک کی درج ذیل آیات میں بھی پیش فرمائی گئی ہے کہ:

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نرم نرم چلاتا ہے بادل کو پھر انھیں

آپس میں ملاتا ہے پھر تہہ پر تہہ کر دیتا ہے تو تو دیکھے گا کہ ان
کے بیچ میں سے مینہ نکلتا ہے اور اتارتا ہے آسمان سے اس میں
جو برف کے پہاڑ ہیں ان میں کچھ اولے پھر ڈالتا ہے انھیں جس
پر چاہے اور پھیر دیتا ہے انھیں جس سے چاہے قریب ہے کہ اس
کی بجلی کی چمک آنکھ دیکھے۔" (القرآن 43:24)
"اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں کہ ابھارتی ہیں بادل پھر اسے پھیلا
دیتا ہے آسمان میں جیسا چاہے اور اسے پارہ پارہ کرتا ہے تو تو
دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے مینہ نکل رہا ہے پھر جب اسے
پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں جس کی طرف چاہے جبھی وہ خوشیاں
مناتے ہیں۔" (القرآن 48:30)

مائعادت پر جدید مواد اسی موضوع پر قرآن پاک کی وضاحت سے مکمل ہم آہنگ ہے۔

پانی کا یہ چکر قرآن پاک کی دیگر آیات مبارکہ میں بھی بیان فرمایا گیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

- 57:7
- 17:13
- 49-48:25
- 9:35
- 34:36
- 5:45
- 11-9:50
- 70-68:56
- 30:67

(5) علم ارضیات

علم ارضیات میں تہوں (Folding) کا نظریہ حالیہ دریافت ہے اور یہی عمل پہاڑوں کے سلسلے وجود میں آنے کا بھی ذمہ دار ہے۔ زمین کی پرت (تہہ)...... اس زمین کی پرت جس پر ہم مقیم ہیں ایک سخت خول کی مانند ہے جبکہ اس کی گہری تہیں گرم اور سیال ہیں۔ لہٰذا کسی بھی قسم کی زندگی کو برقرار رکھنے میں کار آمد نہیں ہیں۔ یہ بھی واضح ہو چکا ہے کہ پہاڑوں کا استحکام تہوں کے اسی نظریے کا مرہون منت ہے...... یہ تہیں ہی تھیں...... پرتیں ہی تھیں جنھوں نے پہاڑوں کے لیے بنیادیں فراہم کی تھیں۔

علم ارضیات کے ماہرین ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ زمین کا نصف قطر تقریباً 6,035 کلومیٹر ہے اور جس پرت پر ہم رہتے ہیں وہ بہت باریک ہے...... بہت پتلا ہے...... یعنی 2 تا 35 کلومیٹر کے درمیان...... چونکہ زمین کی پرت (تہہ) کمزور ہے لہٰذا اس کے کانپنے کے مواقع زیادہ ہیں۔

پہاڑ بالکل اسی طرح ہیں جس طرح زمین میں میخیں گاڑھ دی گئی ہوں جو زمین کی پرت کو تھامے ہوئے ہیں اور اس کو استحکام بخشتے ہوئے ہیں۔

قرآن پاک بالکل ایسی ہی وضاحت پیش کرتا ہے۔

”کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا اور پہاڑوں کو میخیں۔“

(القرآن 78:6-7)

عربی لفظ ''اوتاد'' کا مطلب ہے ''میخیں'' (جس طرح ایک خیمے کو نصب کرنے کے لیے میخیں لگائی جاتی ہیں)...... وہ ارضیات کی تہوں کی گہری بنیادیں ہیں۔

ایک کتاب بہ عنوان ''زمین'' (Earth) علم ارضیات پر ایک حوالے کی کتاب تصور کی جاتی ہے...... یہ کتاب دنیا کی بیشتر یونیورسٹیوں میں ایک درسی کتب کی اہمیت کی حامل ہے۔

اس کتاب کا ایک مصنف ڈاکٹر فرانک پریس بھی ہے...... وہ اس کتاب کے مصنفین میں شامل ہے...... وہ 12 برس تک امریکہ کی ''اکیڈیمی آف سائنسز'' کا صدر بھی رہا تھا...... اس کے علاوہ وہ سابق امریکی صدر جمی کارٹر کا مشیر سائنس بھی رہا تھا۔

اس کتاب میں وہ پہاڑوں کو ایک مثلث کی شکل کے موافق بیان کرتا ہے اور پہاڑوں کو مکمل نظام کا ایک چھوٹا سا جزو قرار دیتا ہے۔ڈاکٹر پریس کے بقول:

''پہاڑ زمین کی پرت کو استحکام بخشنے میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔''

قرآن پاک زمین کو کانپنے کے عمل سے بچانے کے لیے پہاڑوں کے کردار کو واضح طور پر بیان فرماتا ہے کہ:

''اور زمین میں ہم نے لنگر ڈالے کہ انھیں لے کر نہ کانپے۔''

(القرآن 31:21)

قرآن پاک نے اسی قسم کا پیغام درج ذیل آیات مبارکہ میں بھی پیش کیا ہے:

- 10:31
- 15:16

پہاڑ مضبوطی کے ساتھ جمے ہوئے ہیں

زمین کی سطح بہت سے سخت ٹکڑوں میں ٹوٹی پھوٹی ہوئی ہے...... ان کی موٹائی تقریباً 100 کلومیٹر ہے...... یہ ٹکڑے جزوی طور پر پگھلے ہوئے مادے میں تیر رہے ہیں جو کہ ایس تھینوسفیئر (Aesthenosphere) کہلاتا ہے۔

پہاڑوں کی تشکیل و ترتیب اور بناوٹ ان ٹکڑوں کی حدود پر واقع ہے۔ سمندر کی سطح سے نیچے زمین کی پرت 5 کلومیٹر موٹی ہے اور بڑے پہاڑوں کے نیچے زمین کی یہی پرت 80 کلومیٹر موٹی ہے...... یہ مضبوط بنیادیں ہیں جن پر پہاڑ کھڑے ہیں...... جمے ہوئے ہیں۔

قرآن پاک پہاڑوں کی مضبوط بنیادوں کی وضاحت درج ذیل آیت میں فرماتا ہے کہ:

"اور پہاڑوں کو جمایا۔"

لہٰذا پہاڑوں کی نوعیت کے بارے میں جو معلومات قرآن پاک فراہم کرتا ہے وہ موجودہ علم ارضیات کی دریافتوں کے عین مطابق ہے۔

(6) بحریات (سمندری علوم)

میٹھے اور کھارے (نمکین) پانی کے درمیان روک

"اس نے دو سمندر بہائے دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے اور ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا۔"

(القرآن 55:19-20)

عربی میں لفظ "برزخ" کا مطلب ہے ایک "روک"...... ایک "حد بندی"......عربی لفظ "مرج" کے لغوی معانی ہیں کہ:

"وہ دونوں آپس میں ملتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ باہم آمیز ہو جاتے ہیں۔"

قرآن پاک کے ابتدائی مترجم دو اقسام کے پانیوں کے دو مخالف معانی کی وضاحت کرنے کے قابل نہ تھے کہ:

"ملتے ہیں اور باہم آمیز ہوتے ہیں۔"

(They meet and mix)

اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے درمیان "روک" بھی ہے......حد بھی ہے۔

جدید سائنس نے یہ دریافت کیا ہے کہ ان مقامات پر جہاں پر مختلف سمندر ملتے ہیں...... ان کے درمیان "حد" ہے...... "روک" ہے...... یہ "روک" یا "حد" دو سمندروں کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے تاکہ ہر ایک سمندر اپنا درجہ حرارت برقرار رکھ

سکے...... اپنا کھاری پن برقرار رکھ سکے...... اپنی کثافت برقرار رکھ سکے۔

ماہرین بحر اب بہتر پوزیشن میں ہیں کہ وہ اس آیت مبارکہ کی وضاحت کر سکیں۔ دو سمندروں کے درمیان ان دیکھی پانی کی ڈھلوانی روک یا حد موجود ہے جس کے ذریعے ایک سمندر کا پانی دوسرے سمندر کی جانب بہتا ہے۔

لیکن جب ایک سمندر کا پانی دوسرے سمندر میں داخل ہوتا ہے تب یہ اپنی نمایاں خصوصیات کھو بیٹھتا ہے اور دوسرے پانی کی خصوصیات اپنا لیتا ہے۔ اس طرح یہ روک یا حد دونوں پانیوں کو ایک جیسی خصوصیات کا حامل بنانے کا ایک ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔

"اور دونوں سمندروں میں آڑ رکھی۔" (القرآن 61:27)

یہ سب کچھ کئی ایک مقامات پر وقوع پذیر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر جبرالٹر کے مقام پر۔

لیکن جب قرآن پاک میٹھے اور کھارے (نمکین) پانی کے درمیان آڑ کا ذکر فرماتا ہے تو یہ ایک اَن دیکھی روک یا حد کا بھی ذکر فرماتا ہے۔

"وہی جس نے ملے ہوئے رواں کیے سمندر یہ میٹھا ہے نہایت
شیریں اور یہ کھاری ہے نہایت تلخ اور ان کے بیچ میں پردہ رکھا
اور روکی ہوئی آڑ۔" (القرآن 53:25)

جدید سائنس نے یہ انکشاف کیا ہے کہ جن مقامات پر میٹھا اور کھارا پانی باہم ملتا ہے ان مقامات پر صورت حال ان مقامات سے مختلف ہوتی ہے جہاں دو کھارے پانی کے سمندر ملتے ہیں۔

قرآن پاک میں بیان کیے گئے اس سائنسی بیان کی تصدیق ڈاکٹر ولیم جے نے بھی کی تھی۔ وہ ایک بحری سائنس دان ہونے کے علاوہ جیوجیکل سائنس کا پروفیسر

بھی ہے اور یونیورسٹی آف کولوروڈو امریکہ میں خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

سمندروں کی گہرائی میں اندھیرا

پروفیسر درگاراؤ...... میرین جیالوجی میں دنیا بھر کا معروف ماہر...... جدہ کی عبدالعزیز یونیورسٹی کا سابق پروفیسر...... اس کو قرآن پاک کی درج ذیل آیت پر تبصرہ کرنے کے لیے کہا گیا تھا کہ:

"یا اندھیریاں کسی کنڈے کے (گہرائی والے) دریا میں اس کے اوپر موج موج کے اوپر اور موج اس کے اوپر بادل اندھیرے ہیں ایک پر ایک جب اپنا ہاتھ نکالے تو سوجھائی دیتا معلوم نہ ہو اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لیے کہیں نور نہیں۔"

(القرآن 40:24)

پروفیسر راؤ نے کہا کہ:

"سائنس دان اب کہیں جا کر اس امر کی تصدیق کرنے کے قابل ہوئے ہیں...... جدید ساز و سامان کی مدد سے...... کہ سمندر کی گہرائی میں اندھیرا پایا جاتا ہے...... انسان کسی معاونتی ساز و سامان کے بغیر 20 تا 30 میٹر کی گہرائی سے نیچے نہیں جا سکتا اور 200 میٹر سے زائد گہرائی میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہ آیت مبارکہ دنیا کے تمام سمندروں کا ذکر نہیں فرما رہی کیونکہ ہر ایک سمندر کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے اندر تہہ در تہہ اندھیرا موجود ہے...... یہ آیت مبارک محض گہرائی کے حامل سمندر کا ذکر فرما رہی ہے۔"

پروفیسر درگاراؤ نے یہ کہتے ہوئے اپنے تبصرے کو پایہ اختتام تک پہنچایا کہ:

"1400 برس پہلے کوئی بھی انسان اس مظہر قدرت کو اتنی تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا یہ معلومات کلام الٰہی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہیں...... یہ کلام الٰہی ہے۔"

"اور وہی ہے جس نے پانی سے بنایا آدمی پھر اس کے رشتے اور سسرال مقرر کی اور تمہارا رب قدرت والا ہے۔"

14 صدیاں پہلے کیا کوئی انسان یہ اندازہ کر سکتا تھا...... یہ سوچ سکتا تھا کہ:

"ہر ایک جان دار کو پانی سے تخلیق فرمایا گیا ہے؟"

مزید برآں اگر کوئی یہ اندازہ کر بھی لیتا...... کوئی ان خطوط پر سوچ بھی لیتا...... تو عرب کے صحراؤں میں کیا کسی نے اس کی بات کا یقین کرنا تھا جہاں پر ہمیشہ ہی پانی کی قلت رہی ہے؟

(7) علمِ نباتات

پہلے انسان یہ نہیں جانتا تھا کہ پودوں (نباتات) میں بھی نر اور مادہ کا تصور پایا جاتا ہے...... اب علم نباتات یہ بیان کرتا ہے کہ ہر ایک پودے میں نر اور مادہ کا تصور موجود ہے۔ حتیٰ کہ وہ پودے جو ایک ہی جنس کے حامل ہیں ان میں بھی نر اور مادہ دونوں کے نمایاں عناصر پائے جاتے ہیں۔

"اور آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے طرح طرح کے سبزے کے جوڑے نکالے ہر ایک دوسرے سے جدا۔"

(القرآن 53:20)

پھلوں میں بھی نر اور مادے کا تصور پایا جاتا ہے

"اور زمین میں ہر قسم کے پھل دو دو طرح جوڑوں میں۔"

(القرآن 3:13)

پھل پودے کی آخری پیداوار ہوتی ہے۔ پھل نکلنے سے پیشتر پھول نکلتے ہیں جو نر اور مادہ حیثیت کے حامل ہوتے ہیں۔ لہٰذا تمام پھل نر اور مادہ کی موجودگی کی جانب اشارہ کرتے ہیں اور یہ حقیقت قرآن پاک میں بھی بیان فرمائی گئی ہے۔

ہر چیز کے جوڑے

"اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑے بنائے۔" (القرآن 49:51)

اس آیت مبارک میں ہر چیز پر زور دیا گیا ہے یعنی انسان، جانور، مویشی،

نباتات اور پھلوں کے علاوہ بھی ہر چیز کے جوڑے...... عین ممکن ہے اس میں بجلی بھی شامل ہو جس میں ایٹم منفی اور مثبت چارج والے ذرات الیکٹران اور پروٹان پر مشتمل ہوتے ہیں...... اور دیگر کئی اشیاء بھی ہر "چیز" میں شامل ہو سکتی ہیں۔

"پاکی ہے اسے جس نے سب جوڑے بنائے ان چیزوں سے جنھیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے اور ان چیزوں سے جن کی ان کو خبر نہیں۔" (القرآن 36:36)

یہاں پر قرآن بیان فرماتا ہے کہ ہر ایک چیز کے جوڑے بنائے گئے ہیں...... ہر ایک چیز کی تخلیق جوڑوں میں فرمائی گئی ہے اور ان میں وہ چیزیں بھی شامل ہیں جن چیزوں سے انسان آشنا نہیں ہے...... جن چیزوں کی انسان کو خبر ہی نہیں ہے۔ عین ممکن ہے کہ کل وہ ان چیزوں کو دریافت کرے مگر آج اس کو ان چیزوں کی خبر نہیں ہے۔

(8) حیوانیات

''اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں
پر اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں۔'' (القرآن 38:6)

تحقیق سے یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہے کہ جانور اور پرندے گروہوں میں رہتے ہیں...... یعنی وہ منظم ہوتے ہیں اور اکٹھے رہتے اور اکٹھے کام کرتے ہیں۔

پرندوں کی اڑان

''کیا انھوں نے پرندے نہ دیکھے حکم کے باندھے آسمان کی
فضاؤں میں انھیں کوئی نہیں روکتا سوا اللہ کے بے شک اس میں
نشانیاں ہیں ایمان والوں کو۔'' (القرآن 79:16)

قرآن پاک کی ایک اور آیت مبارکہ پرندوں کا حوالہ پیش کرتی ہے کہ:

''اور کیا انھوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے پر پھیلاتے
اور سمیٹے انھیں کوئی نہیں روکتا سوا رحمٰن بے شک وہ سب کچھ
دیکھتا ہے۔'' (القرآن 19:67)

عربی لفظ ''یمسکھن'' کا مطلب ہے...... کسی چیز پر ہاتھ ڈالنا...... کسی کو روکنا...... کسی چیز کو گرفت میں لے لینا...... کسی چیز کو واپس موڑنا...... اس آیت مبارکہ میں اس امر کی وضاحت پیش کی گئی ہے کہ پرندے اللہ تعالیٰ کے حکم سے فضاؤں میں اڑتے پھرتے ہیں...... پرندے اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں...... وہ اللہ تعالیٰ پر انحصار

کرتے ہیں...... ان کا عمل قانون الٰہی پر انحصار کرتا ہے۔ جدید سائنسی مواد کچھ مخصوص پرندوں کی ان کی اڑان کے حوالے سے ان کی اڑان کی کاملیت کا ذکر کر چکا ہے......

ان کی اڑان کی کاملیت ان کی اڑان کے پروگرام کی مرہون منت ہوتی ہے۔ ایک نوجوان پرندہ نقل مکانی کی غرض سے ایک لمبی اڑان طے کرتا ہے حالانکہ اس کو اس اڑان کا نہ تو تجربہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی راہنمائی سرانجام دی جاتی ہے اور اس کے علاوہ پرندے اس خاصیّت کے بھی حامل ہوتے ہیں کہ وہ جس مقام سے روانہ ہوتے ہیں اسی مقام پر دوبارہ واپس پہنچ جاتے ہیں۔

پروفیسر ہیمبر گر اپنی کتاب بنام "طاقت اور نزاکت" میں ایک پرندے مٹن۔ برڈ (Mutton-Bird) کی مثال پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہے کہ یہ پرندے بحرالکاہل میں رہائش پذیر ہوتا ہے اور یہ پرندہ 24,000 کلومیٹر کا سفر ہند سے "8" کی شکل میں طے کرتا ہے۔ یہ پرندہ اپنا سفر چھ ماہ سے زائد عرصہ میں طے کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کی تاخیر کے ساتھ اپنے مقام روانگی پر واپس پہنچ جاتا ہے۔ اس قسم کے سفر کی انتہائی پیچیدہ رہنمائی پرندے کے اعصابی خلیات میں پائی جاتی ہے۔ لازمی طور پر ان کا پروگرام وضع کیا جاتا ہے...... تو کیا ہم اس امر کی خبر رکھتے ہیں؟ اور کیا ہمیں کم از کم اس پروگرام وضع کرنے والے کو پہچاننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے؟

شہد کی مکھی اور اس کی کاریگری

"اور تمھارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں پھر ہر قسم کے پھل میں سے کھا اور اپنے رب کی راہیں چل کہ تیرے لیے نرم اور آسان

ہیں۔" (القرآن 16:68-69)

وون فرش (Von-Friseh) نے 1973ء میں نوبل انعام حاصل کیا تھا۔ اس نے شہد کی مکھی کے اعمال و افعال اور ان کے آپس میں رابطے کے نظام کے موضوع پر تحقیق سرانجام دی تھی جس کے نتیجے میں اسے نوبل انعام سے نوازا گیا تھا۔

شہد کی مکھی جب کوئی نیا باغ یا نیا پھول دریافت کرتی ہے...... اس دریافت کے بعد جب وہ واپس اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچتی ہے تو وہ اپنی ساتھی مکھیوں کو اپنی اس نئی دریافت کے بارے میں بتاتی ہے۔ وہ اس کی درست سمت کے بارے میں بتاتی ہے اور اس تک پہنچنے کے لیے اپنے ساتھیوں کو مکمل نقشہ سمجھاتی ہے۔ شہد کی مکھی کی حرکات وسکنات کے معانی جن کے ذریعے وہ کارکن مکھیوں کو معلومات فراہم کرتی ہے کی سائنسی بنیادوں پر دریافت ہو چکی ہے اور اس عمل کے لیے فوٹو گرافی اور دیگر طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔

قرآن پاک ان آیات مبارکہ میں بیان فرماتا ہے کہ شہد کی مکھی کس طرح کاریگری کے ساتھ اپنے رب کی راہ پر چلتی ہے۔

ان آیات مبارکہ میں شہد کی مکھی کے لیے جو صیغہ استعمال کیا گیا ہے وہ مؤنث کا صیغہ ہے...... جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شہد کی جو مکھی اپنی خوراک کی تلاش کے لیے گھر سے نکلتی ہے وہ ایک مؤنث مکھی ہے۔ باالفاظ دیگر سپاہی اور کارکن مکھی مؤنث مکھی ہے۔

درحقیقت شیکسپیئر کے ایک کھیل "ہنری دی فورتھ" میں کچھ کردار شہد کی مکھی کے بارے میں بھی بات کرتے ہیں اور یہ ذکر کرتے ہیں کہ شہد کی مکھیاں سپاہ ہیں اور یہ کہ ان کا ایک بادشاہ بھی ہوتا ہے۔ یہ وہ سوچ ہے جو لوگ شیکسپیئر کے زمانے میں رکھتے تھے۔ وہ اس سوچ کے حامل تھے کہ کارکن مکھیاں مذکر مکھیاں ہوتی ہیں اور جب

وہ واپس گھر پہنچتی ہیں تو وہ اپنے بادشاہ کو جواب دہ ہوتی ہیں۔ تاہم یہ سوچ درست نہیں ہے کیونکہ کارکن مکھیاں مؤنث مکھیاں ہوتی ہیں اور وہ اپنے بادشاہ کو جواب دہ نہیں ہوتیں بلکہ اپنی ملکہ کو جواب دہ ہوتی ہیں۔ لیکن اس حقیقت کو پانے کے لیے جدید تحقیق کو گذشتہ 300 برسوں کا عرصہ درکار تھا۔

مکڑی کا گھر...... سب گھروں میں کمزور گھر

''ان کی مثال جنھوں نے اللہ کے سوا اور مالک بنا لیے ہیں مکڑی کی طرح ہے اس نے جالے کا گھر بنایا اور بے شک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر کیا اچھا ہوتا اگر جانتے۔''

(القرآن 41:29)

مکڑی کے گھر کی کمزوری...... بناوٹ کے لحاظ سے اس کے گھر کی کمزوری کے علاوہ قرآن پاک تعلقات کے حوالے سے بھی اس کے گھر کی کمزوری پر زور دیتا ہے جہاں پر مونث مکڑی اکثر اوقات اپنے ساتھی مذکر مکڑی کو ہلاک کر ڈالتی ہے۔ اس آیت مبارکہ میں ان رشتوں کی کمزوری بھی بیان فرمائی گئی ہے جو رشتے لوگ اپنے مالک حقیقی کو چھوڑ کر...... اللہ کے سوا غیروں کے ساتھ استوار کر لیتے ہیں۔

چیونٹیوں کی طرز زندگی اور ان کی آپس کی گفت وشنید

''اور جمع کیے گئے سلیمان کے لیے اس کے لشکر جنوں اور آدمیوں اور پرندوں سے تو وہ روکے جاتے تھے یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے نالے پر آئے ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو اپنے گھروں کو چلی جاؤ تمھیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں۔'' (القرآن 18-17:27)

ماضی میں شاید کچھ لوگوں کی سمجھ میں قرآن پاک کی یہ بات نہ آتی ہو اور وہ

اس امر پر ہنستے ہوں کہ قرآن پاک کیسی کتاب مبارک ہے جو ایسی داستانیں بیان کرتی ہے جن میں چیونٹیاں ایک دوسرے سے باتیں کرتی ہیں اور ایک دوسرے تک پیچیدہ نوعیت کے پیغامات پہنچاتی ہیں۔

تاہم دور جدید میں تحقیق نے چیونٹیوں کی طرز زندگی کے کئی ایک پہلو بے نقاب کر دیے ہیں...... ایسے پہلو جو اس سے پہلے انسانوں کی نظروں سے اوجھل تھے اور انسان ان پہلوؤں سے آشنا نہ تھا۔

تحقیق نے یہ بات ثابت کی ہے کہ جانوروں اور کیڑے مکوڑوں میں چیونٹیاں ہی ایسی مخلوق ہیں جن کا طرز زندگی انسانی طرز زندگی کے انتہائی قریب واقع ہوا ہے۔

چیونٹیوں کے بارے میں تحقیق کے درجِ ذیل اس امر کو روز روشن کی طرح عیاں کر دیں گے کہ چیونٹیوں کا طرز زندگی انسانی طرز زندگی کے ازحد قریب واقع ہوا ہے:

- چیونٹیاں اسی طرح لاش کو دفن کرتی ہیں جس طرح انسان دفن کرتے ہیں۔
- ان میں کارکنوں کی تقسیم کا اعلیٰ نظام موجود ہے...... اس نظام میں مینیجر...... سپروائزر...... فورمین اور کارکن شامل ہیں۔
- آپس میں رابطہ رکھنے کے لیے وہ جدید باہمی اطلاعاتی نظام کی حامل ہوتی ہیں۔
- اکثر و بیشتر چیونٹیاں آپس میں گپ شپ کے لیے اکٹھی مل بیٹھتی ہیں۔
- ان میں مارکیٹ کا باقاعدہ نظام موجود ہے جہاں پر وہ ایک دوسرے کے ساتھ سامان کا تبادلہ کرتی ہیں۔
- وہ ایک لمبے عرصے کے لیے اناج کا ذخیرہ کرتی ہیں بالخصوص موسم سرما کے لیے۔ اگر ان کا ذخیرہ کردہ اناج بارش کے باعث گیلا ہو جائے تو وہ اسے خشک کرنے کے لیے دھوپ میں رکھتی ہیں اور جب یہ اناج سوکھ جاتا ہے تب اسے دوبارہ ذخیرہ کر لیتی ہیں۔

(9) علم الادویات

شہد...... انسانیت کے لیے شفا کا حامل

شہد کی مکھی مختلف پھولوں اور پھلوں کا رس چوستی ہے اور اپنے جسم کے اندر اس کو شہد میں تبدیل کرتی ہے۔ اس شہد کو وہ اپنے چھتے میں ذخیرہ کرتی ہے۔ محض چند صدیاں پہلے انسان اس امر سے باخبر ہوا کہ شہد شہد کی مکھی کے پیٹ سے نکلتا ہے۔ لیکن اس حقیقت کو 1400 برس پہلے قرآن پاک نے اپنی درج ذیل آیت میں بیان فرما دیا تھا کہ:

> ''اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگی نکلتی ہے جس میں لوگوں کی تندرستی ہے۔'' (القرآن 69:16)

ہمیں حال ہی میں یہ خبر ہوئی ہے کہ شہد میں شفا ہے...... اس میں تندرستی عطا کرنے کی خصوصیات پائی جاتی ہیں اور یہ جراثیم کش بھی ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں روسی اپنے زخموں کی صحت یابی کے لیے ان پر شہد لگاتے تھے اور شہد کی جراثیم کش خصوصیات کی بدولت ان کے زخم جراثیوں سے محفوظ رہتے تھے اور حیرت انگیز طور پر ٹھیک ہو جاتے تھے۔

شہد کی شفایابی کی حیرت انگیز خصوصیات اس وقت منظر عام پر آئیں جبکہ سینے کی بیماریوں میں مبتلا 22 لاعلاج مریضوں کو اس سے شفا حاصل ہوئی۔ یہ مریض انگلستان کے نرسنگ ہومز میں زیر علاج تھے اور سسٹر کارولی ان کے علاج معالجے پر

معمور تھی۔ اس نے پروپولس (Propolis) سے ان مریضوں کا علاج کیا۔ پروپولس ایک ایسا عنصر ہوتا ہے جس کو شہد کی مکھی بذات خود مہیا کرتی ہے اور یہ شہد کے چھتے کو بیکٹیریا سے بچانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

اگر کوئی شخص نباتات (پودے) سے الرجی کے مرض میں مبتلا ہو تو اسے اسی پودے سے تیار شدہ شہد استعمال کروانے سے اس شخص میں اس الرجی کے خلاف مدافعت پیدا ہوتی ہے۔

شہد کے بارے میں قرآن پاک کے فرمودات...... اس کا ماخذ...... اس کی خصوصیات قرآن پاک کے نزول سے صدیوں بعد دریافت کی گئی ہیں۔

(10) علم افعال الاعضاء

دوران خون اور دودھ

قرآن پاک ایک مسلمان سائنس دان ابن نفیس کی دوران خون کے عمل کی تشریح پیش کرنے سے 600 برس قبل نازل ہوا تھا۔ دوران خون کے عمل کی اس تشریح کو مغربی دنیا میں متعارف کروانے کا سہرا ولیم ہاروے کے سر ہے۔ اس کے مغربی دنیا کو اس عمل کی تشریح سے متعارف کروانے سے 1000 برس قبل قرآن پاک نازل ہوا تھا۔ تقریباً 13 صدیاں پہلے یہ انکشاف ہو چکا تھا کہ اندرونی طور پر کون سا عمل وقوع پذیر ہوتا ہے جو اس امر کی یقین دہانی کرواتا ہے کہ ہمارے عضویات اس غذا سے نشوونما پا رہے ہیں جو ہم استعمال کرتے ہیں...... قرآن پاک کی ایک آیت مبارکہ دودھ کے اجزاء کے ماخذ کے بارے میں بیان فرماتی ہے جو ان نظریات کی تصدیق کرتی ہے۔

درج بالا نظریات کے بارے میں قرآن پاک کی آیت مبارکہ کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جسم کے اندر رونما ہونے والے کیمیاوی عمل کو سمجھا جائے اور اس کی بدولت خوراک سے اخذ کیے گئے عناصر ایک پیچیدہ نظام کے تحت خون میں شامل ہوتے ہیں۔ کبھی کبھار جگر کے توسط سے...... یہ ان کی کیمیاوی نوعیت پر منحصر ہوتا ہے...... ان میں دودھ پیدا کرنے والی غدودیں (Mammary glands) بھی شامل ہوتی ہیں۔

یہ عناصرِ دوران خون کے ساتھ گردش کرتے ہوئے جسم کے مختلف اعضا تک

رسائی حاصل کرتے ہیں۔

اعمال و افعال اعضا کے اس نظریے سے مکمل آشنائی حاصل کرنے کی غرض سے قرآن پاک کی درج ذیل آیات ہماری معاون ثابت ہوگی۔

''اور بے شک تمھارے لیے چوپاؤں میں سمجھنے کا مقام ہے ان میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے اور تمھارے لیے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور ان سے تمہاری خوراک ہے۔''

(القرآن 66:16)

''اور بے شک تمھارے لیے چوپایوں میں نگاہ حاصل ہونے کی جگہ ہے ہم تمھیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ گلے سے سہل اترتا ہے پینے والوں کے لیے۔'' (القرآن 21:23)

مویشیوں کے دودھ مہیا کرنے کے بارے میں قرآن پاک کی 1400 سالہ پرانی وضاحت اس وضاحت سے عین مشابہت رکھتی ہے جو جدید علم اعمال و افعال اعضا نے جدید دور میں دریافت کی ہے۔

(11) علم الجنین

رحم مادر میں انسانی بچے کا ارتقاء

یہ وہ مطالعہ ہے جو پیدائش سے قبل انسانی ارتقاء پر روشنی ڈالتا ہے۔

مسلمان مفکرین کے ایک گروپ...... انھوں نے ایک مشہور و معروف یمنی مفکر شیخ عبدالماجد آزندانی کی ہدایات پر...... قرآن پاک سے انسانی پیدائش سے قبل انسانی ارتقاء اور دیگر سائنس جات کے بارے میں معلومات اکٹھی کیں...... اس کے علاوہ انھوں نے اس میدان سے متعلق صحیح احادیث مبارکہ (حدیث سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات مبارک ہیں اور سنت سے مراد وہ اعمال مبارک ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرانجام فرماتے تھے) سے بھی استفادہ حاصل کیا اور اس کا انگریزی میں ترجمہ سرانجام دیا۔ اس کے بعد انھوں نے قرآن پاک کی اس ہدایت پر عمل کیا کہ:

"تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں۔"

(القرآن 43:16 اور 7:21)

اس میدان سے متعلقہ تمام ضروری معلومات اور مواد جو قرآن پاک اور صحیح احادیث مبارکہ سے اکٹھا کیا گیا تھا...... اس تمام مواد کا انگریزی ترجمہ کیا گیا اور اس مواد کو پروفیسر (ڈاکٹر) کیتھ مور کو پیش کر دیا گیا جو کہ یونیورسٹی آف ٹورنٹو، کینیڈا میں اس مضمون کے پروفیسر کے عہدے پر فائز تھا۔ آج کل وہ اپنے میدان میں ایک

اتھارٹی کی حیثیت کا حامل ہے......ایک سند کی حیثیت کا حامل ہے۔

ڈاکٹر موصوف سے درخواست کی گئی کہ وہ اس مواد کے بارے میں اپنی رائے پیش کرے جو اس کو پیش کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر مور نے اس مواد کا بخوبی جائزہ لیا اور یہ کہا کہ:

''قرآن پاک اور صحیح احادیث مبارکہ میں فراہم کی گئی بہت سی معلومات اس میدان میں جدید انکشافات اور جدید دریافتوں کے عین مطابق پائی گئی ہیں اور دونوں میں کوئی اختلاف (قرآن پاک، احادیث مبارکہ کے فرمودات اور جدید تحقیق) نہیں پایا جاتا۔''

ڈاکٹر موصوف نے مزید کہا کہ:

''تاہم کچھ آیات مبارکہ ایسی بھی ہیں جن کے بارے میں وہ سائنسی طور پر درست کے ضمن میں کوئی تبصرہ نہیں کر سکتا...... وہ اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ آیات مبارکہ صحیح ہیں یا غلط ہیں (نعوذ باللہ) کیونکہ وہ ان آیات مبارکہ میں فراہم کردہ معلومات سے بذات خود ناآشنا تھا۔ اس کے علاوہ ان معلومات کے بارے میں جدید تحقیق اور مطالعہ بھی خاموش تھا۔''

ان میں ایک آیت مبارکہ درج ذیل ہے کہ:

''پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔'' (القرآن 96:1-2)

ڈاکٹر کیتھ مور کو یہ علم نہ تھا کہ جنین اپنے ابتدائی مراحل میں کس شکل کا حامل ہوتا ہے۔ اس نے اس کی پڑتال کرنے کی غرض سے جنین کے ابتدائی مراحل کا مشاہدہ طاقت ور مائیکروسکوپ کی مدد سے کیا اور اس کو قرآن پاک کے فرمان کے

عین مطابق پایا۔

اسی طرح اس نے قرآن پاک سے اس میدان سے متعلقہ کئی دیگر معلومات حاصل کیں جن معلومات سے اس سے بیشتر وہ لاعلم تھا۔

ڈاکٹر کیتھ مور نے اس میدان سے متعلق تقریباً 80 سوالات کے جواب پیش کیے اور یہ جواب اس مواد سے متعلق تھے جو قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں اس میدان کے ضمن میں دستیاب تھا۔ اس نے یہ اقرار بھی کیا کہ:

"قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ اس میدان میں سرانجام دی گئی جدید ترین دریافتوں اور انکشافات کے عین مطابق ہے۔"

پروفیسر موصوف نے مزید کہا کہ:

"اگر 30 برس قبل مجھ سے یہی سوالات کیے جاتے تو میں سائنسی معلومات کی عدم موجودگی کی وجہ سے ان میں سے نصف سوالات کے جواب بھی نہ دے پاتا۔"

1981ء میں دمام...... سعودی عربیہ میں منعقد ہونے والی 7 ویں طبی کانفرنس کے موقع پر ڈاکٹر مور نے کہا کہ:

"انسانی ارتقاء کے بارے میں قرآن پاک کے فرمودات کی وضاحت کرتے ہوئے مجھے انتہائی خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ مجھ پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ یہ فرمودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خدا یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے تھے کیونکہ یہ تمام تر علوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری کے صدیوں بعد تک بھی دریافت

نہیں ہوئے تھے۔ اس امر سے مجھ پر یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے
کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا یا اللہ کے رسول ہیں۔"

ڈاکٹر کیتھ مور نے اس سے پہلے کتاب بنام "The Developing Human" تحریر کی تھی۔ قرآن پاک سے نئے علوم حاصل کرنے کے بعد اس نے 1982ء میں اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن تحریر کیا اور اس کتاب نے کسی بھی ایک مصنف کی تحریر کردہ بہترین طبی کتاب کا انعام حاصل کیا۔ اس کتاب کا ترجمہ دنیا کی کئی ایک بڑی زبانوں میں کیا گیا ہے اور اس کتاب کو ایک درسی کتاب کا درجہ بھی دے دیا گیا ہے جو کہ طبی تعلیم کے سال اوّل میں پڑھائی جاتی ہے۔

ڈاکٹر جو لیج سیمپسن ...... شعبہ "امراض نسواں" کا چیئر مین ...... بیلر کالج آف میڈیسن ...... ہوسٹن ...... امریکہ یہ بیان کرتا ہے کہ:

"یہ احادیث (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات)
اس وقت کے سائنسی علوم سے اخذ نہیں کی جا سکتی تھی جب یہ
احادیث بیان فرمائی گئی تھی۔ اس کے علاوہ علم جنین اور مذہب
اسلام کے اس علم کے بارے میں فرمودات میں کوئی اختلاف
نہیں پایا جاتا ...... کوئی فرق نہیں پایا جاتا بلکہ درحقیقت مذہب
اسلام روایتی سائنسی نظریات کی رہنمائی بھی سرانجام دے سکتا
ہے ...... قرآن پاک کے فرمودات صدیوں بعد بھی کارآمد پائے جا
رہے ہیں جو اس امر کا ثبوت ہے کہ قرآن پاک کلام الٰہی ہے۔"

وہ قطرہ جو پشت اور سینے کے بیچ سے نکلتا ہے

"تو چاہیے کہ آدمی غور کرے کہ جس چیز سے بنایا گیا جست

کرتے پانی سے جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے۔"

(القرآن 86:5-7)

جنین کے مراحل میں......لڑکے اور لڑکی کے اعضائے تولیدی (فوطے اور رحم) گردے کے نزدیک پشت اور 11 ویں اور 12 ویں پسلی کے درمیان اپنی نشو ونما کا آغاز کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ بلوغت کے بعد بھی یہ اعضاء اعصاب اور خون کی بہم رسانی پست اور سینے کے بیچ سے حاصل کرتے ہیں۔

نطفہ......سیال مواد کی معمولی سی مقدار

قرآن پاک کم از کم گیارہ مقامات پر یہ ذکر فرماتا ہے کہ:

"انسان کی تخلیق نطفے سے فرمائی گئی ہے۔"

نطفے کا مطلب ہے سیال مواد کی معمولی سی مقدار......مثلاً وہ مقدار جو چائے کا کپ خالی کرنے کے بعد اس کے پیندے میں موجود رہتی ہے......اس کا ذکر قرآن پاک کی مختلف آیات مبارکہ میں آیا ہے......مثلاً

- 5:22
- 13:23
- 4:16
- 37:18
- 11:35
- 37:36
- 67:40
- 46:53

- 37:75
- 2:76
- 19:80

سُلٰلَةٍ...... پانی کا خلاصہ (جوہر)

''پھر اس کی نسل رکھی ایک بے قدر پانی کے خلاصہ سے۔''

(القرآن 8:32)

عربی لفظ ''سُلٰلَةٍ'' سے مراد ہے خلاصہ (جوہر) یعنی کسی چیز کا بہترین حصہ...... ہم یہ جانتے ہیں کہ عورت کو بار آور کرنے کے لیے مرد کی منی میں شامل لاکھوں بیضوں میں سے محض ایک بیضہ ہی کافی ہوتا ہے اور اسی ایک بیضے کو قرآن پاک نے ''سُلٰلَةٍ'' کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ اس کے علاوہ عورت کے لاکھوں بیضہ النساء میں سے بار آور ہونے کے لیے ایک بیضہ النساء کی ضرورت درپیش ہوتی ہے اور اسی بیضہ النساء کو قرآن پاک نے ''سُلٰلَةٍ'' کے نام سے تعبیر کیا ہے۔

نطفہ امشاج...... ملی ہوئی منی

''بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے۔''

(القرآن 2:76)

عربی لفظ ''نطفة امشاج'' کا مطلب ہے ملی ہوئی منی...... قرآن پاک کی تفسیر رقم کرنے والے کچھ اصحاب کے مطابق ملی ہوئی منی مردانہ یا زنانہ منی کو ظاہر کرتا ہے...... یہ اب بھی نطفہ ہی قرار دیا جاتا ہے۔ اس لیے ''نطفة امشاج'' سے مراد ہے عورت اور مرد کی ملی ہوئی منی کی قلیل مقدار۔

جنس کا تعین

رحم مادر (جنین) میں بچے کی جنس کا تعین مرد کے مادہ کا مرہون منت ہوتا

ہے نہ کہ عورت کے بیضہ النساء کا مرہون منت ہوتا ہے...... بچے کی جنس کہ وہ لڑکی ہوگی یا لڑکا ہوگا...... اس امر پر منحصر ہے کہ کیا کروموسوم کا 23 واں جوڑا بالترتیب ایکس، ایکس یا ایکس وائی ہے۔

بنیادی طور پر جنس کا تعین بار آوری کے موقع پر ہوتا ہے اور یہ بیضہ النساء پر منحصر نہیں ہوتا بلکہ مرد کے مادے کے جنسی کروموسوم کی نوعیت پر منحصر ہوتا ہے...... مرد کے اس مادے کے کروموسوم کی نوعیت پر منحصر ہوتا ہو جو بیضہ النساء کو بار آور کرتا ہے۔

اگر مرد کا مادہ جو بیضہ النساء کو بار آور کرتا ہے وہ ''ایکس'' کا حامل ہو تب حمل لڑکی کا ہوگا اور اگر مرد کا مادہ جو بیضہ النساء کو بار آور کرتا ہے وہ ''وائی'' کا حامل ہو تب حمل لڑکے کا ہوگا۔

> ''اور یہ کہ اس نے دو جوڑے بنائے نر اور مادہ نطفہ سے جب ڈالا جائے۔'' (القرآن 53:45-46)

اس لیے نطفہ مخصوص طور پر مرد کے مادے کو ظاہر کرتا ہے۔

قرآن پاک فرماتا ہے کہ:

> ''کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس منی کا کہ گرائی جائے پھر خون کی پھٹک ہوا تو اس نے پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا تو اس سے دو جوڑ بنائے مرد اور عورت۔'' (القرآن 75:37-39)

یہاں پر پھر ارشاد فرمایا کہ:

> ''منی کی ایک بوند (نطفہ من منی) جو کہ مرد کے جسم سے خارج ہوتا ہے وہ جنین (بچے) کی جنس کا تعین کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔''

برصغیر ہندوستان کی ساس عام طور پر پوتی کی بجائے پوتے کی خواہش مند

ہوتی ہے اور اگر اس کی بہو کے ہاں لڑکے کی پیدائش نہ ہو تو وہ اس امر کے لیے بہو کو قصور وار ٹھہرتی ہے۔ اگر ان عورتوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ بچے کی جنس کا تعین عورت کی بجائے مرد پر منحصر ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ اگر لڑکی کی پیدائش پر کسی کو مورد الزام ٹھہرانا چاہئیں تو اپنے بیٹوں کو مورد الزام ٹھہرا سکتی ہے بجائے اس کے کہ اپنی بہوؤں کو مورد الزام ٹھہرائیں۔ قرآن پاک اور سائنس دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ بچے کی جنس کا ذمہ دار مردانہ مادہ منی ہے۔

جنین تین اندھیروں میں محفوظ ہوتا ہے

> "تمھیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک طرح کے بعد اور طرح تین اندھیروں میں۔" (القرآن 6:39)

جنین کے مراحل

> "اور بے شک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔" (القرآن 23:12-14)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کی تخلیق پانی کی بوند سے فرمائی گئی یعنی رحم مادر میں...... پھر اس میں روح ڈالی اور اس بے جان کو جان دار کیا۔

1677ء میں ھام اور لیودن ہوک پہلے سائنس دان تھے جنھوں نے ایک مائیکروسکوپ کی وساطت سے انسانی سپرم کے خلیات کا مشاہدہ کیا۔ ان کا خیال تھا کہ

سپرم سیل ایک انتہائی مختصر انسان کا حامل ہوتا ہوگا جو رحم مادر میں پرورش پاتے ہوئے ایک نوزائیدہ بچے کے طور پر جنم لیتا ہے۔ یہ پرفوریشن تھیوری کہلاتی تھی۔ جب سائنس دان اس امر سے واقف ہوئے کہ بیضہ النساء سپرم سے بڑا تھا تب ڈی گراف اور دیگر سائنس دانوں کا خیال تھا کہ جنین ایک انتہائی مختصر انسان کی شکل میں بیضہ النساء میں وجود پذیر ہوتا ہے۔ مابعد 18 ویں صدی میں موپرٹس نے ''والدین کی میراث تھیوری'' کا پرچار کیا۔

''علقة''...... ''مضغة''...... میں تبدیل ہوتا ہے جس کا مطلب ہے کہ ''ایسی چیز جو چبائی گئی ہو (جس پر دانتوں کے نشان موجود ہوں) اور یہ مطلب بھی ہوتا ہے کہ کوئی ایسی چھوٹی سی چیز جو کہ چنگم کی طرح منہ میں رکھی جا سکتی ہو۔ یہ دونوں وضاحتیں سائنسی لحاظ سے بالکل درست ہیں۔

پروفیسر کیتھ مور نے پلاسٹک سیل کا ایک ٹکڑا لیا اور اس کو جنین کے ابتدائی مرحلے کی شکل میں تبدیل کیا اور اس کو ''مضغة'' کی شکل دینے کے لیے اپنے دانتوں کے درمیان چبایا۔ اس کے بعد اس نے جنین کے ابتدائی مرحلے کی تصاویر کے ساتھ اس کو ملایا اور دانتوں کے نشان ہو بہو اس کے مشابہہ پائے گئے۔

یہ ''مضغة'' ہڈیوں میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا جاتا ہے (لحم)۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اسے ایک اور مخلوق کی شکل عطا فرماتا ہے۔

پروفیسر مارشل جانسن جو امریکہ کا ایک نامور سائنس دان ہے اور علم تشریح الاعضاء کا ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ ہے۔ اس کے علاوہ وہ ڈینیئل انسٹی ٹیوٹ...... میں جیفرسن یونیورسٹی۔ فلاڈلفیا۔ امریکہ کا ڈائریکٹر بھی ہے۔ اسے جب یہ کہا گیا کہ وہ قرآن کی ان آیات پر تبصرہ کرے جو جنین وغیرہ کے بارے میں بیان فرماتی ہیں...... اور اس کے مختلف مراحل سے پردہ اٹھاتی ہیں۔

پہلے پروفیسر موصوف نے کہا کہ:

''شاید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک طاقتور مائیکروسکوپ ہو۔''

جب اسے یہ یاد دہانی کروائی گئی کہ:

''قرآن پاک 1400 برس قبل نازل ہوا تھا اور مائیکروسکوپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک سے صدیوں بعد ایجاد ہوئی تھی۔''

پروفیسر جانسن ہنسنے لگا اور کہنے لگا کہ:

''پہلی جو مائیکروسکوپ ایجاد ہوئی تھی وہ زیادہ سے دس گنا بڑا کر کے دکھاتی تھی اور وہ واضح تصویر بھی نہیں دکھا سکتی تھی۔''

مابعد اس نے کہا کہ:

''مجھے اس تصور سے اتفاق کرنا پڑتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کے نازل ہونے میں خدائی اثرات کا دخل تھا۔''

ڈاکٹر کیتھ مور کے بقول کہ:

''جنین کے نشوونما پانے کے مختلف مراحل کی جدید درجہ بندی جو تمام تر دنیا میں تسلیم کی جاتی ہے وہ درجہ بندی با آسانی سمجھ آنے والی درجہ بندی نہیں ہے۔ یہ نمبر شمار کے حساب سے مختلف مراحل کو بیان کرتی ہے...... مثلاً مرحلہ نمبر 1...... مرحلہ نمبر 2 وغیرہ وغیرہ۔ لیکن دوسری طرف قرآن پاک نے جن مراحل کی نشاندہی کی ہے وہ بہ آسانی سمجھ میں آ جاتے ہیں کہ جنین کن کن مراحل سے گزرا ہے اور قرآن پاک اس سلسلے میں جو وضاحت پیش کرتا

ہے وہ نہ صرف بخوبی سمجھ میں آتی ہے بلکہ وہ ایک عملی نوعیت کی بھی حامل ہے۔"

جنین کی نشوونما کے مختلف مراحل درج ذیل آیات میں بھی بیان فرمائے گئے ہیں کہ:

"کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس منی کا کہ گرائی جائے پھر خون کی پھٹک ہوا تو اس نے پیدا فرمایا پھر پھٹک بنایا تو اس سے دو جوڑ بنائے مرد اور عورت۔" (القرآن 75:37-39)

"جس نے تجھے پیدا کیا پھر پھٹک بنایا۔ پھر ہموار بنایا جس صورت میں چاہا تجھے ترتیب دیا۔" (القرآن 82:7-8)

جنین جزوی طور پر تخلیق شدہ اور جزوی طور پر غیر تخلیق شدہ

"مضغة" کے مرحلے میں اگر جنین کا مشاہدہ کیا جائے تو یہ امر ظاہر ہوگا کہ یہ جزوی طور پر تخلیق شدہ اور جزوی طور پر غیر تخلیق شدہ ہے۔

پروفیسر جانسن کے مطابق کہ:

"اگر ہم اس جنین کی مکمل تخلیق بیان کر رہے ہوں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اس کے محض اس حصے کو بیان کر رہے ہیں جو تخلیق پا چکا ہے اور اگر ہم اس کی نامکمل تخلیق بیان کر رہے ہوں گے۔ تب اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اس کے محض اس حصے کو بیان کر رہے ہیں جس نے اپنی تخلیق نہیں پائی۔"

قرآن پاک نے جنین کے اس مرحلے کی جو وضاحت فرمائی ہے اس سے بہتر وضاحت سرانجام دینا ناممکن ہے کہ:

"نقشہ بنی اور بے بنی۔"

جیسا کہ درج ذیل آیات مبارکہ میں بیان فرمایا گیا ہے کہ:

''کہ ہم نے تمھیں پیدا کیا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور بے بنی تا کہ ہم تمھارے لیے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں۔'' (القرآن 5:22)

سائنسی لحاظ سے ہم جانتے ہیں کہ نشوونما کے اس ابتدائی مرحلے پر کچھ سیل ایسے ہوتے ہیں جو کہ امتیاز کیے جا سکتے ہیں اور کچھ سیل ایسے ہوتے ہیں جو امتیاز نہیں کیے جا سکتے...... کچھ اعضا تکمیل پا چکے ہوتے ہیں اور کچھ نے ابھی تکمیل نہیں پائی ہوتی۔

سننے اور دیکھنے کے حواس

شکم مادر میں پلنے والے بچے میں سب سے پہلے سننے کی حس اجاگر ہوتی ہے۔ 24 ہفتے بعد جنین آواز سن سکتا ہے۔ اس کے بعد دیکھنے کی حس اجاگر ہوتی ہے۔ 28 ہفتے بعد جنین دیکھ بھی سکتا ہے۔

قرآن پاک ان مراحل کو درج ذیل آیات مبارکہ میں بیان فرماتا ہے کہ:

''اور تمھیں کان اور آنکھیں اور دل عطا فرمائے (تا کہ تم سنو اور دیکھو اور سمجھو)'' (القرآن 9:32)

''بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ وہ اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔'' (القرآن 2:76)

''اور وہی ہے جس نے بنائے تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل تم بہت ہی کم حق مانتے ہو۔'' (القرآن 78:23)

ان تمام تر آیات میں سننے کی حس کا تذکرہ دیکھنے کی حس سے پہلے فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا قرآن پاک کے بیانات آج کل کی جدید دریافت کے ساتھ مکمل طور پر ہم آہنگ ہیں۔

(12) جنرل سائنس

فنگر پرنٹ (انگلیوں کے نشانات)

"کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ اس کے پور ٹھیک بنا دیں۔"

(القرآن 75:3-4)

کافر یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ آدمی مر کر مٹی میں مٹی ہو جاتا ہے۔ اس کی ہڈیاں گل سڑ جاتی ہیں۔ روز قیامت اللہ تعالیٰ ان کو کیسے زندہ فرمائے گا۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"وہ نہ صرف ہماری ہڈیاں دوبارہ جوڑ سکتا ہے بلکہ ہماری انگلیوں کے پور تک ٹھیک بنانے پر قادر ہے۔"

قرآن پاک نے انگلیوں کے پور (فنگر پرنٹ) کی کیوں بات کی؟

1880ء میں فنگر پرنٹ کو شناخت کا ایک سائنسی طریقہ کار قرار دے دیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں سر فرانسس گولٹ نے تحقیق سرانجام دی تھی اور اس تحقیق کی روشنی میں فنگر پرنٹ کو شناخت کا ایک سائنسی طریقہ قرار دیا گیا تھا۔

دنیا بھر میں کوئی بھی دو اشخاص ایک جیسے فنگر پرنٹ (انگلیوں کے نشانات) کے حامل نہیں ہیں حتیٰ کہ جڑواں پیدا ہونے والے بچے بھی ایک جیسے فنگر پرنٹ کے حامل نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کی پولیس مجرموں کی شناخت کے لیے فنگر

پرنٹ سے استفادہ حاصل کرتی ہے۔

1400 برس بیشتر انسانی فنگر پرنٹ کی اس منفرد حیثیت سے کون واقف تھا؟ صاف ظاہر ہے کہ اس حقیقت سے ہمارے خالق کے سوا اور کون واقف ہو سکتا تھا...... ہمارا خالق بذات اس حقیقت سے آشنا تھا۔

جلد میں درد محسوس کرنے کی حس موجود ہے

پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ محسوس کرنے اور درد کی حس کا تعلق دماغ سے ہے۔ لیکن حالیہ دریافتوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جلد میں بھی درد محسوس کرنے کی حس محسوس ہے۔ اس حس کی عدم موجودگی میں کوئی بھی شخص درد محسوس نہیں کر سکتا...... درد کا احساس نہیں کر سکتا۔

ڈاکٹر جب کسی ایسے مریض کا معائنہ کرتا ہے جس کی جلد پر جلنے کے زخم پائے جاتے ہوں۔ وہ جلنے کے زخموں کی نوعیت کی جانچ کرنے کے لیے ایک سوئی استعمال کرتا ہے۔ وہ مریض کی جلد میں سوئی لگاتا ہے۔ اگر مریض درد محسوس کرے تو ڈاکٹر خوش ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے جلنے کے زخم زیادہ گہرے نہیں ہیں اور درد محسوس کرنے کی حس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ دوسری طرف اگر مریض سوئی لگنے پر درد محسوس نہ کرے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جلنے کے زخم گہرے ہیں اور درد کی حس کو نقصان پہنچ چکا ہے اور وہ تباہ و برباد ہو کر رہ گئی ہے۔

درج ذیل آیت مبارکہ میں قرآن پاک جلد میں درد محسوس کرنے کی حس کی وضاحت انتہائی خوبی کے ساتھ پیش کرتا ہے کہ:

> ''جنھوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم

ان کے سوا اور کھالیں انھیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں
بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔'' (القرآن 56:4)

پروفیسر تجاسن...... تھائی لینڈ کے یونیورسٹی چیانگ مائی کے شعبۂ علم تشریح الاعضاء کا چیئرمین...... اس نے جلد کی درد محسوس کرنے والی حس کے ضمن میں بہت زیادہ تحقیق سرانجام دی تھی۔ دراصل اسے اس بات پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ قرآن پاک نے اس سائنسی حقیقت کا انکشاف 1400 برس پہلے کر دیا تھا۔ مابعد اس نے قرآن پاک کی اس مخصوص آیت مبارکہ کے ترجمے کی تصدیق کی۔ پروفیسر تاجاسن قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کی سائنسی تصحیح سے اس قدر متاثر ہوا کہ 8 ویں سعودی میڈیکل کانفرنس...... جو کہ ریاض میں منعقد ہوئی تھی...... اس کانفرنس کا موضوع تھا:

''قرآن مبارک اور سنت مبارک میں سائنسی نشانات۔''

اس کانفرنس میں پروفیسر موصوف نے بڑے فخر کے ساتھ یہ اقرار کیا کہ:

''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔''

(13) خلاصہ

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ قرآن پاک میں درج سائنسی حقائق سائنس سے مطابقت رکھتے ہیں بلکہ سائنسی حقائق قرآن پاک سے مطابقت رکھتے ہیں کیونکہ قرآن پاک کو سائنس کی کسوٹی پر نہیں پرکھا جا سکتا۔ ہاں البتہ سائنس کو قرآن پاک کی کسوٹی پر پرکھا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی سائنسی نظریہ قرآن پاک کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے تو وہ عین درست ہے۔ اگر وہ قرآن پاک کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا تو اس کی درستگی شک وشبہے سے بالاتر نہیں ہے۔

تاہم قرآن پاک کی آیات مبارکہ کی سائنسی درستگی قرآن پاک کے کھلے چیلنج کی تصدیق کرتی ہیں:

"ابھی ہم انھیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ کھل جائے گا کہ بے شک وہ حق ہے کیا تمھارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں۔"

(القرآن 53:41)

اس آیت مبارکہ میں قرآن پاک تمام بنی نوع انسانوں کو یہ دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کائنات کی تخلیق پر غور کریں:

"بے شک آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے۔"

(القرآن 190:3)

- قرآن پاک کے سائنسی حقائق...... سائنسی شہادتیں اس امر کا پختہ اور ناقابل تردید ثبوت ہیں کہ قرآن پاک کلام الٰہی ہے...... کوئی بھی انسان آج سے 1400 برس پہلے ایسی کتاب تحریر نہیں کر سکتا تھا جو اس قدر قابل فخر سائنسی حقائق کی حامل ہو۔
- تاہم قرآن پاک سائنس کی ایک کتاب نہیں ہے بلکہ ''آیات'' پر مبنی ایک کتاب ہے۔ قرآن پاک کی یہ آیات بنی نوع انسان کو یہ دعوت دیتی ہیں وہ روئے زمین پر اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھے اور فطرت کے ساتھ ہم آہنگی اختیار کرے۔ قرآن پاک حقیقت میں کلام الٰہی ہے...... اللہ، جو اس کائنات کا خالق، مالک اور رازق ہے...... قرآن پاک خدا کی وحدانیت کا وہی پیغام پیش کرتا ہے جو پیغام تمام پیغمبران خدا نے پیش کیا...... حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک...... تمام پیغمبران خدا نے خدا کی وحدانیت کا پیغام پیش کیا۔
- قرآن پاک اور جدید سائنس کے موضوع پر بڑی بڑی اور موٹی موٹی کتب تحریر کی جا چکی ہیں اور اس میدان میں مزید تحقیق جاری ہے۔ انشاء اللہ یہ تحقیق اس امر میں انسانیت کی معاون ثابت ہوگی کہ وہ کلام الٰہی کے قریب ترین آ جائے۔ زیر نظر کتاب میں محض چند ایک سائنسی حقائق پیش کیے گئے ہیں جو قرآن پاک میں درج ہیں...... میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں نے اس موضوع کے ساتھ حقیقی انصاف کیا ہے۔

پروفیسر تجاسن نے قرآن پاک کی محض ایک آیت مبارکہ میں بیان کردہ سائنسی حقیقت کی روشنی میں اسلام قبول کر لیا۔ کچھ لوگوں کو ایسی دس آیات کی ضرورت درپیش ہوگی جبکہ کچھ لوگوں کو ایسی ایک سو آیات کی ضرورت

پیش ہوگی تا کہ وہ اس امر پر قائل ہو سکیں کہ قرآن پاک کلام الٰہی ہے اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوں جو ایسی ایک ہزار آیات کا مشاہدہ اور مطالعہ کرنے کے بعد بھی حقیقت کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوں گے۔ قرآن پاک درج ذیل آیت مبارکہ میں ایسے لوگوں کی مذمت سرانجام دیتا ہے:

''بہرے، گونگے، اندھے تو وہ پھر آنے والے نہیں۔''

- قرآن پاک ایک مکمل ضابطہ حیات ہے...... یہ نہ صرف فرد واحد کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے بلکہ معاشرے کے لیے بھی ایک مکمل ضابطہ حیات ہے...... الحمد للہ (سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں)...... قرآنی طرز حیات ان ازم جات سے کہیں بہتر اور برتر ہے جو ازم جات بنی نوع انسان نے اپنی جاہلیت کی بنا پر ایجاد کر رکھے ہیں۔ ہمارے خالق سے بہتر اور برتر ہماری رہنمائی کون سرانجام دے سکتا ہے؟
- میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت بخشے۔ میں اس کی رحمت اور رہنمائی کے لیے دعا گو ہوں۔

(حصّہ دوم)

قرآن پاک اور بائیبل سائنس کی روشنی میں

(ایک مناظرہ)

ڈاکٹر ذاکر نائک
ڈاکٹر ولیم کیمپبل

ترجمہ: محمد زاہد ملک

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے)

ڈاکٹر ولیم کیمپبل ...... ڈاکٹر ذاکر نائیک...... ڈاکٹر مزاکس...... ڈاکٹر جمال بداوی...... ڈاکٹر سیموئیل نومان اور ڈاکٹر سام شمعون...... معزز مہمان گرامی...... خواتین وحضرات......

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں)

انتظامیہ کی جانب سے...... شمالی امریکہ کا اسلامی حلقہ...... میں سید سبیل احمد آپ سب کو اس مثالی اور غیر معمولی تقریب میں خوش آمدید کہتا ہوں...... آج جس موضوع پر مناظرہ سرانجام دیا جا رہا ہے وہ موضوع ہے کہ:

"قرآن پاک اور بائبل سائنس کی روشنی میں"

ڈاکٹر کیمپبل ...... ڈاکٹر ذاکر نائیک...... شمالی امریکہ کا اسلامک حلقہ...... کی جانب سے میں آپ کو یہ یقین دہانی کروانا چاہوں گا کہ یہ مناظرہ دوستانہ جذبے کے تحت اور ایک دوسرے کا نقطہ نظر جاننے کی خاطر سرانجام دیا جائے گا۔

اب میں شمالی امریکہ کے اسلامی حلقے (اسلامک سرکل آف نارتھ امریکہ (آئی سی این اے) کا مختصر تعارف پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہوں گا......

اس حلقے کا بڑا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ احساس دلایا جائے کہ وہ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے اپنے فرائض اور ذمہ داریاں بخوبی سرانجام دیں...... یہ حلقہ تعلیم

وتربیت کے مواقع فراہم کرتا ہے...... اسلامی علوم میں اضافے کے لیے کوشاں ہے اور لوگوں کے کردار کو بلند کرنے کی کوشش میں بھی مصروف ہے...... یہ حلقہ معاشرے سے ظلم وستم، ناانصافی...... غیر اخلاقی حرکات اور ہر قسم کی برائیوں کو ختم کرنے کے لیے بھی روبہ عمل ہے...... یہ حلقہ سماجی، معاشی اور معاشرتی انصاف کا حامی ہے...... اس کے علاوہ یہ شہری آزادی پر بھی یقین رکھتا ہے...... انسانیت کے اتحاد کے لیے سرگرم عمل ہے اور ضرورت مندوں کی ضرورت کی تکمیل اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں آباد کیوں نہ ہوں۔

آج کے مثالی مباحثے کے لیے دو ماڈریٹرز (Moderators) ہیں...... ڈاکٹر محمد نائک...... ڈاکٹر ذاکر نائک کی نمائندگی کر رہے ہیں...... اور ڈاکٹر سیموئیل نومان ڈاکٹر ولیم کیمپبل کی نمائندگی کر رہے ہیں اور میرا فرض یہ ہے کہ میں اس اجلاس کو نہ صرف منصفانہ بناؤں بلکہ اس کو مناسب اور بہتر طور پر جاری رکھنے میں بھی معاونت سرانجام دوں...... لہٰذا میں اپنے مقررین اور اپنے سامعین سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ اس تقریب کے وقار کو بحال رکھنے میں ہماری معاونت فرمائیں اور ڈاکٹر سیموئیل نومان سے درخواست کروں گا کہ وہ ڈاکٹر ولیم کیمپبل کو متعارف کروائیں...... اسلام علیکم۔

(سیموئیل نومان)

شکریہ بھائی سبیل احمد...... آج شام آپ کی رفاقت میں گزارتے ہوئے مجھے انتہائی خوشی محسوس ہو رہی ہے...... سب سے پہلے میں اپنی جانب سے اور عیسائیت کے پس منظر کے حامل اپنے عیسائی بہنوں اور بھائیوں کی جانب سے شمالی امریکہ کے اسلامی حلقے کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا...... اور اس کے علاوہ مقامی بھائیوں کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جن کے تعاون سے آج کی مثالی تقریب منعقد کرنے کا

اہتمام کیا گیا ہے...... انھوں نے ایک عظیم کام سرانجام دیا ہے...... انھوں نے ایک بہت بڑا معرکہ سرانجام دیا ہے...... انھوں نے سخت محنت کی ہے...... اور تب کہیں جا کر وہ لمحہ میسر آیا ہے جس لمحے ہم سب یہاں مل بیٹھے ہیں...... ڈاکٹر کیمپبل نے اپنی طبی خدمات ''کیس ویسٹرن ریسرچ یونیورسٹی'' کلیولینڈ (Cleveland) میں سرانجام دے رکھی ہیں...... انھوں نے بیس برس تک مراکش میں خدمات سرانجام دی ہیں جہاں پر انھوں نے عربی زبان سیکھی تھی۔ انھوں ایک کتاب بھی تحریر کی ہے جس میں انھوں نے ڈاکٹر مورائس بوکائے کو جواب پیش کیا ہے...... وہ ایک عیسائی ہیں جو انجیل کی وضاحت کرنا پسند کرتے ہیں یا بائیبل کی وضاحت کرنا پسند کرتے ہیں...... وہ اس وضاحت کو ہر فرد کے سامنے پیش کرنا پسند کرتے ہیں...... ڈاکٹر کیمپبل کی عمر اس وقت 74 برس ہے اور ان کے دس پوتے، پوتیاں ہیں...... ہم تہہ دل سے ان کے شکر گزار ہیں اور آج شام آپ کے ساتھ گزارتے ہوئے ہمیں دلی مسرت محسوس ہو رہی ہے...... شکریہ

(ڈاکٹر محمد)

اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن کی جانب سے...... میں ڈاکٹر محمد نائیک...... مجھے ازحد خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ میں آپ احباب کے درمیان موجود ہوں...... اس تقریب میں شمولیت ایک بہت بڑا اعزاز ہے کیونکہ یہ ایک مثالی تقریب ہے...... اور ہمارے لیے یہ بھی ایک بہت بڑے اعزاز کی بات ہے کہ ہمارے ساتھ ڈاکٹر ولیم کیمپبل...... ڈاکٹر جمال بداوی...... ڈاکٹر مزاکس جیسے مفکرین کے علاوہ دیگر بھائی مثلاً سیموئیل نومان بھی ہمارے ساتھ موجود ہیں۔

میں بھائی سیموئیل اور اپنی جانب سے اس تقریب کے خدوخال پر کچھ روشنی ڈالوں گا...... یہ فیصلہ طے پایا ہے کہ ڈاکٹر ولیم کیمپبل آج کے موضوع پر پہلے خطاب

پیش کریں گے۔ ان کے خطاب کے لیے 55 منٹ کا دورانیہ مخصوص ہے...... آج کا موضوع ہے کہ:

''قرآن اور بائیبل سائنس کی روشنی میں''

دوسرے مقرر کے طور پر ڈاکٹر ذاکر نائک اسی موضوع پر ڈاکٹر ولیم کیمپبل کے خطاب کے بعد اپنا خطاب پیش کریں گے۔ ان کے خطاب کے لیے بھی 55 منٹ کا دورانیہ مخصوص ہے...... اس کے بعد خطاب کے جواب کا اجلاس شروع ہوگا۔ اس اجلاس میں ڈاکٹر کیمپبل...... ڈاکٹر ذاکر کے پیش کردہ مواد کا جواب پیش کریں گے۔ اس جواب کا دورانیہ 25 منٹ پر محیط ہوگا...... اس کے بعد ڈاکٹر ذاکر نائک...... ڈاکٹر کیمپبل کے پیش کردہ مواد کا جواب پیش کریں گے...... ان کا جواب بھی 25 منٹ کے دورانیے پر محیط ہوگا۔

آخر میں سوال جواب کا عام اجلاس ہوگا۔ اس اجلاس میں سامعین کرام باری باری کسی بھی مقرر سے سوال پوچھ سکتے ہیں...... یہ سوال مائک کی وساطت سے پوچھے جا سکتے ہیں جو اس ہال میں مہیا کیے گئے ہیں...... مائک کی وساطت سے پوچھے گئے سوالات کے اختتام پر ہم تحریری سوالات کے جوابات دیں گے۔

خواتین و حضرات...... آج آپ کے مقرر...... ڈاکٹر ولیم کیمپبل

(ڈاکٹر ولیم کیمپبل)

ڈاکٹر نائک کے لیے نیک جذبات...... ڈاکٹر سبیل احمد کے لیے نیک جذبات...... ڈاکٹر محمد نائک کے لیے نیک جذبات...... انتظامی کمیٹی کے ارکان کے لیے نیک جذبات...... ان سب کے لیے نیک جذبات کا اظہار...... اور تمام سامعین کرام کے لیے نیک جذبات کا اظہار۔

میں اپنے خیالات کا اظہار ''الفاظ'' (کلام) کے بارے میں بولنے سے

شروع کروں گا...... آج شام ہم کلام بائیبل اور کلام الٰہی پر گفتگو سرانجام دے رہے ہیں...... آج کل کے جدید ماہر زبان ہمیں بتاتے ہیں کہ......

''ایک لفظ...... یا...... ایک جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بولنے والا اس سے مطلب رکھتا ہے یا مراد لیتا ہے...... اور اس کو سننے والا شخص یا لوگوں کا ہجوم جو کچھ اس سے مطلب رکھتا ہے یا مراد لیتا ہے۔''

قرآن پاک کے ضمن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کو سننے والے جو کچھ اس سے مراد لیتے تھے...... بائیبل کے ضمن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت یسوع مسیح علیہ السلام (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) یا ان کو سننے والے جو کچھ اس سے مراد لیتے تھے۔

قرآن پاک کے لحاظ سے پہلی صدی کا آغاز ہجرت سے ہوتا ہے جبکہ انجیل کے لحاظ سے پہلی صدی کا آغاز بعد از مسیح ہوتا ہے...... اگر ہم حقائق کی پیروی چاہتے ہیں تب ہمیں نئے معانی ایجاد نہیں کرنے چاہئیں...... اگر ہم حقائق کی تلاش میں ہیں...... سچائی کی تلاش میں ہیں تب ہمیں جھوٹ کا سہارا لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

میں ایک مثال کے ذریعے آپ پر یہ واضح کرنے کی کوشش کروں گا کہ میں کس بارے میں بات کر رہا ہوں۔

تصویر کا ایک رخ ہمارے سامنے ہے...... یہ دو ڈکشنریوں کے بارے میں بیان ہے...... یہ دونوں ڈکشنریاں میرے گھر میں موجود ہیں...... ایک ڈکشنری 1951ء تا 1991ء ہے...... ان دونوں ڈکشنریوں میں پگ (Pig) یعنی سور کے پہلے معانی......''ایک نوجوان سور خواہ اس کی جنس کچھ ہی کیوں نہ ہو'' کے ہیں...... دونوں

میں ایک ہی طرح کے معانی درج ہیں۔ اس کے دوسرے معانی ہیں کہ:

''جنگلی یا گھریلو سور۔''

یہ معانی بھی دونوں ڈکشنریوں میں ایک جیسے ہی ہیں۔

تیسرے معانی ہیں کہ:

''سور کا گوشت۔''

یہ معانی بھی دونوں ڈکشنریوں میں ایک جیسے ہی ہیں۔

چوتھے معانی ہیں کہ:

''کوئی شخص یا جانور جس کی عادات سور جیسی ہوں۔''

یہ معانی بھی دونوں ڈکشنریوں میں ایک جیسے ہی ہیں۔

پانچویں معانی یہ ہیں کہ:

''ایک شخص جو پیٹو ہے۔''

یہ معانی بھی دونوں ڈکشنریوں میں ایک جیسے ہی ہیں۔

لیکن اس کے بعد ایک نئے معانی سے آشنائی حاصل ہوتی ہے...... ایک پولیس آفیسر...... ہم پولیس افسران کو پگ (Pigs) کہتے ہیں...... یہاں تک تو درست ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ:

''تورات میں میں کہا گیا ہے کہ آپ سور (Pigs) نہیں کھا سکتے...... سور کا گوشت نہیں کھا سکتے۔''

یا

میں یہ کہہ دیتا ہوں کہ:

''ہاں...... اس کا مطلب ہے پولیس افسران آپ پولیس افسران کو نہیں کھا سکتے...... بے شک نہیں کھا سکتے۔''

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"آپ سور نہیں کھا سکتے...... آپ سور کا گوشت نہیں کھا سکتے۔"

کیا میں اس کا یہ ترجمہ کر سکتا ہوں کہ:

"پولیس افسران کو مت کھائیں؟"

نہیں...... یہ غلط ہے...... یہ حماقت ہے...... یہ سراسر جھوٹ ہے...... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مطلب نہ تھا کہ:

"پولیس افسران۔"

ہمیں نئے معانی ایجاد نہیں کرنے چاہئیں...... ہمیں وہی معانی استعمال کرنے چاہئیں...... وہی معانی زیر نظر رکھنے چاہئیں جو کہ بائیبل یا انجیل کے لیے پہلی صدی بعد از مسیح اور قرآن پاک کے لیے پہلی صدی ہجرت کے وقت رائج تھے۔

آیئے اب دیکھیں کہ قرآن "جنین" کے بارے میں کیا فرماتا ہے...... یہ کہا جاتا ہے کہ جنین کی مرحلہ وار نشوونما کا نظریہ ایک جدید نظریہ ہے...... اور قرآن اس جدید نظریہ کو بیان فرما رہا ہے۔ ڈاکٹر کیتھ مور نے اپنے کتابچے بہ عنوان:

"انسانی جنین کی جھلکیاں۔"

میں رقم طراز ہے کہ:

"15 ویں صدی تک اس امر کا انکشاف نہیں ہوا تھا کہ رحم مادر میں انسانی جنین مرحلہ وار پرورش پاتا ہے۔"

قرآن پاک نے اس سلسلے میں جو عربی الفاظ استعمال کیے ہیں ان کے معانی سے آشنائی حاصل کرتے ہوئے ہم اس ضمن میں قرآن پاک کے فرمان مبارک کو سمجھ سکتے ہیں۔

ہم قرآن پاک کے بڑے الفاظ کو زیر غور رکھتے ہوئے آغاز کرتے ہیں۔

قرآن پاک نے لفظ "عَلَقَةً" استعمال کیا ہے۔ یہ لفظ قرآن پاک میں چھ مرتبہ استعمال ہوا ہے......سورۃ قیامہ......سورۃ نمبر 75......آیات نمبر 35 تا 39:

"کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس منی کا کہ گرائی جائے پھر خون کی پھٹک (عَلَقَةً) ہوتو اس نے پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا تو اس سے دو جوڑ بنائے مرد اور عورت۔"

سورۃ مومن......سورۃ نمبر 40......آیت نمبر 67:

"وہی ہے جس نے تمھیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک (عَلَقَةٌ) سے۔"

سورۃ حج......سورۃ نمبر 22......آیت نمبر 5:

"اے لوگو اگر تمھیں قیامت کے دن جینے میں کچھ شک ہو تو یہ غور کرو کہ ہم نے تمھیں پیدا کیا مٹی سے۔ پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک (عَلَقَةً) سے۔ پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور بے بنی۔"

سورۃ مومنون......سورۃ نمبر 23......آیات نمبر 12 تا 14:

"اور بے شک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔ پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں۔ پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو پھٹک (عَلَقَةً) کیا۔ پھر خون کی پھٹک (عَلَقَةً) کو گوشت کی بوٹی کی (مُضْغَةً) پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں (عِظٰمًا) پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا۔ پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی۔"

قرآن پاک کے مطابق یہ مراحل درج ذیل ہیں:

❁ نطفہ...... مادہ تولید (منی)

- عَلَقَةٌ......خون کی پھٹک
- مُضْغَةٌ......گوشت کی بوٹی
- عِظٰمًا...... ہڈیاں

اور پانچواں مرحلہ ہے ہڈیوں پر گوشت پہنانا۔

گذشتہ ایک صدی سے زائد عرصے سے لفظ "عَلَقَةٌ" کو مختلف معانی پہنائے جاتے رہے ہیں...... اس لفظ کے دس تراجم پیش کیے گئے ہیں...... میں ان تمام تراجم کو پیش کرنے کی زحمت نہیں کر رہا...... تین تراجم فرانسیسی زبان میں ہیں...... یعنی "منجمد خون"......"جما ہوا خون۔"

انگریزی زبان اس کا ترجمہ ہے......"جما ہوا خون یا ایک جونک (خون چوسنے والی) جمے ہوئے خون کی طرز پر" ہر ایک قاری جس نے انسانی پیدائش کے عمل کے بارے میں پڑھ رکھا ہو وہ یہ محسوس کرے گا کہ جنین کی بناوٹ کے دوران بطور "منجمد یا جما ہوا خون" کوئی مرحلہ نہیں ہوتا...... لہٰذا یہ ایک بہت بڑا سائنسی مسئلہ ہے...... ڈکشنری میں یہ لفظ موجود ہے اور لفظ "عَلَقَةٌ" کے معانی ایک مؤنث واحد کے طور پر دیے گئے ہیں...... وہ معانی ہیں "جما ہوا خون" یا جونک (خون چوسنے والی) اور جنوبی افریقہ میں ابھی تک یہ دونوں معانی رائج ہیں۔

بہت سے مریض میرے پاس آتے ہیں اور میں ان کے گلے سے منجمد خون (Clot) رفع کر دوں...... اور بہت سی خواتین میرے پاس آتی ہیں اور مجھے بتاتی ہیں کہ انھیں حیض نہیں آ رہا۔ جب میں انھیں یہ کہتا ہوں کہ:

"مجھے افسوس ہے میں آپ کو دوا نہیں دے سکتا کیونکہ میرا خیال ہے کہ آپ حاملہ ہیں۔"

تو وہ کہتی ہیں کہ:

''"مزالتم" (Mazaaltom)...... یہ ابھی خون تک خون ہی ہے۔"

آخر میں ہمیں ان آیات کو زیر غور رکھنا ہوگا جو مکہ شریف میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سب سے پہلے نازل ہوئی تھیں۔

یہ آیات سورۃ علق ......سورۃ نمبر 96 کی آیات نمبر 1 اور 2 ہیں۔

اس سورۃ کا نام ہی سورۃ "علق"...... یعنی "خون کی پھٹک" ہے۔ اس کی متذکرہ آیات میں فرمایا گیا ہے کہ:

"پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک (عَلَقٍo) سے بنایا۔"

لیکن مترجم نے اس آیت میں بھی اس لفظ کا ترجمہ بھی "جما ہوا خون" ہی کیا ہے۔

"فرانسیسی ڈاکٹر مورائس بوکائے رقم طراز ہے:

"سب سے بڑی مسئلہ فرہنگ یعنی الفاظ (Vocabulary) کا ہے۔"

چونکہ مترجمین کی کثیر تعداد نے اس آیت میں بھی اس لفظ "علق" کا ترجمہ "جما ہوا خون" ہی کیا ہے لہٰذا یہ بیان اُن سائنس دانوں کے لیے قابل قبول نہیں جو اس میدان میں مہارت رکھتے ہیں۔ اس عمل درآمد سے اس اہمیّت کی نشاندہی ہوتی ہے جو اس امر کے لیے ضروری ہے کہ ایک زبان دان اور سائنس دانوں کے درمیان اشتراک عمل ہونا چاہیے۔

یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر موارئس بوکائے کہتا ہے کہ:

"کسی نے بھی قرآن پاک کا ترجمہ درستگی کے ساتھ نہیں کیا۔"

ڈاکٹر موارئس بوکائے کے خیال میں اس لفظ کا کیا ترجمہ پیش کیا جانا چاہیے تھا؟

اس کا خیال ہے کہ:

> ''اس لفظ ''علق'' کا ترجمہ ''جمے ہوئے خون'' یا ''خون کی پھٹک'' کی بجائے یہ کیا جانا چاہیے تھا کہ ''کوئی چیز جو چمٹ جاتی ہے...... چپک جاتی'' ہے۔ جو اس امر کی نشاندہی کرتی کہ جنین رحم مادر کے ساتھ چپک جاتا ہے...... چمٹ جاتا ہے۔''

لیکن عورت جب حاملہ ہوتی ہے تو جو چیز اس کے رحم میں چمٹی ہوتی ہے......چپکی ہوتی ہے وہ اپنی اس صورت حال سے دست بردار ہو کر چبائے ہوئے گوشت کی شکل اختیار نہیں کرتی بلکہ وہ بدستور وہی چیز رہتی ہے جو چمٹی ہوتی ہے...... چپکی ہوتی ہے اور ساڑھے آٹھ ماہ تک اسی صورت حال کا شکار رہتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہ آیت بتاتی ہے کہ:

> ''گوشت کی بوٹی پھر ہڈیاں بنتی ہیں اور پھر ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا جاتا ہے۔''

اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ:

> ''پہلے انسانی ڈھانچہ تشکیل پاتا ہے اور مابعد اس کو گوشت پہنایا جاتا ہے۔''

اور ڈاکٹر مورائس بیوکیلی بہت اچھی طرح جانتا ہے کہ:

> ''یہ حقیقت نہیں ہے کیونکہ گوشت اور ہڈیاں بیک وقت تشکیل پانا شروع ہوتی ہیں۔''

اور 8 ہفتوں کے بعد جنین کا گوشت حرکت کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

آٹھ ہفتوں بعد گوشت کچھ حرکت کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر کیتھ مور جنین کی ہڈیوں اور گوشت کی نشوونما کے بارے میں انکشاف

اپنی کتاب ''انسانی نشوونما'' میں کرتا ہے...... اس کتاب کے باب نمبر 15 اور 17 کا خلاصہ کچھ یوں بیان کرتا ہے کہ:

''جنین کا ڈھانچہ بننا شروع ہوتا۔ سینے کا گوشت نشوونما پانا شروع ہو جاتا ہے اور کرکری ہڈی کے اردگرد گوشت کی تہہ بننا شروع ہو جاتی ہے...... ہڈیاں بننی شروع ہو جاتی ہیں لیکن یہ ہنوز کرکری ہڈیاں ہوتی ہیں...... مکمل ہڈیوں کی صورت اختیار نہیں کی گئی ہوتی۔''

ڈاکٹر مور اور ڈاکٹر سالڈر دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ:

''ایسا کچھ نہیں ہے کہ پہلے جنین کی ہڈیاں تشکیل پائیں اور مابعد ان کو گوشت پہنایا جائے (جیسا کہ قرآن پاک فرماتا ہے) بلکہ ہڈیوں کے نشوونما پانے سے کئی ہفتے پہلے گوشت موجود ہوتا ہے بجائے اس کے کہ ہڈیاں پہلے ہی سے موجود ہوں اور مابعد انھیں گوشت پہنایا جائے جیسا کہ قرآن پاک فرماتا ہے۔''

قرآن پاک اس موقع پر غلط فرما رہا ہے (نقل کفر، کفر نہ باشد)...... یہ مسئلہ ابھی حل طلب ہے اور اپنے حل سے کافی دور واقع ہوا ہے۔

میرے پاس یہ ایک اور سلائیڈ موجود ہے...... یہ ہے...... یہ ہے کرکری ہڈی...... اگرچہ یہ ہڈی کی طرح ہے لیکن یہ کرکری ہڈی کے موافق نظر آتی ہے اور اس کے بعد اس کے گرد کچھ کیلشیم اکٹھی ہوتی ہے اور مابعد یہ چونا بننا شروع ہوتی ہے اور مکمل ہڈی تشکیل پا جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سینے کا گوشت بھی نشوونما پانا شروع ہو جاتا ہے...... لہٰذا یہ گوشت دکھائی دے رہا ہے جو کرکری ہڈی کے گرد نشوونما پا رہا ہے۔

ڈاکٹر مور کے ساتھ ایک ذاتی گفتگو کے دوران میں مجھے اس نے ڈاکٹر سالڈر

کے بیان کے بارے میں بھی بتایا اور اس نے اس رائے کا اظہار کیا کہ ڈاکٹر سالڈر کا خیال درست ہے۔

(خلاصہ)

> ''ڈاکٹر سالڈر اور ڈاکٹر مور اس امر پر متفق ہیں کہ ایسا ممکن نہیں ہے کہ ہڈیاں پہلے نشوونما پاتی ہیں اور مابعد ان کو گوشت پہنایا جاتا ہے بلکہ گوشت پہلے موجود ہوتا ہے اور یہ ہڈیوں کے تشکیل پانے کے عمل سے کئی ہفتے بیشتر موجود ہوتا ہے بجائے اس کے کہ یہ پہلے سے تشکیل پانے والی ہڈیوں کو پہنایا جائے جیسا کہ قرآن پاک فرماتا ہے۔''

لہٰذا قرآن پاک اس سلسلے میں غلط فرما رہا ہے (نعوذ باللہ)...... یہ مسئلہ حل ہونے سے کوسوں دور ہے۔

آیئے ہم ''علق'' کی طرف واپس آئیں۔ ڈاکٹر مور ایک اور تجویز پیش کرتا ہے کہ:

> ''قرآن پاک کی ایک اور آیت ''جونک کی طرح کی بناوٹ''...... اور ''چبائے ہوئے گوشت جیسی بناوٹ'' بیان کرتی ہے۔''

ڈاکٹر مور مقصد کو حل کرنے کی مزید کوشش سرانجام دیتا ہے۔

> ''سلائیڈ میں ایک 23 دن کا جنین دکھایا گیا ہے یہ 3 ملی میٹر لمبا ہے...... یعنی ایک انچ کا آٹھواں حصہ...... میں بمشکل اپنی انگلی اس مقام پر رکھ سکتا ہوں...... ڈاکٹر مور کی کتاب کی جلد کی اندرونی جانب یہ مرحلہ نمبر 10 بتایا گیا ہے...... یہ آغاز ہے اور یہاں پہ مادہ تولیدیہ انساء میں داخل ہو رہا ہے...... لہٰذا یہ

مرحلہ نمبر 1 ہے۔ دوسرے ہفتے میں مرحلہ نمبر 6 آن پہنچتا ہے
اور یہ تیسرا ہفتہ ہے اور یہ مرحلہ نمبر 10 ہے اور جنین 23 دن کا
حامل ہے اور یہی وہ کچھ ہے جو کچھ ڈاکٹر مور کہنا چاہتا ہے.....
بیان کرنا چاہتا ہے..... یہ ''جونک کی طرح دکھائی دیتا ہے.....
اگر ہم مزید دیکھ سکیں اور ایکس رے کی جانب دیکھیں..... جنین
محض 23 دن کا حامل ہے اور ریڑھ کی ہڈی ہنوز کھلی ہے اور اگر
ہم 23 دنوں کو دیکھیں ریڑھ کی ہڈی کھلی ہے اور یہ یہاں پر کھلی
ہے اور سر بھی کھلا ہے..... یہ کسی بھی طرح ایک جونک کی موافق
دکھائی نہیں دیتا..... اور اگر آپ اس تصور کو دیکھتے چلے
جائیں..... سر کھلا ہے..... اور پھر یہ تصویر 20 دن کا حامل جنین
دکھاتی ہے..... یہ بھی ایک جونک کی موافق دکھائی نہیں دیتا۔''

مسئلہ..... بڑا مسئلہ لفظ ''علق'' کی دونوں تعریفوں کے ضمن میں یہ ہے کہ تصدیق کرنے والی کوئی مثال پیش نہیں کی گئی..... عربی استعمال کے حوالے سے..... صدیوں سے کسی لفظ کے معانی قائم کرنے کے لیے یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ یہ معانی اس لفظ کے استعمال کے حوالے سے ہوتے ہیں۔ یہ معلوم کرنے کی غرض سے کہ:

''کیا لفظ ''علق'' کا مطلب 3 ملی میٹر جنین ہے یا اس کا لفظ کا
مطلب یہ ہے کہ وہ چیز جو چپک جاتی ہے..... چمٹ جاتی ہے۔''

اس کی وضاحت درکار ہوگی..... اس مقصد کے لیے یہ دریافت کرنا ہوگا کہ استعمال کے حوالے سے یہ لفظ کس معانی میں استعمال ہوتا ہے..... مکہ اور مدینہ کے عرب اس لفظ کو کس معانی میں استعمال کرتے ہیں بالخصوص قریش کی زبان میں یہ لفظ کس معانی میں استعمال ہوتا ہے..... یہ ایک آسان کام نہ ہوگا کیونکہ بہت سا کام

قریش کی واضح عربی کے تحت سرانجام دیا گیا ہے۔ اولین دور کے مسلمان اپنے وجدان سے ہی قرآن پاک کے معانی سمجھ لیتے تھے...... اور یہی وجہ تھی کہ انھوں نے اپنی زبان اور شاعری کا جامع مطالعہ سرانجام دیا تھا۔ اس لیے ابوبکر سابق ریکٹر ''دی مین ماسک ان ''پرس'' نے 1985ء میں ایک کانفرنس کے دوران یہ سوال اٹھایا تھا......

اس نے سامعین سے یہ سوال کیا تھا کہ:

''قرآن پاک کا ادراک...... قرآن پاک کی سمجھ بوجھ...... کا معیار کیا اب بھی وہی ہے جو معیار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں قائم تھا؟''

اور اس سوال کا جواب یہ تھا کہ:

''قدیم شاعری یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ معیار وہی ہے۔''

ہم محض اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ:

''قرآن پاک کی وہ آیات جو مسلمانوں کو خوش خبری دیتی ہیں اور ان کو امید دلاتی ہیں اگرچہ ان کو سمجھنے کا معیار وہی رہا ہے تو ان آیات میں پنہاں سائنسی فرمودات کا معیار بھی وہی تسلیم کیا جانا چاہیے تاوقتیکہ کوئی نئی شہادت سامنے نہ لائی جا سکے۔''

یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ:

''چونکہ قرآن پاک کی کچھ آیات یہ فرماتی ہیں کہ یہ ایک اشارہ ہے کہ یہ خبر/ اطلاع ایک اشارہ ہے۔''

جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ سورۃ مومن فرماتی ہے کہ:

''وہی ہے جس نے تمھیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے (عَلَقَةٌ) کہ شاید تم سمجھ پاؤ۔''

اور سورۃ حج فرماتی ہے کہ:

"اے لوگو اگر تمھیں قیامت کے دن جینے میں کچھ شک ہو تو یہ غور کرو......"

اس لیے یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ:

"اگر یہ مکہ اور مدینہ کے مردوں اور عورتوں کے لیے ایک واضح اشارہ تھا...... انھوں نے لفظ 'علق' کا مطلب اخذ کیا جس نے انھیں روز قیامت پر ایمان لانے میں رہنمائی سرانجام دی۔"

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ:

"ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور مبارک تک کی تاریخی صورت حال کا جائزہ لینا ہوگا۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے امتی جنین کے بارے میں کس نظریے کے حامل تھے۔"

ہم **Apocrities** سے آغاز کرتے ہیں۔ بہترین دستیاب شہادتوں کے مطابق وہ یونان کے جزیرہ کس **(Kuss)** میں پیدا ہوا تھا...... اس کی پیدائش 460 قبل مسیح میں ہوئی تھی۔ اس نے بھی جنین کے مراحل بیان کیے ہیں۔ اس کے یہ مراحل درج ذیل پر مبنی ہیں:

- مادہ تولید وہ مادہ ہے جو والدین کے تمام تر جسم سے آتا ہے۔
- کمزور مادہ کمزور حصوں سے آتا ہے اور طاقتور مادہ طاقتور حصوں سے آتا ہے۔
  اس کے بعد وہ ماں کے خون کے جماؤ کی بات کرتا ہے۔
- جنین کا نطفہ جھلی (پردے) میں رکا رہتا ہے (رحم مادر میں)
- اس کی افزائش اس کی ماں کے خون کی بدولت ہوتی ہے جو کہ رحم کی طرف

دوران خون کرتا ہے۔

❁ عورت جب حاملہ ہو جاتی ہے تو اس کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے۔

گوشت کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ:

''ماں کے خون کے جماؤ کی بدولت گوشت بننا شروع ہوتا ہے۔''

اور آخر میں ہڈیاں بنتی ہے۔

وہ بیان کرتا ہے کہ:

''جوں جوں گوشت کی افزائش بڑھنی شروع ہوتی ہے یہ جسم کے مختلف اعضاء کی شکل اختیار کرتا جاتا ہے اور یہ عمل سانس کی وساطت سے پروان چڑھتا ہے۔ ہڈیوں میں سختی آ جاتی ہے اور یہ اس طرح باہر نکل آتی ہیں جس طرح درختوں کی شاخیں نکلتی ہیں۔''

اس کے بعد ہم ارسطو کو زیر غور لائیں گے۔

اپنی کتاب ''جانوروں کی نسل''...... جو غالباً 350 قبل مسیح تحریر کی گئی تھی وہ جنین کے مراحل بیان کرتا ہے۔ پہلے وہ مادہ تولید کا ذکر کرتا ہے اور حیض کے خون کا ذکر کرتا ہے۔ اس حصے میں ارسطو مرد کے مادہ تولید کو موضوع بناتے ہوئے اسے اس کی خالص حالت میں مدنظر رکھتا ہے۔ اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ عورت مرد کے مادہ تولید میں اپنی جانب سے جو کچھ شامل کرتی ہے مرد کے مادہ تولید کے لیے وہی مواد ہوتا ہے جس پر اس نے اپنی کارگزاری سرانجام دینی ہوتی ہے۔ باالفاظ دیگر منی حیض کے خون کو منجمد کر دیتی ہے۔

اس کے بعد وہ گوشت کی جانب آتا ہے اور کہتا ہے کہ گوشت خالص ترین مواد سے بنتا ہے اور باقی بچے کھچے مواد کی ہڈیاں بنتی ہیں اور گوشت ہڈیوں پر چڑھ

جاتا ہے۔

قرآن بھی یہی کچھ فرماتا ہے کہ مادہ تولید حیض کے خون میں منجمد ہو کر گوشت بناتا ہے...... اس کے بعد ہڈیاں بنتی ہیں...... پھر ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا جاتا ہے۔

اب ہم ہندوستانی طب کو زیر غور لائیں گے۔

123 بعد از مسیح میں شراکا (Sharaka) کی رائے یہ تھی کہ:

''نطفہ میں مرد اور عورت دونوں حصّہ دار ہوتے ہیں۔ مرد کی رطوبت سکرا (Sukra) کہلاتی ہے یعنی مادہ تولید...... منی اور عورت کی رطوبت آرٹاوا (Artava) کہلاتی ہے...... اور یہ جسم سے اخذ کی جاتی ہے خوراک کے ذریعے سے...... خون کے ذریعے سے۔''

یہاں بھی ہمارے علم میں یہ بات آتی ہے کہ:

''ہندوستان کے طب کے میدان میں وابستہ لوگ بھی اس نقطۂ نظر کے حامل تھے کہ بچہ منی اور خون سے بنتا ہے۔''

اب ہم گالن (Galen) کو زیر غور لاتے ہیں۔

گالن 131 بعد از مسیح برگامم میں پیدا ہوا تھا۔ جدید برگامم (Bergamum) ترکی میں واقع ہے۔

گالن کہتا ہے کہ:

''منی...... وہ عنصر جس سے جنین کی بنیاد پڑتی ہے وہ محض حیض کا خون نہیں ہوتا...... جیسا کہ ارسطو بیان کرتا ہے...... بلکہ حیض کا خون اور دو عدد منی اس کی بنیاد بنتی ہیں۔''

یہاں پر قرآن پاک گالن سے اتفاق کرتا ہے جب یہ سورۃ 2:76 میں فرماتا ہے کہ:

"بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے۔"

اب ہم گالن کے مرحلوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

گالن بھی یہی درس دیتا ہے جنین مرحلہ وار پرورش پاتا ہے۔

پہلا مرحلہ جس میں یہ منی کی شکل میں موجود ہوتا ہے۔ اگلا مرحلہ وہ جب یہ خون سے بھرپور ہوتا ہے...... اور دل، دماغ اور جگر ہنوز اپنی شکل اختیار نہیں کیے ہوتے۔ یہ وہ دورانیہ ہے جبکہ یہ جنین کہلاتا ہے۔

قرآن پاک کی سورۃ 5:22 اس امر کی عکاسی کچھ یوں فرماتی ہے کہ:

"پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور بے بنی۔"

اور اب زمانہ حمل کا تیسرا دورانیہ آن پہنچتا ہے...... قدرت تمام تر ہڈیوں پر گوشت چڑھاتی ہے۔

قرآن پاک اس امر کے ساتھ متفق ہے۔ ہم نے دیکھا کہ سورۃ 14:23 میں اس امر کی عکاسی فرماتا ہے کہ:

"پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا۔"

چوتھا اور آخری دورانیہ وہ ہے جب جسم کے تمام حصوں کا فرق نمایاں ہو جاتا ہے۔

گالن طب کی دنیا میں اس قدر اہمیّت کا حامل تھا کہ 4 ہجری کے دوران الیگزینڈریا اور مصر کی طب کی دنیا کی چار معروف شخصیتوں نے یہ فیصلہ کیا کہ طب کا ایک اسکول کھولا جائے...... اور گالن کی علم طب کی 16 کتب کو تعلیم کی بنیاد بنایا جائے...... یہ اسکول 13 ویں صدی تک جاری رہا۔

اب ہمیں اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے کہ:

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور مبارک میں عرب کی سیاسی، معاشی اور طبی صورت حال کیا تھی؟''

ہجرا مونٹ (Hajramount) یمن سے تجارتی قافلے مکہ اور مدینہ سے گزرتے ہوئے یورپ پہنچتے تھے۔ شمالی عرب پر...... تقریباً 500 بعد از مسیح...... گزانیدز (Gazaneeds) نے اپنا تسلط قائم کر لیا تھا اور 528 تک انھوں نے سائرین (Cyrian) صحراؤں پر بھی اپنا تسلط قائم کر لیا تھا۔ ان کی زبان سائیرک (Syrak) تھی جو ان کی سرکاری زبان تھی...... یہ زبان عربی زبان سے ملتی جلتی تھی۔ 463 تک یہودیوں نے توریت اور پرانی انجیل کا ترجمہ یہودی (اسرائیلی) زبان سے سائیرک زبان میں سرانجام دے دیا تھا...... اس کی ایک جلد برطانوی عجائب گھر میں موجود ہے۔

اس طرح یہ گیوسین (Guscian) کو دستیاب ہوا جو عیسائی تھے اور یہودی قبیلوں کو بھی جو عربی قبائل پر مشتمل تھے۔ اس دوران سارجیکس سائیرا سائن 536 میں انتقال کر گیا...... وہ ابتدائی اور عظیم ترین مترجم میں سے ایک تھا۔ وہ یونانی زبان سے سائیرک زبان میں ترجمے پیش کرتا تھا...... اس نے طب کی کئی کتب کے ترجمے پیش کیے ان میں گالن کی 26 تحریریں بھی شامل تھیں۔ اس طرح یہ مواد سلطنت خسرو میں دستیاب ہوا۔ شاہ پرشیا کا خسروِ اعظم کہلاتا تھا۔ اس کے فوجی دستوں نے یمن تک کا علاقہ فتح کر لیا تھا...... وہ بھی علم سے محبّت رکھتا تھا اور اس نے کئی ایک اسکول بھی کھولے تھے۔ اسکول آف جندی شاپور خسرو کے پہلے 48 سالہ دور حکومت میں قائم ہوا تھا...... یہ اپنے وقت میں علم و دانش کا ایک بڑا مرکز تھا۔ اس اسکول میں یونانی...... یہودی...... پارسی اور ہندو سوچ و افکار اور تجربات کا آزادانہ تبادلہ ہوتا تھا۔ اس اسکول

میں تعلیم زیادہ تر سائیرک زبان میں دی جاتی تھی۔ یہ تعلیمی مواد یونانی مواد کا سائیرک زبان میں ترجمہ ہوتا تھا۔ اگلا اقدام یہ تھا کہ فتح یاب عربوں نے نسطوریوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنا سائیرک مواد جو یونانی علم طب کے بارے میں تھا عربی میں ترجمہ کر کے پیش کریں۔ سائیرک زبان سے عربی زبان میں ترجمہ ایک آسان کام تھا کیونکہ دونوں زبانوں کی گرائمر ایک ہی تھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور مبارک کے دوران مقامی طبی صورت حال کو زیر غور لاتے ہوئے ہم یہ جانتے ہیں کہ اس دور کے دوران عرب میں معالج موجود تھے۔ حارث بن کلاڈ یا ایک تعلیم یافتہ معالج تھا۔ وہ چھٹی صدی کے وسط میں طائف میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا قبیلہ بنو ثقیف تھا۔ اس نے یمن کا سفر طے کیا۔ اس کے بعد پرشیا کا سفر طے کیا جہاں پر اس نے طب کی تعلیم حاصل کی۔ یہ تعلیم اس نے علم طب کے ایک عظیم اسکول آف جندی شاپور میں حاصل کی۔ اس طرح وہ ارسطو اور گالن وغیرہ کی تعلیمات سے متعارف ہوا۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس نے پرشیا میں بطور ایک معالج خدمات سرانجام دینی شروع کر دیں اور اس دوران انسے شاہ خسرو کی عدالت میں طلب کر لیا گیا۔ وہ اسلام کے آغاز میں ہی عرب واپس لوٹ آیا اور طائف میں مقیم ہو گیا۔ ابوخیر، شاہ یمن اس کے پاس علاج کی غرض سے آیا۔ وہ کسی بیماری میں مبتلا تھا۔ شفایاب ہونے کے بعد اس نے اسے نقد انعام سے نوازا اور ایک کنیز بھی عطا کی۔ اگرچہ حارث بن کلاڈا نے طب پر کوئی کتاب تحریر نہ کی تھی لیکن اس کے باوجود بھی کئی ایک بیماریوں کے ضمن میں......
کئی ایک طبی مسائل کے ضمن میں اس کے خیالات اب بھی موجود ہیں جو اس کی خسرو کے ساتھ گفت وشنید کے دوران منظر عام پر آئے تھے۔ آنکھوں کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ یہ چربی پر مشتمل ہے جو کہ سفید حصّہ ہے اور باقی حصّہ پانی پر مشتمل ہے جو کہ سیاہ حصّہ ہے۔ ہم اب جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ غلط ہے...... لیکن یہ یونانی

خیالات و افکار تھے۔ ان سب باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حارث یونانی ڈاکٹروں سے متاثر تھا۔ اپنی کتاب بنام "Eastward Delamitry Arabs" میں ڈاکٹر لیوکین لاکلرک رقم طراز ہے کہ:

> ''حارث بن کلاڈیا نے جندی شاپور میں طب کا مطالعہ کیا تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حارث کے علم طب کا کچھ حصّہ اپنا لیا کیونکہ دونوں میں ہمیں یونانی ادویات کی بہ آسانی شناخت ہوتی ہے۔ کبھی کبھار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار کا علاج کرتے تھے لیکن پیچیدہ بیماریوں کی صورت میں وہ مریض کو حارث کے پاس بھیج دیتے تھے۔''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اور تعلیم یافتہ شخص لادن بن حارث تھا۔ وہ خسرو کے دربار میں بھی حاضر ہوا تھا۔ اس نے فارسی اور موسیقی کی تعلیم حاصل کر رکھی تھی جس سے وہ مکہ کے قریش کو متعارف کرواتا تھا۔ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کزن تھا۔ تاہم وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وفادار نہ تھا اور جب جنگ بدر میں وہ جنگی قیدی بنایا گیا تو اس کے لیے سزائے موت تجویز کی گئی۔

مختصر یہ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ:

- 600 میں مکہ اور مدینہ میں رہائش پذیر عربوں کے اہل اتھوپیا...... یمن...... پرشیا اور بزنطینی کے ساتھ سیاسی اور معاشی تعلقات استوار تھے۔
- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک کزن فارسی بخوبی جانتا تھا اور اس زبان میں اپنی موسیقی کی تعلیم کا مطالعہ کرتا تھا۔
- غسائن قبیلہ جس نے سائرین صحرا پر حکومت کی وہ سائیرر زبان استعمال کرتا تھا...... جو علم طب سکھانے کی ایک بڑی زبان تھی اور جندی شاپور کی سرکاری

زبان تھی۔

- یمن کا ایک بیمار بادشاہ طائف آیا اور اس نے معالج حارث بن کلاڈیا سے علاج کروایا جو جندی شاپور میں بخوبی تربیت یافتہ تھا...... جو اس دنیا کا طب کا بہترین اسکول تھا اور جس کے پاس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھار مریض بھیجا کرتے تھے۔
- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے دوران الیگزینڈریا میں ایک نیا طبی مدرسہ قائم ہوا تھا۔ اس مدرسے نے گالن کی 14 کتب اپنے نصاب میں شامل کی تھیں۔

یہ ذرائع یہ ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کے لیے ایک نادر موقع تھا کہ وہ ارسطو اور گالن کے جنین کے بارے میں نظریات سنتے بالخصوص اس وقت جبکہ وہ حارث بن کلاڈیا اور دیگر مقامی معالجوں کے پاس علاج کی غرض سے جاتے تھے۔ لہٰذا جب قرآن پاک سورۃ مومن (القرآن 67:40) میں فرماتا ہے:

> ''وہی ہے جس نے تمھیں مٹی سے بنایا۔ پھر پانی کی بوند سے۔
> پھر خون کی پھٹک سے۔''

اور پھر سورۃ حج (القرآن 5:22) میں فرمایا ہے:

> ''اے لوگو اگر تمھیں قیامت کے دن جینے میں کچھ شک ہو تو یہ
> غور کرو کہ ہم نے تمھیں پیدا کیا مٹی سے......''

یہ ہمارا ایک درست عمل ہے کہ ہم دوبارہ دریافت کریں...... وہ کیا سمجھے تھے؟ وہ کیا غور کرتے تھے؟ اور قرآن پاک کے بیان کردہ مرحلے یہ ہیں کہ:

- **نطفہ** (مادہ تولید۔ منی)

- عَلَقَةً (خون کی پھٹک)
- مُضْغَةً (گوشت کی بوٹی)
- عِظٰمًا (ہڈیاں)
- ہڈیوں پر گوشت پہنانا

جواب انتہائی آسان ہے...... وہ وہی کچھ سمجھ رہے تھے اور اسی پر غور کر رہے تھے جو اس دور کا عمومی علم تھا...... جنین کے مرحلے جس کا درس یونانی معالجوں نے دیا تھا...... میرا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار یونانی معالجوں کے ناموں سے واقف تھے...... لیکن وہ یونانی معالجوں کے بیان کردہ جنین کے مراحل سے ضرور واقف تھے۔ وہ اس امر پر یقین رکھتے تھے کہ:

- مردانہ مادہ تولید (منی) جب زنانہ حیض کے خون میں جذب ہوتا ہے تو خون کی پھٹک بن جاتی ہے اور یہ بچہ بن جاتا ہے۔
- وہ اس امر پر بھی یقین رکھتے تھے کہ ایسا دور بھی ہوتا ہے جبکہ جنین کا نقشہ بنا ہوتا ہے اور کبھی بے بنا ہوتا ہے۔
- وہ اس امر پر بھی یقین رکھتے تھے کہ ہڈیاں پہلے نشوونما پاتی ہیں اور بعد میں ان کو گوشت پہنایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عام علم بطور اشارہ استعمال کر رہا تھا تاکہ پڑھنے اور سننے والے اس کی جانب پلٹیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ یہ عام علم مبنی بر حقیقت نہ تھا اور نہ ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک کے بعد کے معالج......

ہمیں اب دو مشہور و معروف معالجوں کو زیر غور لانا ہوگا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک کے بعد منظر عام پر آئے۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ قرآن پاک پر اثر انداز نہ ہوئے لیکن وہ انھیں عقائد کا مظاہرہ کرتے رہے اور جنین کے بارے میں

ارسطو اور گالن کے افکار پر ہی قائم رہے اور 1600 تک عربوں میں یہی نظریات رائج رہے۔ جدید مسلمان مثلاً شبیر علی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر "عَلَقَةٌ" جونک کی طرح کا عنصر ہے تو پھر ان قرآنی ڈاکٹروں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ درحقیقت یہ بالکل برعکس ہے۔ ان یونانی معالجوں کے افکار اور نظریات قرآن پاک کی وضاحت کے لیے استعمال کیے جا رہے تھے اور قرآن پاک کی تاویل یونانی معالجوں کے نظریات کی روشنی میں کی گئی تھی۔ انسانی ماخذ دو چیزیں ہیں...... مردانہ مادہ تولید (منی) جو ایک عنصر کا کردار ادا کرتا ہے...... زنانہ مادہ تولید (منی)...... حیض کے خون کا پہلا حصہ جو مواد مہیا کرتا ہے۔ لہٰذا ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ابن سینا نے زنانہ مادہ تولید کو وہ کردار دیا جو کردار ارسطو نے حیض کے خون کو دیا ہے۔ ابن سینا کی اہمیّت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ دورِ جدید سے قبل کے یورپین کے لیے سائنس اور فلسفے کے میدان میں ایک سند کا درجہ رکھتا ہے۔ اس کے بعد ہم ابن قیم کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ ابن قیم نے قرآن پاک کے فرمودات اور یونانی طب کے درمیان معاہدے سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ وہ لکھتا ہے کہ کتاب الاجنہ کے تیسرے باب میں (Hippocrates) کہتا ہے کہ منی جھلی میں رکی رہتی ہے اور اس کی ماں کے خون کی بدولت اس کی افزائش ہوتی ہے جو رحم کی جانب دوران خون کرتا ہے۔ کچھ جھلیاں ابتداء میں تشکیل پا جاتی ہیں۔ کچھ دوسرے مہینے کے بعد تشکیل پاتی ہیں اور دیگر تیسرے ماہ میں تشکیل پاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے فرمایا...... (القرآن 6:39)

"تمھیں تمہاری ماں کے پیٹوں میں بناتا ہے ایک طرح کے بعد دوطرح تین اندھیروں میں۔"

تب وہ اپنا خیال پیش کرتا ہے کہ:

"چونکہ ان میں سے ہر ایک جھلی اپنا اندھیرا رکھتی ہے جب خدا

نے تخلیق کے مراحل اور ایک حالت سے دوسری حالت میں
تبدیلی کے بارے میں فرمایا تو اس نے جھلیوں کے اندھیرے کا
بھی ذکر فرمایا۔"

قرآن پاک کے کئی ایک مفسرین نے ان اندھیروں کو بیان کیا ہے اور
انھوں نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:

"یہ پیٹ کا اندھیرا ہے...... رحم کا اندھیرا ہے اور بچے دان کا
اندھیرا ہے۔"

ہپوکریٹس (Hippocrates) نے کہا کہ:

"منہ بے ساختہ کھل جاتا ہے اور ناک اور کان گوشت سے تشکیل
دیے جاتے ہیں۔ کان کھولے جاتے ہیں اور آنکھیں جو شفاف
سیال سے بھری ہوتی ہیں۔"

یہاں ہم دوبارہ ہپوکریٹس کی جانب دیکھتے ہیں اور وہ دوسرے مرحلے میں
ہیں۔ یہ وہی چیز ہے جو میں نے پڑھی ہے۔ ابن سینا ہپوکریٹس کا حوالہ دے رہا ہے
اور ماں کے خون کے بارے میں بات کرتا ہے جو جھلی کے گرد بہتا ہے۔

وہ ایسا کر سکتا تھا کیونکہ ہم دیکھ چکے ہیں...... کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے دور کے تعلیم یافتہ لوگ یونانی طب سے آشنا تھے۔ تاہم آج ہمارے لیے
جو کچھ یہاں پر اہم ہے وہ یہ ہے کہ کوئی مقام ایسا نہیں ہے جہاں پر قرآن پاک نے
یونانی طب کی تصحیح سرانجام دی ہو اور ابن قیم نے بھی اس کو غلط قرار نہیں دیا......
"عَلَقَةً" کے صحیح معانی یہ ہیں کہ "جو چمٹ جاتا ہے...... چپک جاتا ہے...... یا "جونک
کی طرح کا کوئی عنصر"...... لیکن اس کے برعکس ابن قیم بھی طب یونانی اور قرآن کے
درمیان معاہدے کا پرچار کر رہا ہے...... ان کا معاہدہ غلطی پر ہے۔

آخری شہادت بیضاوی کی 1200 بعد از مسیح کی تفسیر ہے...... یہ ہے اس کی تفسیر......اور درج ذیل میں اس کا ترجمہ اور وہ کہتا ہے کہ:

''علقہ''......سخت خون کا ایک ٹکڑا۔''

یہ اس کی ''علقہ'' کی وضاحت ہے اور اس نے ''علقہ'' کے نیچے لکیر کھینچی ہے...... کہ یہ قرآن پاک سے ہے اور یہ اس کی وضاحت ہے کہ:

''سخت خون کا ایک ٹکڑا۔''

اس کے بعد وہ مزید کہتا ہے کہ:

''تب گوشت کے ٹکڑے سے۔''

یہ قرآن پاک کہتا ہے کہ:

''گوشت کا ایک ٹکڑا محض اتنا بڑا کہ چبایا جا سکے......''

جیسا کہ میں نے آغاز میں بتایا تھا کہ بذریعہ مراحل جنین کا نشو ونما پانے کا آئیڈیا ایک جدید آئیڈیا ہے اور قرآن پاک مختلف مراحل بیان کرتے ہوئے جدید آئیڈیا پر روشنی ڈال رہا ہے۔ آپ نے یہ بھی سنا کہ ارسطو، ہپوکریٹس، ہندوستانی اور گالن...... ان تمام نے جنین کی نشو ونما پانے کے مراحل بیان کیے ہیں اور انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار قرآن پاک نازل ہونے سے ہزاروں برس بیشتر کیا تھا اور نزول قرآن کے بعد یہی مختلف مراحل جو قرآن پاک میں بیان فرمائے گئے تھے اور یونانی طبی ماہرین نے بھی یہی بیان کر رکھے تھے...... یہی مراحل ابن سینا اور ابن قیم کی تعلیمات میں بھی پائے جاتے ہیں اور یہ مراحل وہی ہیں بلکہ لازمی طور پر وہی ہیں جن کا درس گالن نے دیا تھا اور ان لوگوں نے دیا تھا جو اس سے پہلے ہو گزرے تھے۔

جہاں تک ہڈیوں کے بننے کے مرحلے کا تعلق ہے یہ بھی واضح ہے جیسا کہ ڈاکٹر مور نے اس مرحلے کو بخوبی اپنی درسی کتاب میں بیان کیا ہے...... اس کے بقول

کوئی ایسا مرحلہ نہیں ہے کہ پہلے ہڈیاں افزائش پائیں اور مابعد ان پر گوشت چڑھے...... یہ واضح ہو چکا ہے کہ قرآن پاک میں ''علقہ'' کا مطلب ہے ''منجمد خون''...... اور قریش جنھوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بارے میں فرماتے ہوئے سنا تو انھوں نے یہی سمجھا کہ وہ حیض کے خون کا حوالہ دے رہے ہیں...... اور یہ بچے کی افزائش میں زنانہ حصّہ ہے۔

لہٰذا ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ جنین کے بارے میں قرآنی آیات جو یہ فرماتی ہیں کہ:

''انسان کو منی کی ایک بوند سے پیدا کیا گیا اور پھر وہ خون کی پھٹک ہوئی......''

یہ سب کچھ ہجرت کی پہلی صدی کی سائنس کی تعلیمات کے عین مطابق تھا...... لیکن جب اس کا موازنہ جدید سائنس کے ساتھ کیا جائے...... 20 ویں صدی کی جدید سائنس کے ساتھ تو ہپوکریٹس بھی غلطی پر ہے...... ارسطو بھی غلطی پر ہے...... گالن بھی غلطی پر ہے...... اور قرآن پاک بھی غلط فرما رہا ہے (نعوذ باللہ)...... یہ تمام سخت غلطی پر ہیں۔

❁......❁......❁

اب ہم کچھ تذکرہ ''چاند کی روشنی'' کا کریں گے۔ کیا قرآن پاک یہ فرماتا ہے کہ:

''چاند کی روشنی سورج کی روشنی کا عکس ہے۔''

سورۃ نوح میں (القرآن 71:15-16) فرمایا گیا ہے کہ:

''کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے۔ ایک پر ایک۔ اور ان میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ۔''

چاند کو ''روشنی'' کہا جاتا ہے...... عربی میں روشنی کو ''نور'' کہا جاتا ہے......
اور سورج کو ایک چراغ (سراج) کہا گیا ہے۔ کچھ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ چونکہ قرآن پاک مختلف الفاظ استعمال کرتا ہے...... سورج کی روشنی کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے...... اور چاند کی روشنی کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے...... اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سورج روشنی کا ذریعہ ہے جبکہ چاند روشنی منعکس کرتا ہے۔ اس دعویٰ کی تصدیق شبیر علی نے اپنی کتاب ''قرآن پاک میں سائنس'' میں کی ہے...... اور ڈاکٹر ذاکر نائیک نے بھی اس کو اپنی کیسٹ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(ڈاکٹر ذاکر کی ویڈیو کا ایک حصّہ)

''روشنی جس کے ہم حامل ہیں...... روشنی جو ہم چاند سے حاصل کرتے ہیں...... یہ روشنی کہاں سے آتی ہے؟ لہٰذا وہ مجھے بتائے گا کہ پہلے ہمارا یہ خیال تھا کہ چاند کی روشنی اس کی اپنی روشنی ہے...... لیکن آج چونکہ سائنس ترقی کر چکی ہے تو ہمیں یہ علم ہوا ہے کہ چاند کی روشنی اس کی اپنی روشنی نہیں ہے بلکہ سورج کی منعکس کی گئی روشنی ہے......

میں اس سے ایک سوال پوچھوں گا کہ قرآن پاک کی سورۃ الفرقان...... سورۃ نمبر 25...... آیت نمبر 61 فرماتی ہے کہ:

''بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان میں چراغ رکھا اور چمکتا ہوا چاند'' چاند کے لیے عربی لفظ ''قمر'' استعمال ہوتا ہے اور روشنی کے لیے عربی لفظ ''منیر'' استعمال کیا گیا ہے...... جو کہ مستعار لی گئی روشنی ہے یا ''نور''...... جو روشنی کا عکس ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے کہ چاند

کی روشنی منعکس کی گئی روشنی ہے...... آپ کہتے ہیں کہ آج آپ
نے یہ دریافت کیا ہے؟ یہ آج سے 1400 برس قبل قرآن پاک
میں کیسے درج ہو گیا؟ وہ چند لمحوں کے لیے توقف کرے گا......
وہ فوراً جواب نہیں دے گا اور مابعد وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ عین ممکن
ہے...... عین ممکن ہے کہ یہ محض اتفاق ہو۔ میں اس کے ساتھ
بحث نہیں کروں گا......"

(ڈاکٹر کیمپبل)

ویڈیو کے خاتمے کے قریب ڈاکٹر نائک نے وضاحت کی کہ چاند کے لیے عربی لفظ "قمر" استعمال ہوا ہے اور روشنی کے ذکر کے لیے عربی لفظ "منیر" استعمال ہوا ہے...... جو مستعار لی گئی روشنی ہے...... یا "نور" ہے...... روشنی کا عکس کون سا ہے۔ براہ مہربانی یہ نہ بھولیے گا کہ انھوں نے کہا ہے کہ:

"منیر"...... ایک مستعار لی گئی روشنی ہے اور "نور" منعکس کی گئی روشنی ہے۔

اور انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ:

"یہ دریافت آج کی دریافت ہے۔"

یہ درست ہے کہ:

"چاند کی روشنی اپنی روشنی نہیں ہے بلکہ وہ سورج کی روشنی منعکس کرتا ہے۔"

لیکن یہ سب کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے سے ایک ہزار برس قبل دریافت ہو چکا تھا۔

ارسطو نے تقریباً 360 قبل مسیح اس کا ذکر کیا تھا...... وہ جانتا تھا کہ زمین

گول ہے اور اس کا سایہ چاند پر پڑتا ہے۔ اس نے محض زمین کے سایے کا ذکر کیا تھا جو سورج کو کراس (Cross) کرتا ہے۔ اگر وہ جانتا تھا کہ چاند کی روشنی منعکس کی گئی روشنی ہے...... اگر آپ اب بھی اصرار کرتے ہیں کہ یہ سائنسی علم کا معجزہ ہے...... تب ہمیں اپنے آپ سے یہ پوچھنا ہوگا کہ:

''کیا قرآن پاک کے الفاظ اس دعویٰ کی معاونت سرانجام دیتے ہیں؟''

''سراج''...... پہلے ہم لفظ ''سراج'' کو زیرِ غور لاتے ہیں...... سورۃ نور جس کا ذکر کیا گیا...... سورۃ الفرقان (61:25) اس کو محض ''چراغ'' (Lamp) کہا گیا ہے...... سورج کو ''چراغ'' کہا گیا ہے۔ سورۃ النبا (13:78) میں ''سراجاً وَھَاجًا'' کہا گیا جس کا مطلب ہے ''نہایت چمکتا چراغ''...... یہ بھی سورج کے بارے میں کہا گیا ہے۔ الفاظ ''نور'' اور ''منیر'' دونوں عربی کے ایک جیسے الفاظ ہیں۔ لفظ ''منیر'' قرآن پاک میں چھ مرتبہ استعمال ہوا ہے:

- 4 مرتبہ سورۃ عمران (184:3) میں
- سورۃ حج (8:22) میں
- سورۃ لقمان (20:31) میں
- سورۃ فاطر (35:35) میں

قرآن پاک کو ''کتاب المنیر'' کہا گیا ہے...... یوسف علی نے اس کا ترجمہ...... ''روشنی عطا کرنے والی کتاب'' کیا ہے اور پکتھال نے بھی اس کا ترجمہ ''روشنی مہیا کرنے والی کتاب'' کیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ:

''ایک ایسی کتاب جو علم کی کرنیں بکھیرتی ہے۔''

''عکس'' کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا...... ''نور''...... سورۃ نوح

(16:71) اور سورۃ یونس (5:10) میں کہا گیا ہے کہ:

''اللہ نے چاند کو روشن کیا۔''

لہٰذا ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ قرآن فرماتا ہے کہ:

''چاند روشنی ہے۔''

اور قرآن پاک یہ نہیں فرماتا کہ:

''چاند روشنی منعکس کرتا ہے۔''

مزید براں قرآن پاک کی دیگر سورتوں میں قرآن فرماتا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نور ہے......یعنی روشنی۔''

سورۃ نور (35:24) قرآن پاک بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان فرماتا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ زمین اور آسمانوں کا نور ہے اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسے جیسے کہ ایک طاق اس میں میں چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس ہے۔ وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے......''

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ لفظ ''نور''......''چاند'' اور اللہ تعالیٰ دونوں کے لیے استعمال ہوا ہے......کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ روشنی منعکس کرتا ہے؟''

میرا خیال ہے کہ:

''ہم اس طرح نہیں کہہ سکتے۔''

لیکن اگر آپ یہ اصرار جاری رکھیں کہ:

''چاند کے لیے استعمال کیا گیا لفظ ''نور'' کا مطلب مستعار لی گئی روشنی یا منعکس کی گئی روشنی ہے اور ہم نے اوپر پڑھا ہے کہ

اللہ روشنی ہے..... آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔"

تب یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ اس روشنی کا ذریعہ کیا ہے؟...... اس روشنی کا ماخذ کیا ہے؟

"سراج"...... اللہ جس کا محض ایک عکس ہے۔"

اس بارے میں سوچیں...... غور کریں:

"اگر اللہ تعالیٰ کو "نور" کا نام دیا گیا ہے یا "روشنی کا عکس"...... تو "سراج" کون ہے اور کیا ہے؟"

قرآن پاک ہمیں بتاتا ہے کہ "سراج" کون ہے؟

لیکن اس جواب سے بھی آپ کو صدمہ پہنچے گا۔

سورۃ احزاب (46-45:33) میں فرمایا گیا ہے کہ:

"اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر ناظر اور خوش خبری دیتا ہے اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب......"

اس سورۃ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ:

"محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چراغ (آفتاب) ہیں جو روشنی بکھیرتے ہیں۔"

"سراج" اور "چاند" دونوں یہاں پر اکٹھے چمکتی ہوئی اشیاء کے لیے استعمال ہوئے ہیں...... محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی...... یہ صاف ظاہر ہے کہ اس آیت مبارکہ میں "منیر" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ منعکس ہوتی ہوئی روشنی...... اور نہ ہی قرآن پاک کی کسی اور آیت مبارکہ میں یہ مطلب ہے...... بلکہ اس کا مطلب ہے "چمکتا ہوا"...... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور مبارک کے لوگ

سمجھتے تھے کہ چاند چمکتا ہے...... اور وہ درست تھے بالکل اسی طرح جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ سورج کی روشنی برتر ہے...... زیادہ ہے...... اور چاند کی روشنی کم ہے...... اور وہ درست تھے۔

لیکن اگر آپ یہ اصرار کرتے ہیں کہ یہاں پر عربی کے الفاظ ''نور'' اور ''چاند'' کا مطلب ہے منعکس روشنی...... روشنی کا عکس۔ تب اس لحاظ سے قرآن میں استعمال کردہ ان الفاظ کا مطلب یہ ہوا کہ:

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج کی مانند ہیں اور اللہ تعالیٰ چاند کی مانند ہے۔''

کیا ڈاکٹر نائک حقیقت میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ:

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روشنی کا ماخذ ہیں...... روشنی کا ذریعہ ہے...... اور اللہ تعالیٰ محض ان کا عکس ہے؟''

آپ کیوں ایسے سائنسی دعوے کرتے ہیں جن پر کوئی بھی مسلمان یقین نہیں کرسکتا۔ اگر آپ اپنے قرآن پاک کا بغور مطالعہ کرتے تو آپ ایسی بات کبھی نہ کرتے۔

آج رات جاری مباحثے میں ایک ایماندارانہ گفتگو ایک انتہائی مشکل امر ہے...... بلکہ ناممکن ہے۔ آیئے اب ہم اگلے موضوع کی طرف بڑھتے ہیں...... پانی کا چکر (واٹر سائیکل)

❁......❁......❁

کچھ مسلمان مصنف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جدید سائنس نے واٹر سائیکل (پانی کے چکر) کے بارے میں جو انکشاف کیے ہیں وہ انکشافات پہلے ہی قرآن پاک میں موجود ہیں۔

واٹر سائیکل کیا ہے؟

میں آپ کے سامنے ایک سلائیڈ پیش کر رہا ہوں۔ اس میں آپ کو چار مراحل نظر آئیں گے۔

پہلا مرحلہ: پانی سمندروں اور زمین سے بخارات بنتا ہے۔

دوسرا مرحلہ: یہ بادل بنتا ہے۔

تیسرا مرحلہ: یہ بارش بن کر برستا ہے۔

چوتھا مرحلہ: بارش سے نباتات پرورش پاتے ہیں۔

مرحلہ نمبر 2 تا 4 کے بارے میں ہر کوئی جانتا ہے کیونکہ یہ سیدھے سادھے مراحل ہیں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شہر میں بھی رہائش پذیر ہے تو وہ جانتا ہے کہ بادل آتے ہیں اور بارش برستی ہے اور ان کے پھول اور پودے پرورش پاتے ہیں...... نشوونما پاتے ہیں۔

لیکن پہلے مرحلے کے بارے میں کیا خیال ہے؟...... بخارات بننا...... ہم اس مرحلے کو نہیں دیکھ سکتے...... اس مرحلے کو آنکھ سے دیکھنا مشکل ہے...... اور قرآن پاک میں اس پہلے مرحلے کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

آیئے ہم آگے بڑھتے ہیں اور پہاڑوں کو زیرِ غور لاتے ہیں۔ پہاڑوں کے بارے میں قرآن پاک میں ایک درجن سے زائد آیتیں نازل ہوئی ہیں۔

سورۃ لقمان (31:10-11) میں فرمایا گیا ہے کہ:

”اس نے آسمان بنائے بے ایسے ستونوں کے جو تمھیں نظر آئیں اور زمین میں ڈالے لنگر کہ تمھیں لے نہ کانپے......“

سورۃ النساء (31:21) میں فرمایا گیا ہے کہ:

”اور زمین میں ہم نے لنگر ڈال دیے کہ انھیں لے کر نہ کانپے......“

سورۃ نحل (15:16) میں فرمایا کہ:

''اور اس نے زمین میں لنگر ڈالے کہ تمھیں لے کر نہ کانپے۔''

ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کو یہ بتایا گیا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم کام کیا ہے اور اس نے زمین میں لنگر ڈال دیے ہیں...... پہاڑ کھڑے کر دیے ہیں تا کہ زمین انھیں لے نہ کانپے۔''

لہٰذا ہمیں اپنے آپ سے یہ پوچھنا چاہیے کہ:

''وہ اس سے کیا سمجھے؟ انھوں نے اس کا کیا مطلب نکالا؟''

اگلی دو آیات میں ایک اور منظر کشی کی گئی ہے۔سورۃ نباء (7-6:78) میں فرمایا کہ:

''کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا اور پہاڑوں کو میخیں......''

سورۃ غاشیہ (19-17:88) میں فرمایا کہ:

''اور پہاڑوں کو کیسے قائم کیا گیا......''

انسانوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ پہاڑ بالکل اسی طرح ہیں جس طرح ایک خیمے کی کھونٹی (کلے) ہوتی ہے...... خیمے کی کھونٹی (کلے) خیمے کو مضبوطی سے جکڑے رکھتے ہیں...... اس کو استحکام بخشتے ہیں اور اسی طرح پہاڑ زمین کو کانپنے سے محفوظ رکھتے ہیں۔ ایک تیسری تصویر پیش کی گئی......جس طرح بحری جہاز کو لنگر انداز کیا جاتا ہے......اسے لنگر ڈالا جاتا ہے اسی طرح زمین کو لنگر ڈالے گئے تا کہ وہ کانپنے سے محفوظ رہ سکے۔

ان باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار یہ سمجھتے تھے کہ:

''پہاڑ بالکل اس طرح پاس جس طرح ایک خیمے کی کھونٹی یا ''کلے'' ہوتے ہیں جو خیمے کو قائم رکھتے ہیں یا جیسے بحری جہاز کو لنگر انداز کیا جاتا ہے کہ وہ اس کو قابو رکھتا ہے...... اس طرح

پہاڑ...... زمین میں لنگر ڈالے گئے تا کہ زمین حرکت نہ کر
سکے...... کانپ نہ سکے...... زلزلے کے خطرے کو پس پشت ڈالا
جا سکے۔"

لیکن حقیقت میں یہ غلط ہے...... پہاڑ زلزلے کا باعث بنتے ہیں۔ لہٰذا یہ آیات مبارکہ ایک یقینی مسئلہ کھڑا کرتی ہیں۔

ڈاکٹر مورائس بوکائے نے اس امر کو تسلیم کیا ہے اور وہ اس مسئلے کو اپنی کتاب بنام "بائیبل، قرآن اور سائنس" میں زیر بحث لایا ہے۔

پہاڑوں کے بارے میں درج بالا آیات کا حوالہ دینے کے بعد وہ کہتا ہے کہ:

"جدید ماہر ارضیات زمین میں نقص کی نشاندہی کرتے ہیں......
وہ کہتے ہیں کہ زمین میں پہاڑوں کو بنیادیں فراہم کرتے ہوئے
زمین کو نقص سے دوچار کیا گیا ہے اور زمین کی پرت کا استحکام
اس وجہ سے متاثر ہوا ہے۔"

جب ارضیات کے پروفیسر ڈاکٹر ڈیوڈ اے۔ ینگ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ:

"یہ حقیقت ہے کہ بہت سے پہاڑ تہہ کردہ چٹانوں پر مشتمل ہیں
اور یہ تہیں بہت وسیع پیمانے کی حامل ہو سکتی ہیں...... یہ حقیقت
نہیں ہے کہ یہ تہیں زمین کی پرت کو استحکام بخشتی ہیں...... بلکہ
ان کی موجودگی زمین کی پرت کے لیے عدم استحکام کا باعث
ثابت ہوتی ہے...... بالالفاظ دیگر پہاڑ زمین کو کانپنے سے نہیں
بچاتے بلکہ ان کی موجودگی نے زمین کو کانپنے میں معاونت
سرانجام دی ہے اور ابھی تک یہ معاونت سرانجام دے رہے ہیں۔"

تاہم یہ امر واضح ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار یہی سمجھ

رہے تھے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے پہاڑ اس لیے بنائے ہیں کہ زمین میں لنگر ڈالے جائیں اور زمین کو کانپنے سے محفوظ رکھا جائے۔''

لیکن یہ کہنا کہ:

''پہاڑ زمین کو کانپنے سے محفوظ رکھتے ہیں۔''

یہ ایک انتہائی مشکل امر ہے جو جدید سائنس سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

❁......❁......❁

آیئے اب ایک نظر ''سورج'' پر بھی ڈالتے ہیں کہ قرآن پاک اس بارے میں کیا فرماتا ہے۔

سورۃ کہف (86:18) میں فرمایا گیا ہے کہ:

''یہاں تک کہ جب سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچا اسے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا پایا اور وہاں ایک قوم ملی۔ ہم نے فرمایا اے ذوالقرنین یا تو انھیں سزا دے یا ان کے ساتھ بھلائی اختیار کرے۔''

مجھے افسوس ہے کہ:

''20 ویں صدی کی سائنس میں سورج سیاہ کیچڑ کے چشمے میں نہیں ڈوبتا۔''

اور اس کے بعد سورۃ فرقان (46-45:25) میں فرمایا کہ:

''اے محبُوب کیا تم نے اپنے رب کو نہ دیکھا کہ کیسا پھیلایا سایہ اور اگر چاہتا تو اسے ٹھہرایا ہوا کر دیتا۔ پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل کیا۔''

اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا سورج...... اگر ہم سورج کو اپنے سر

کے عین اوپر پائیں...... تو آپ کو کوئی سایہ دکھائی نہ دے گا یا بالکل معمولی سا سایہ دکھائی دے گا اور جوں ہی سورج نیچے ڈھلتا ہے تو آپ کے سایے دوسری جانب لمبے ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ زمین کے ساتھ تعلّق کے حوالے سے سورج ساکت ہے۔ یہ سورج نہیں جو سایے کو تبدیل کرتا ہے...... گھومنے والی زمین سایہ جات کی رہنمائی کرتی ہے۔ لہٰذا اگر آپ 20 ویں صدی کی تصحیح کا مطالبہ کرتے ہیں...... 20 ویں صدی کی درستگی کا مطالبہ کرتے ہیں...... قرآن پاک کی سورۃ کو یہ کہنا چاہیے کہ:

''گھومتی ہوئی زمین سایے کی تبدیلی کا باعث ثابت ہوتی ہے۔''

❀......❀......❀

میں ایک مختلف موضوع کو زیر بحث لانا چاہتا ہوں۔

وہ موضوع ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا واقعہ۔

میں نہیں جانتا ہے کہ یہ سائنس ہے یا عمرانیات ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا واقعہ...... وہ اپنی لاٹھی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے تھے اور:

''جن ان کے لیے کام میں مصروف تھے...... حضرت سلیمان علیہ السلام نے انھیں جس کام پر لگایا رکھا تھا وہ اس کام کی سرانجام دہی میں مصروف تھے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''تب ہم نے سلیمان علیہ السلام پر موت نازل فرما دی ان کی موت کے بارے میں کسی کو علم نہ ہوا حتیٰ کہ ان کی لاٹھی کو گھن لگ گئی اور وہ ٹوٹ گئی اور وہ نیچے گر گئے تب جن ان کی موت سے باخبر ہوئے۔''

اگر جن پہلے ان کی موت سے باخبر ہو جاتے تو وہ اپنے کام میں مشغول

رہنے کی زحمت برداشت نہ کرتے۔

مجھے افسوس ہے کہ:

> ''میں اس داستان پر یقین نہیں کرتا اور یہ 20 ویں صدی کی عمرانیات کے عین مطابق نہیں ہے اور نہ ہی یہ 7 ویں صدی کی عمرانیات کے عین مطابق تھی...... جبکہ ایک بادشاہ کو اس طرح اکیلے نہیں چھوڑا جاتا تھا۔''

❁......❁......❁

آیئے اب ہم ''دودھ'' کو زیر غور لاتے ہیں۔

سورۃ نحل (66:16) میں فرمایا گیا ہے کہ:

> ''ہم تمھیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ......''

پیٹ جہاں پر انتڑیاں ہیں...... معافی چاہتا ہوں...... 20 ویں صدی کی طبی سائنس...... پیٹ جہاں پر انتڑیاں ہیں...... دودھ والی غدودیں جلد کے نیچے ہوتی ہیں...... مویشیوں میں یہ جلد کے نیچے ٹانگوں کے درمیان میں ہوتی ہیں...... کوئی رابطہ نہیں...... چھاتی اور انتڑیوں میں کوئی رابطہ نہیں۔

مزید برآں سورۃ انعام (38:6) میں فرمایا گیا ہے کہ:

> ''اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندکہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں......''

قرآن فرما رہا ہے کہ:

> زمین پر کوئی بھی جانور...... اور نہ ہی کوئی پرندہ اور مابعد وہ فرماتا ہے کہ:
>
> ''ان میں سے ہر ایک تمہاری جیسی امتیں تھیں۔''

اور میرا خیال ہے کہ:

"قرآن پاک ہم انسانوں کے بارے میں فرما رہا ہے۔"

کچھ مکڑیوں میں ماں مکڑی...... باپ مکڑی کو کھا جاتی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میری بیوی نے مجھے نہیں کھایا...... حتیٰ کہ شہد کی مکھیوں میں فالتو نر مکھیوں کو مرنے کے لیے باہر پھینک دیا جاتا ہے...... مجھے خوشی ہے کہ اگرچہ ہمارے چار بچے ہیں لیکن میری بیوی نے مجھے گھر سے نکال باہر نہیں کیا اور پھر شیر...... جب نر شیر بوڑھا ہو جاتا ہے تو نوجوان شیر اسے اس کی بیویوں سے محروم کر دیتا ہے...... اور نوجوان شیر ان پر اپنا قبضہ جما لیتا ہے...... لیکن وہ شیر کے بچوں کے ساتھ کیا کرتا ہے؟...... بوڑھے شیر کے بچے...... وہ ان کو ہلاک کر ڈالتا ہے...... لہٰذا میرا نہیں خیال کہ یہ بات درست ہے کہ تمام دیگر امتیں اور دیگر جانور اس طرح نہیں رہتے جس طرح ہمارے جیسی امتیں...... خلاصہ یہ ہے کہ قرآن پاک میں سائنسی نکتہ نگاہ سے کئی ایک غلطیاں پائی جاتی ہیں (نعوذ باللہ)...... عام لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ:

"قرآن اپنے دور کے سائنسی تقاضوں پر پورا اترتا ہے اور اپنے دور کی سائنس کی عکاسی کرتا ہے...... 700 ویں صدی کی سائنس۔"

ہم یہاں سچ کی تلاش میں اکٹھے ہوئے ہیں...... میں نے اپنی پوری کوشش کی ہے کہ باضابطہ...... جائز اور بجا معلومات فراہم کروں۔ اگر آپ تمام تر حوالہ جات سے استفادہ حاصل کرنا چاہتے تو میری کتاب بہ عنوان:

"قرآن اور بائیبل...... تاریخ اور سائنس کی روشنی میں۔"

آج رات وہ اس ہال سے باہر فروخت کے لیے موجود ہے۔ اس کی قیمت بھی انتہائی مناسب ہے۔

سچا خدا آپ کی رہنمائی فرمائے...... شکریہ۔

(ڈاکٹر محمد)

ڈاکٹر کیمپبل ...... آپ کے خطاب فرمانے کا شکریہ

اب مسٹر سبیل احمد ہمارے اگلے مقرر کو آپ سے متعارف کروائیں گے جو ڈاکٹر ذاکر نائک ہیں۔

(مسٹر سبیل احمد)

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

مجھے اپنے دور کے ایک بہترین مفکر کو متعارف کرواتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے...... ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائک...... عمر 34 برس...... آپ اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن بمبئی، ہندوستان کے صدر ہیں...... اگرچہ پیشے کے لحاظ سے آپ تربیت یافتہ طبی ڈاکٹر ہیں لیکن آپ ایک بین الاقوامی خطیب کی شہرت کے حامل ہیں...... آپ اسلام اور تقابلی مذہب کے موضوع پر مایہ ناز خطاب پیش کرتے ہیں...... ڈاکٹر ذاکر نائک اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت پیش کرتے ہیں اور اسلام کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہیں...... ان کو قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کے علاوہ دیگر مذاہب کی مذہبی کتب پر بھی عبور حاصل ہے۔ وہ منطقی اور سائنسی حقائق پیش کرنے میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

وہ اپنے تنقیدی تجزیوں کے لیے مشہور اور مقبول ہیں۔ اس کے علاوہ وہ سامعین کرام کے سوالات کے قائل کرنے والے جوابات پیش کرنے کے لیے بھی مشہور ہیں۔ وہ اپنے خطاب کے بعد سامعین کرام کے سوالات کے جواب پیش کرتے ہیں۔

گذشتہ چار برسوں کے دوران ڈاکٹر ذاکر نے دنیا میں 400 سے زائد عوامی خطابات سرانجام دیے ہیں...... اس کے علاوہ ہندوستان میں کئی ایک عوامی مذاکرے سرانجام دیے ہیں۔ وہ دنیا کے کئی ایک ممالک کے بین الاقوامی ٹیلی ویژن اور

سیٹلائٹ ٹی وی پروگراموں میں بڑی باقاعدگی کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں۔ آپ نے اسلام اور تقابلِ مذہب کے بارے میں کئی ایک کتب بھی تحریر کر رکھی ہیں...... انھوں نے دیگر مذاہب کی مقبول عام شخصیتوں کے ساتھ کئی ایک مذاکرے اور مباحثے بھی سرانجام دے رکھے ہیں۔

(ڈاکٹر محمد)

میں آپ کو یہ یاد دہانی کروا دوں کہ دونوں مقررین کے خطابات اور جوابی خطابات کے بعد سوال و جواب کا اجلاس منعقد ہوگا۔ وہ احباب جو دیر سے تشریف لائیں ہیں ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہم مائک کی وساطت سے کیے گئے سوالات کے جواب پہلے پیش کریں گے اور اس کے بعد تحریری طور پر پیش کیے جانے والے سوالات کے جواب پیش کریں گے۔

خواتین و حضرات میں ڈاکٹر ذاکر نائک کو دعوت دوں گا کہ وہ ہمیں اپنے خطاب سے نوازیں۔

(ڈاکٹر ذاکر)

قابل قدر ڈاکٹر ولیم کیمپبل ...... ڈاکٹر مزاکس ...... ڈاکٹر جمال بداوی...... ڈاکٹر سیموئیل نومان ...... ڈاکٹر محمد نائیک ...... میرے عزیز بزرگو اور میرے عزیز بھائیو اور بہنو...... میں آپ سب کو اسلامی طرز پر خوش آمدید کہتا ہوں......

اسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

(آپ پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں)

آج کے مباحثے کا عنوان ہے۔

''قرآن پاک اور بائیبل سائنس کی روشنی میں''

ہے۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی آخری اور حتمی کتاب ہے جو نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ کوئی بھی کتاب جو یہ دعویٰ کرتی ہو کہ وہ کلام الٰہی ہے اس کو وقت کے امتحان پر پورا اترنا ہوتا ہے۔ پرانے وقتوں میں...... وہ دور معجزات کا دور تھا...... الحمدللہ قرآن پاک معجزوں کا بھی معجزہ ہے...... اس کے بعد ادب اور شاعری کا دور آیا اور مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں نے یہ تسلیم کیا کہ:

''قرآن پاک اس روئے زمین پر عربی کے بہترین ادب کا ایک بہترین شاہکار ہے۔''

لیکن آج سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے۔

آیئے ہم اس امر کا تجزیہ سرانجام دیں کہ:

''کیا قرآن پاک جدید سائنس کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے یا عدم مطابقت رکھتا ہے؟''

البرٹ آئن سٹائن نے کہا تھا کہ:

''مذہب کے بغیر سائنس ادھوری ہے...... لنگڑی ہے اور سائنس

کے بغیر مذہب اندھا ہے۔"

میں آپ کو یہ یاد دہانی کروانا چاہوں گا کہ:

"قرآن پاک سائنس کی ایک کتاب نہیں ہے۔"

بلکہ یہ:

"اشارات کی ایک کتاب ہے...... یہ آیات کی ایک کتاب ہے۔"

اور قرآن پاک میں 6000 سے زائد آیات ہیں اور ان آیات میں سے 1000 سے زائد آیات سائنس کے بارے میں فرماتی ہیں۔

"قرآن اور سائنس" کے بارے میں جہاں تک میری گفتگو کا تعلق ہے...... میں محض ان سائنسی حقائق کے بارے میں بات کروں گا جو دریافت کیے جا چکے ہیں...... میں ان سائنسی نظریات کے بارے میں بات نہیں کروں گا جو محض مفروضوں پر قائم ہیں اور جو ثبوت کی کسوٹی پر پورے نہیں اترے کیونکہ ہم سب جانتے ہیں کہ اکثر اوقات سائنس یو۔ٹرن لے لیتی ہے۔

ڈاکٹر مورائس بوکائے کی کتاب:

"قرآن اور بائیبل تاریخ اور سائنس کی روشنی میں"

کے جواب میں ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے بھی ایک کتاب تحریر کی ہے۔ وہ کتاب میں رقم طراز ہے کہ:

"نظریات دو اقسام کے حامل ہوتے ہیں۔ ایک نظریہ ہم آہنگی کا نظریہ ہوتا ہے...... اس کا مطلب یہ ہے ایک شخص سائنس اور مذہبی کتاب کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور دوسرا نظریہ اختلاف کا نظریہ ہوتا ہے...... اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص سائنس اور مذہبی کتاب کے درمیان عدم

مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے...... اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے...... آپ ان نظریات کو مطابقت پیدا کرنے اور عدم مطابقت پیدا کرنے کے نظریات کہہ سکتے ہیں۔"

اور ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے بھی عدم مطابقت پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ لیکن جہاں تک قرآن پاک کا تعلق ہے کہ:

"اس امر سے قطع نظر کہ کوئی مطابقت پیدا کرنے کے نظریے کا حامل ہو یا عدم مطابقت پیدا کرنے کے نظریے کا حامل ہو جب تک آپ منطقی انداز اختیار کرتے ہیں اور آپ کو منطقی وضاحت پیش کی جاتی ہے...... کوئی بھی فرد واحد قرآن پاک کی کسی بھی آیت کو جدید سائنس کے قائم شدہ نظریات سے عدم مطابقت رکھنے والی ثابت نہیں کر سکتا...... اختلاف رکھنے والی ثابت نہیں کر سکتا۔"

ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے قرآن پاک میں کئی ایک نام نہاد سائنسی نقائص کی نشاندہی کی ہے اور مجھ سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ میں اپنے جوابی خطاب میں ان کی تردید پیش کروں گا...... لیکن میں اپنے خطاب کے دوران محض چند نکات کی تردید پیش کروں گا...... میں ان کی گفتگو کے بڑے حصے جو کہ جنین اور علم ارضیات پر مشتمل ہے کا جواب پیش کروں گا۔ اور جہاں تک بقایا نکات کی تردید کا تعلق ہے تو وہ میں انشاء اللہ اپنے جوابی خطاب میں پیش کروں گا...... میں نے دونوں کام سرانجام دینے ہیں...... میں موضوع کے ساتھ ناانصافی نہیں کر سکتا کیونکہ موضوع ہے کہ:

"قرآن پاک اور بائیبل سائنس کی روشنی میں"

میں محض ایک مذہبی کتاب کے بارے میں بات نہیں کر سکتا...... ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے

بمشکل ایک یا دو باتیں بائیبل کے بارے میں کی ہیں اور میں انشاء اللہ بائیبل کے ساتھ بھی پورا پورا انصاف کروں گا...... میں انشاء اللہ دونوں کے بارے میں بات کروں گا...... میں موضوع کے ساتھ انصاف کرنا چاہتا ہوں۔

جہاں تک علم فلکیات کے میدان میں قرآن اور جدید سائنس کا تعلق ہے......

سائنس دانوں اور ماہرین علم فلکیات نے محض چند عشرے بیشتر یہ بیان کیا تھا کہ:

''یہ کائنات کیسے وجود میں آئی تھی؟''

وہ اسے ''بگ بینگ'' کے نام سے یاد کرتے ہیں......اور انھوں نے بیان کیا تھا کہ:

''بنیادی طور پر ایک نیبولا (Nebula) تھا......یعنی ستاروں کا ایک جھرمٹ تھا جو مابعد بگ بینگ کے ساتھ علیحدہ ہو گیا...... جس نے کہکشاؤں...... ستاروں...... سورج اور زمین جس پر ہم مقیم ہیں کو جنم دیا۔''

یہ معلومات قرآن پاک میں جامع انداز میں سورۃ انبیاء...... سورۃ نمبر 21...... آیت نمبر 30 میں بیان فرمائی گئی ہیں کہ:

''کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین بندھے تو ہم نے انھیں کھولا......''

آپ اندازہ کریں کہ یہ معلومات جن سے ہم حال ہی میں آشنا ہو رہے ہیں قرآن پاک نے وہی معلومات 1400 برس قبل فراہم کر دی تھیں۔

جب میں اسکول میں زیر تعلیم تھا تو میں نے یہ پڑھا تھا کہ:

''سورج ساکت ہے...... زمین اور چاند دونوں اپنے محور کے گرد گھومتے ہیں لیکن سورج ساکت ہے۔''

لیکن جب میں نے قرآن پاک کی سورۃ انبیاء...... سورۃ نمبر 21...... آیت

نمبر 33 کی تلاوت کی جس میں بیان فرمایا گیا ہے کہ:

''اور وہی ہے جس نے بنائے رات اور دن اور سورج اور چاند ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے۔''

اب الحمدللہ...... جدید سائنس نے قرآن پاک کے اس بیان مبارک کی بھی تصدیق کر دی ہے۔

قرآن پاک میں عربی لفظ ''یَسْبَحُوْن'' استعمال کیا گیا ہے جو ایک حرکت پذیر جسم کی حرکت کو ظاہر کرتا ہے...... جب یہ کسی آسمانی جسم کی بات کرتا ہے...... اس کا مطلب ہے کہ یہ اپنے محور میں گھوم رہا ہے۔ لہٰذا قرآن پاک فرماتا ہے کہ:

''سورج اور چاند وہ گردش کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے محور کے گرد بھی گھومتے ہیں۔''

آج ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ:

''سورج تقریباً 25 دنوں میں ایک چکر مکمل کرتا ہے۔''

یہ ایڈون ھبل تھا جس نے یہ انکشاف کیا تھا کہ:

''کائنات وسعت پذیر ہو رہی ہے۔''

قرآن پاک سورۃ ذاریات...... سورۃ نمبر 51 آیت نمبر 47 میں فرماتا ہے کہ:

''اور آسمان کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ بے شک ہم وسعت دینے والے ہیں۔''

عربی لفظ ''لموسعون'' وسعت کا حوالہ دیتا ہے...... کائنات کی وسعت۔

فلکیات کے موضوع کے بارے میں جس کا ذکر ڈاکٹر کیمپبل نے کیا ہے۔

میں انشاء اللہ جوابی تقریر میں اس کے ساتھ پورا پورا انصاف کروں گا۔

واٹر سائیکل کے میدان میں...... پانی کا چکر...... ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے کئی

ایک امور کا انکشاف کیا ہے۔قرآن پاک میں اس موضوع کو مکمل تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے اور ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے محض 4 مراحل بیان کیے ہیں۔اپنی کتاب میں انھوں نے (A) 4 اور (B) 4 مرحلے درج کیے ہیں...... آخری مرحلہ انھوں نے سلائیڈ میں شامل نہیں کیا...... میں نہیں جانتا کہ انھوں نے ایسا کیوں کیا؟...... یعنی ''واٹر ٹیبل''...... انھوں نے اسے یہاں پر شامل نہیں کیا...... عین ممکن ہے انھوں نے اس لیے شامل نہ کیا ہو کہ وہ بائیبل میں درج نہیں ہے۔

انھوں نے کہا تھا کہ:

''قرآن پاک میں ایک بھی آیت ایسی نہیں ہے جو پانی کے بخارات بننے کے عمل پر روشنی ڈالتی ہو۔''

قرآن پاک کی سورۃ طارق......سورۃ نمبر 86......آیت نمبر 11 میں فرمایا گیا ہے کہ:

''آسمان کی قسم جس سے مینہ پلٹتا ہے۔''

قرآن پاک کے تقریباً تمام تر تبصرہ نگاروں نے یہی کہا ہے کہ سورۃ طارق......سورۃ نمبر 86 کی آیت نمبر 11 آسمانوں کی اس استعداد کا حوالہ دیتی ہے جو بارش کو واپس لوٹا دیتے ہیں...... یعنی ''بخارات''...... ڈاکٹر ولیم کیمپبل جو عربی جانتے ہیں وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر ''بخارات'' کا ذکر کیوں نہیں کیا۔''

اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر اس کا ذکر کیوں نہیں فرمایا؟ آج ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا خصوصی طور پر ذکر کیوں نہیں فرمایا...... یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے...... کیونکہ آج ہم جان چکے ہیں کہ اوزون کی سطح...... بارش واپس لوٹانے کے علاوہ...... یہ زمین کے دیگر سودمند مواد اور توانائی بھی واپس لوٹا دیتا ہے...... جو کہ انسانی ضرورت ہوتی ہے...... محض بارش ہی واپس نہیں لوٹاتا۔ آج ہمیں یہ معلوم ہو

چکا ہے کہ یہ ٹیلی کمیونی کیشن کی لہروں کو بھی واپس لوٹاتا ہے...... ٹیلی ویژن اور ریڈیو کی لہروں کو بھی واپس لوٹاتا ہے جس کی بدولت ہم ٹیلی ویژن دیکھ سکتے ہیں...... ہم ریڈیو سن سکتے ہیں اور اس کے علاوہ یہ بیرونی خلا کی نقصان دہ شعاعیں بھی دوسری جانب واپس لوٹا دیتا ہے اور جذب کر لیتا ہے...... مثال کے طور پر سورج کی روشنی...... سورج کی روشنی کی بالابنفشی شعاعیں اوزون کی تہہ میں جذب ہو جاتی ہیں...... اگر یہ عمل ممکن نہ ہوتا...... زمین پر زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔

لٰہذا اللہ تعالیٰ بہت برتر ہے۔ جب وہ فرماتا ہے کہ:

''آسمانوں کی واپس لوٹا دینے کی استعداد۔''

اور باقی جن امور کا انھوں نے ذکر کیا ہے کہ وہ قرآن پاک میں درج ہیں...... آپ میری ویڈیو کیسٹ سے استفادہ کر سکتے ہیں...... قرآن پاک ''واٹر سائیکل'' کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرماتا ہے۔

جہاں تک اس امر کا تعلّق ہے کہ انھوں نے بائیبل کے بارے میں کیا کہا ہے...... انھوں نے پہلی سلائیڈ پر مرحلہ نمبر 1 اور 3 دکھایا ہے اور اس کے بعد مرحلہ نمبر 2 دکھایا ہے کہ:

''بارش کا پانی اوپر اٹھا لیا جاتا ہے۔''

وہ کہتا ہے کہ:

''اور تب بارش کا پانی نیچے زمین پر آتا ہے۔''

یہ (Phasofmillitus) کا فلسفہ ہے...... 7 ویں صدی قبل مسیح...... اس کا خیال تھا کہ سمندر کی پھوار ہوا اڑا لے جاتی ہے اور یہ بارش کی صورت میں زمین پر نازل ہوتی ہے...... اس میں بادلوں کا کوئی تذکرہ نہیں ہے...... دوسرے مرحلے میں ڈاکٹر ولیم کیمپبل...... کے بقول پہلا مرحلہ ''بخارات'' کا ہے...... اس کے ساتھ ہم

متفق ہیں۔ہمیں اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں کہ یہ نظریہ بائیبل کے ساتھ بھی مطابقت رکھتا ہے...... اس کے بعد بارش برستی ہے اور بادل بنتے ہیں...... یہ مکمل ''واٹر سائیکل'' نہیں ہے۔

الحمدللہ قرآن پاک نے ''واٹر سائیکل'' کے بارے میں مفصل ارشاد فرمایا ہے اور کئی مقامات پر ارشاد فرمایا ہے کہ:

''پانی کس طرح اوپر اٹھتا ہے...... بخارات میں تبدیل ہوتا ہے...... بادلوں کی شکل اختیار کرتا ہے...... بادل باہم اکٹھے ہوتے ہیں...... بادل کس طرح چلتے ہیں...... بادل گرجتے اور چمکتے ہیں...... بارش کا پانی زمین پر گرتا ہے...... بادل بارش بن کر برستے ہیں اور پانی کا بخارات میں تبدیل ہونا...... الحمدللہ مفصل طور پر بیان فرمایا گیا ہے۔''

قرآن پاک کئی ایک مقامات پر ''پانی کے چکر'' کے بارے میں انتہائی تفصیل کے ساتھ ارشاد فرماتا ہے:

- سورۃ نور...... سورۃ نمبر 24...... آیت نمبر 43
- سورۃ روم...... سورۃ نمبر 30...... آیت نمبر 48
- سورۃ زمر...... سورۃ نمبر 39...... آیت نمبر 21
- سورۃ مؤمنون...... سورۃ نمبر 23...... آیت نمبر 18
- سورۃ روم...... سورۃ نمبر 30...... آیت نمبر 24
- سورۃ حجر...... سورۃ نمبر 15...... آیت نمبر 22
- سورۃ اعراف...... سورۃ نمبر 7...... آیت نمبر 57
- سورۃ رعد...... سورۃ نمبر 13...... آیت نمبر 17

- سورۃ فرقان......سورۃ نمبر 25......آیت نمبر 48-49
- سورۃ فاطر......سورۃ نمبر 35......آیت نمبر 9
- سورۃ یٰسین......سورۃ نمبر 36......آیت نمبر 34
- سورۃ جاثیہ......سورۃ نمبر 45......آیت نمبر 5
- سورۃ ق......سورۃ نمبر 50......آیت نمبر 9
- سورۃ واقعہ......سورۃ نمبر 56......آیت نمبر 68 اور 70
- سورۃ ملک......سورۃ نمبر 67......آیت نمبر 30

قرآن پاک نے ''واٹر سائیکل'' کو انتہائی مفصل طور پر ارشاد فرمایا ہے۔

ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے زیادہ وقت جنین کی نذر کیا تھا...... انھوں نے تقریباً نصف خطاب اسی موضوع پر کیا تھا۔ اس کے علاوہ علم ارضیات پر بھی بہت کچھ فرمایا تھا......اس کے علاوہ انھوں نے دیگر موضوعات پر بھی طبع آزمائی کی تھی...... میں نے وہ سب موضوعات تحریر کر رکھے ہیں۔

علم ارضیات کے میدان میں...... ابھی آج کی بات ہے کہ ہم اس امر سے آشنا ہوئے ہیں...... ماہر علم ارضیات نے ہمیں بتایا ہے کہ:

''زمین کا نصف قطر تقریباً 3750 میل ہے...... اور گہری تہیں...... وہ گرم اور سیال ہیں اور ان پر زندگی قائم نہیں رہ سکتی اور زمین کی پرت کا سطحی حصّہ جس پر ہم رہتے ہیں...... یہ بہت باریک ہے...... بہت پتلا ہے......بمشکل 1 تا 30 میل...... کچھ حصّے موٹے ہیں اور زیادہ حصّے 1 تا 30 میل موٹے ہیں اور اس امر کے بہت زیادہ امکانات موجود ہیں کہ زمین کی بالائی سطح...... زمین کی پرت...... یہ کانپنے لگ جائے گی...... یہ فولڈنگ کا مظہر

قدرت ہے جو پہاڑوں کے سلسلے کو جنم دیتا ہے اور پہاڑ زمین کو استحکام بخشتے ہیں۔"

اور قرآن پاک سورۃ نبا...... سورۃ نمبر 78...... آیت نمبر 6 اور 7 میں فرماتا ہے کہ:

"کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا اور پہاڑوں کو میخیں۔"

قرآن پاک یہ نہیں فرماتا کہ:

"پہاڑوں کو بطور کھمبا پھینکا گیا...... پہاڑ بطور کھمبے......"

عربی لفظ "اوتاد" کا مطلب ہے...... خیمے کے کھونٹے...... خیمے کے "کلے"...... آج علم ارضیات کے جدید مطالعہ نے ہم پر یہ واضح کیا ہے کہ:

"پہاڑ گہری بنیادوں کے حامل ہیں۔"

اور یہ بھید 19 ویں صدی کے دوسرے نصف دورانیے کے دوران کھلا تھا اور پہاڑوں کا سطحی حصہ جو ہم دیکھتے ہیں...... جو ہمیں نظر آتا ہے وہ بہت کم فیصد کا حامل ہے...... پہاڑوں کا زیادہ حصہ زمین کے اندر واقع ہے...... بالکل ایک کھمبے کی موافق جسے زمین میں گاڑھا گیا ہو...... آپ محض مختصر حصہ زمین کے اوپر دیکھتے ہیں...... کثیر حصہ زمین کے اندر مخفی ہے۔

قرآن پاک سورۃ غاشیہ...... سورۃ نمبر 88...... آیت نمبر 19 اور سورۃ نازعات...... سورۃ نمبر 79...... آیت نمبر 32 میں فرماتا ہے کہ:

"اور پہاڑوں کو، کیسے قائم کیے گئے اور زمین کو کیسے بچھائی گئی۔"

(القرآن 19:88)

"اور پہاڑوں کو جمایا۔" (القرآن 32:79)

آج کل علم ارضیات اپنی ترقی کی بلندیوں پر ہے اور ڈاکٹر ولیم اس نظریے کی بات کر رہے ہیں جو 1960ء میں قائم ہوا تھا اور جواب متروک ہو چکا ہے۔

آج کل ماہر ارضیات یہ کہتے ہیں کہ:

"پہاڑ زمین کو استحکام بخشتے ہیں۔"

اگرچہ تمام تر ماہر ارضیات اس امر پر متفق نہیں ہیں مگر ان کی اکثریت اس امر پر متفق ہے۔

اس موضوع پر کوئی بھی ایسی مستند کتاب میری نظر سے گزری جو ڈاکٹر ولیم کیمپبل کے نظریے سے اتفاق کرتی ہو اور میں ڈاکٹر ولیم کیمپبل کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ایسی کوئی مستند کتاب منظر عام پر لائیں...... میں کسی ماہر ارضیات کے ساتھ ان کی ذاتی خط و کتابت پر یقین نہیں رکھتا کیونکہ وہ کوئی وقعت نہیں رکھتی...... ڈاکٹر کیتھ مور کے ساتھ ان کی ذاتی خط و کتابت...... دستاویزاتی ثبوت...... اور اگر آپ کتاب کا مطالعہ کریں...... "دی ارتھ" (زمین)...... جس کو تمام یونیورسٹیوں کی تائید حاصل ہے...... ارضیات کے میدان میں...... اس کتاب کے مصنفوں میں سے ایک مصنف کا نام ڈاکٹر فرانک پریس ہے...... وہ امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر کا مشیر تھا...... اور امریکی اکیڈیمی آف سائنس کا صدر بھی تھا...... وہ اپنی وہ کتاب میں تحریر کرتا ہے کہ:

"پہاڑ مثلث شکل یا چیز کے حامل ہیں...... یہ گہری بنیادوں کے بھی حامل ہیں۔"

وہ مزید کہتا ہے کہ:

"پہاڑوں کا کام زمین کو استحکام بخشنا ہے۔"

اور قرآن پاک درج ذیل مقامات پر فرماتا ہے:

- سورۃ انبیاء......سورۃ نمبر 21......آیت نمبر 31
- سورۃ لقمان......سورۃ نمبر 31......آیت نمبر 10
- سورۃ نحل......سورۃ نمبر 16......آیت نمبر 15

''اور زمین میں ہم نے لنگر ڈالے کہ انھیں لے نہ کانپے۔''

قرآن پاک میں یہ کہیں نہیں فرمایا گیا کہ:

''پہاڑ زلزلے سے بچاتے ہیں بلکہ قرآن پاک نے پہاڑوں کی تخلیق کا مقصد یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ زمین کو کانپنے سے بچاتے ہیں۔''

اور ڈاکٹر ولیم کیمپبل کہتے ہیں کہ:

''آپ نے دیکھا ہوگا کہ پہاڑی علاقوں میں اکثر زلزلے آتے ہیں اور پہاڑ ان زلزلوں کا باعث ثابت ہوتے ہیں۔''

یہ سب کچھ انھوں نے نہ صرف اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے بلکہ ابھی اپنی گفتگو میں بھی یہی کچھ کہا ہے۔ یہ نکتہ نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ:

''قرآن پاک میں کسی بھی مقام پر یہ نہیں فرمایا گیا کہ پہاڑ زلزلے سے بچاتے ہیں۔''

زلزلے کے لیے عربی لفظ...... جیسا کہ ڈاکٹر ولیم کیمپبل جانتے ہیں...... زلزلے کے لیے عربی لفظ ''زلزال'' یا ''زلزلہ'' استعمال ہوتا ہے۔ لیکن ان تمام تر آیات میں جو لفظ استعمال ہوا ہے...... ان تمام تر تینوں آیات میں جس کا حوالہ پیش کیا گیا ہے...... جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ ''تمید'' ہے ''تمید'' کا مطلب ہے ''کانپنا'' ...... اور قرآن پاک سورۃ لقمان...... سورۃ نمبر 31...... آیت نمبر 10 اور سورۃ نحل...... سورۃ نمبر 16...... آیت نمبر 15 میں فرماتا ہے کہ:

''اور زمین میں ہم نے لنگر ڈالے کہ انھیں لے نہ کانپے۔''

یہ لفظ ''تمید بکم'' کا مطلب ہے...... ''تمھارے ساتھ کانپنا'' ...... اس کا مطلب یہ ہے کہ:

"اگر پہاڑ نہ ہوتے...... اگر آپ چلتے...... اگر آپ حرکت کرتے...... حتیٰ کہ زمین بھی آپ کے ساتھ حرکت کرتی...... اگر آپ ہلتے جلتے تو زمین بھی آپ کے ساتھ ہلتی جھلتی۔"

اور ہم جانتے ہیں کہ جب ہم زمین پر چلتے ہیں تو زمین کانپتی نہیں...... اور اس کی وجہ یہ ہے...... ڈاکٹر فرانک پریس اور ڈاکٹر نجات کے بقول...... جس کا تعلّق سعودی عریبیہ سے ہے اور اس نے ایک مکمل کتاب تحریر کی ہے جس میں قرآن پاک کے علم ارضیات سے متعلّق نظریات بیان کیے گئے ہیں اور اس کی کتاب میں ان باتوں کا جواب موجود ہے جو ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے کی ہیں...... اور پوری تفصیل کے ساتھ جواب موجود ہے اور ڈاکٹر ولیم کیمپبل...... موصوف اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

"اگر پہاڑ زلزلے سے بچانے میں معاون ثابت ہوتے تو ان علاقوں میں زلزلے کیوں آتے جو پہاڑی سلسلوں کے قرب و جوار میں واقع ہیں...... جو پہاڑی علاقے کہلاتے ہیں۔"

میں نے پہلے بھی واضح طور پر بتایا ہے اور اب دوبارہ یاد دہانی کروا رہا ہوں کہ:

"قرآن پاک میں کسی بھی مقام پر یہ نہیں فرمایا گیا کہ پہاڑ زلزلے روکتے ہیں۔"

قرآن پاک سورۃ زلزال...... سورۃ نمبر 99 میں زلزلے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے لیکن یہاں قرآن پاک "تمید بکم" فرماتا ہے...... جس کا مطلب ہے کہ:

"زمین کو آپ کے سمیت کانپنے سے بچایا جا سکے۔"

اور اس بیان کے جواب میں کہ:

"اگر پہاڑ زلزلے سے بچاؤ میں معاون ثابت ہوتے ہیں تو پہاڑی علاقوں میں زلزلے کیوں آتے ہیں؟"

یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ:

''اگر میں یہ کہوں کہ ڈاکٹر...... انسانوں کو بیماریوں سے بچاتے ہیں اور کوئی یہ دلیل پیش کرے کہ:

اگر ڈاکٹر انسانوں کو بیماریوں سے بچاتے ہیں تو پھر اسپتالوں میں کیوں زیادہ بیمار لوگ پائے جاتے ہیں اگر چہ وہاں پر زیادہ ڈاکٹر موجود ہوتے ہیں...... گھر کی نسبت زیادہ ڈاکٹر موجود ہوتے ہیں...... جبکہ گھر میں کوئی ڈاکٹر موجود نہیں ہوتا۔''

علم بحر (سمندروں کا علم) کے میدان میں قرآن پاک سورۃ فرقان...... سورۃ نمبر 25...... آیت نمبر 53 میں فرماتا ہے کہ:

''وہی ہے جس نے ملے ہوئے رواں کیے دو سمندر یہ میٹھا ہے نہایت شیریں اور یہ کھاری ہے نہایت تلخ اور ان کے بیچ میں پردہ رکھا اور روکی ہوئی آڑ۔''

قرآن پاک سورۃ رحمٰن...... سورۃ نمبر 55...... آیت نمبر 19 اور 20 میں فرماتا ہے کہ:

''اس نے دو سمندر بہائے دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے اور ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر چڑھ نہیں سکتا۔''

قرآن پاک کے قدیم تبصرہ نگار حیران تھے کہ:

''قرآن پاک کے اس فرمان مبارک کا کیا مطلب ہے؟''

ہم میٹھے اور نمکین پانی کے بارے میں تو جانتے ہیں...... لیکن ان کے بیچ پردہ...... اور آڑ...... کیا مطلب؟ اگر چہ وہ ملے ہوئے ہیں لیکن وہ آپس میں باہم یکجا نہیں ہوتے...... باہم آمیز نہیں ہوتے۔

آج علم بحر ترقی کی منازل طے کر چکا ہے اور ہم جان چکے ہیں کہ:

"جب ایک قسم کا پانی دوسرے قسم کے پانی میں بہتا ہے تو وہ اپنے خواص (اپنے اجزا اپنا عنصر) کھو بیٹھتا ہے اور اس پانی کی خصوصیات کا حامل بن جاتا ہے جس میں وہ بہتا ہے اور اس عمل درآمد کے لیے درمیانی جگہ موجود ہے جسے قرآن پاک نے "برزخ" فرمایا ہے...... ان دیکھی روک۔"

اور کئی ایک سائنس دان درج بالا نظریے کے ساتھ متفق ہیں حتیٰ کہ امریکی سائنس دان بھی...... ایک امریکی ماہر جس کا نام (Dr.Hay) ہے...... وہ علم بحر کا ماہر ہے...... وہ بھی اس نظریے کے ساتھ متفق ہے...... اور ڈاکٹر ولیم کیمپبل اپنی کتاب میں تحریر کرتا ہے کہ:

"یہ ایک مشاہداتی بات ہے...... اس دور کے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور مبارک کے) ماہی گیر یہ جانتے تھے کہ پانی دو اقسام کا حامل ہے...... نمکین اور میٹھا...... لہٰذا پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شام کے خلاف مہم کے دوران...... وہ سمندر پر تشریف لے گئے ہوں گے...... یا انھوں نے ان ماہی گیروں سے پوچھ لیا ہوگا۔"

لہٰذا میٹھا اور نمکین پانی ایک مشاہداتی بات ہے...... چلیں میں مان لیتا ہوں...... لیکن لوگ یہ نہیں جانتے تھے کہ:

"ان کے درمیان اَن دیکھی روک بھی موجود ہے۔"

حتیٰ کہ حال میں بھی لوگ یہ نہیں جانتے تھے۔

یہاں پر جو سائنسی اہمیت کا حامل قابل غور نکتہ ہے وہ "برزخ" ہے...... میٹھا اور نمکین پانی نہیں ہے۔

جنین کے بارے میں...... اس میدان میں...... ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے اپنا نصف خطاب اس موضوع کی نذر کیا ہے۔ وقت مجھے اس امر کی اجازت نہیں دے گا کہ میں ہر اس چھوٹی چھوٹی بات کا بھی جواب دوں جو بے تکی اور غیر منطقی ہے...... میں محض مختصر جواب دوں گا جو کہ انشاء اللہ تسلی بخش اور اطمینان بخش ثابت ہوگا اور مزید تفصیلات کے لیے آپ میری ویڈیو کیسٹ بہ عنوان:

''قرآن اور جدید سائنس''

سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ میری کیسٹ بہ عنوان:

''قرآن اور طبی سائنس''

سے بھی استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔

عربوں کا ایک گروپ ایسا تھا جنھوں نے قرآن پاک سے وہ تمام تر مواد اکٹھا کیا جو جنین کے بارے میں تھا...... انھوں نے اس موضوع پر احادیث مبارکہ کا مواد بھی اکٹھا کیا...... انھوں نے یہ تمام تر مواد پروفیسر کیتھ مور کو پیش کر دیا جو کہ اس میدان سے وابستہ محکمے کا چیئرمین اور ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ تھا...... وہ ٹورنٹو یونیورسٹی کینیڈا میں خدمات سرانجام دے رہا تھا...... آج کل وہ اسی میدان میں ایک نامور سائنس دان کے طور پر مشہور ہے۔ اس نے اس موضوع پر قرآن پاک کے فرمودات کے تراجم پڑھے اور جب وہ ان تراجم کو پڑھ چکا تب اسے ان پر تبصرہ کرنے کے لیے کہا گیا اور اس نے جواب میں کہا کہ:

''قرآن پاک اور صحیح احادیث مبارکہ میں فراہم کی گئی بہت سی معلومات اس میدان میں جدید انکشافات اور جدید دریافتوں کے عین مطابق پائی گئی ہیں اور دونوں میں (قرآن پاک۔ احادیث مبارکہ کے فرمودات اور جدید تحقیق) کوئی اختلاف نہیں

پایا جاتا۔“

اس نے مزید کہا کہ:

”تاہم کچھ آیات مبارکہ ایسی بھی ہیں (اگرچہ وہ تعداد میں چند ایک ہیں) جن کے بارے میں میں نہ تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ درست ہیں اور نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ غلط ہیں...... کیونکہ میں بذات خود اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“

اور یہ دو آیات قرآن پاک کی نازل ہونے والی پہلی دو آیات تھیں......سورۃ علق یا سورۃ اقراء......سورۃ نمبر 96......آیات نمبر 1 اور 2:

”پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔“

یعنی کسی ایسی چیز سے آدمی کو بنایا جو چپک جاتی ہے...... جونک کی طرح کا ایک عنصر......ڈاکٹر ولیم کیمپبل کا یہ بیان کہ:

”ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اس وقت کیا معانی رائج تھے جبکہ قرآن پاک نازل ہوا تھا۔“

اور اس نے درست کہا ہے کہ:

”معانی کا تجزیہ کرنے کی غرض سے ہمیں اس وقت کے رائج معانی کا تجزیہ سرانجام دینا چاہیے جس وقت قرآن پاک نازل ہوا تھا...... اور ان لوگوں کا بھی تجزیہ کرنا چاہیے جن سے قرآن پاک مخاطب تھا۔“

جہاں تک بائیبل کے بارے میں ڈاکٹر ولیم کیمپبل کے بیان کا تعلّق ہے تو میں اس سلسلے میں اس کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں...... کیونکہ بائیبل محض اسرائیلیوں کے

لیے تھی اور اس مخصوص دورانیے کے لیے تھی۔ میتھیو کی انجیل میں درج ہے...... سورۃ نمبر 10...... آیات نمبر 5 اور 6...... یسوع مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا کہ:

''بے دینوں کی راہ مت اختیار کرو۔''

بے دین کون ہیں؟...... غیر یہودی...... ہندو...... مسلمان...... لیکن حضرت مسیح علیہ السلام اور بائیبل اسرائیل کے لیے مخصوص تھے...... لہٰذا بائیبل کا تجزیہ کرنے کے لیے آپ کو الفاظ کے وہی معانی استعمال کرنے ہوں گے جو اس وقت رائج تھے لیکن قرآن پاک محض اس دور کے عربوں کے لیے مخصوص نہ تھا...... قرآن محض مسلمانوں کے لیے مخصوص نہیں ہے...... بلکہ قرآن تمام انسانیت کے لیے مخصوص ہے اور یہ قیامت تک رائج رہے گا۔

- قرآن پاک سورۃ ابراہیم...... سورۃ نمبر 14...... آیت نمبر 52
- سورۃ البقرہ...... سورۃ نمبر 2...... آیت نمبر 185
- سورۃ زمر...... سورۃ نمبر 39...... آیت نمبر 41

میں فرماتا ہے کہ:

''قرآن پاک تمام تر انسانیت کے لیے ہدایت اور رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔''

اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض مسلمانوں یا عربوں کے لیے مبعوث نہیں فرمائے گئے تھے...... اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی سورۃ انبیاء...... سورۃ نمبر 21...... آیت نمبر 107 میں فرماتا ہے کہ:

''اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔''

لہٰذا جہاں تک قرآن پاک کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں آپ اس کے معانی اس دور تک محدود نہیں رکھ سکتے جس دور میں یہ نازل ہوا تھا کیونکہ یہ قیامت تک رائج

رہے گا۔ لہٰذا ''علقہ'' کے ایک معانی ہیں...... جونک کی طرح کا کوئی عنصر...... یا ایسی کوئی شے جو چپک جاتی ہے...... لہٰذا پروفیسر کیتھ مور نے کہا کہ:

''میں نہیں جانتا کہ کیا جنین کا ابتدائی مرحلہ جونک کی طرح کا کوئی عنصر ہوتا ہے اور وہ اپنی لیبارٹری چلا آیا اور اس نے جنین کے ابتدائی مرحلے کا تجزیہ سرانجام دیا...... ایک مائیکروسکوپ کے ہمراہ اور جونک کی فوٹو کے ساتھ اس کا موازنہ دونوں میں حد درجہ مشابہت پا کر ازحد حیران ہوا۔''

جونک کی یہ فوٹو اور انسانی جنین کی یہ فوٹو جو ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے آپ کو دکھائی ہے وہ تصویر کا ایک دوسرا رخ ہے۔ اگر میں آپ کو یہ کتاب دکھاؤں...... یہ ایک مستطیل دکھائی دے گی...... اور اگر میں آپ کو یہ کتاب اس طرح دکھاؤں تو یہ ایک مختلف تناظر ہوگا۔ یہ تصویر کتاب میں دی گئی ہے...... جو تصویر آپ نے سلائیڈ میں دیکھی ہے وہ بھی کتاب میں موجود ہے...... اور میں انشاء اللہ اس کے ساتھ پورا پورا انصاف کروں گا۔

پروفیسر کیتھ مور سے اس سلسلے میں تقریباً 80 سوالات پوچھے گئے تھے۔ سوالات کے جوابات دینے کے بعد اس نے کہا کہ:

''اگر آپ یہی 80 سوالات مجھ سے 50 برس قبل پوچھتے...... تو میں ان میں سے 50 فیصد سوالات کے جوابات دینے میں ناکام رہتا...... کیونکہ اس میدان میں حالیہ 30 برسوں کے دوران ترقی ہوئی ہے۔''

اس نے 1980ء کی دہائی میں یہ بات کہی تھی...... ڈاکٹر کیتھ مور کا یہ بیان بھی دستیاب ہے...... اس کی ویڈیو کیسٹ بھی دستیاب ہے...... تو آپ ڈاکٹر کیمپبل کی

اس کے ساتھ ذاتی گفتگو پر یقین کریں گے یا اس بات پر یقین کریں گے جو اس کتاب میں درج ہے...... اور اس میں وہ تصویر بھی موجود ہے جو میں نے آپ کو دکھائی ہے...... اور ویڈیو کیسٹ جو یہاں پر بھی دستیاب ہے۔ آپ اس میں بھی دیکھ سکتے ہیں...... اس نے یہ بیانات دیے ہیں...... لہٰذا آپ نے یہ انتخاب کرنا ہے کہ کون سا امر منطقی ہے...... اس کی ڈاکٹر ولیم کیمپبل کے ساتھ ذاتی گفتگو یا ویڈیو پر اس کا بیان میں نے جو کہا تھا کہ:

''چاند روشنی کا عکس ہے...... یہ روشنی منعکس کرتا ہے۔''

اس کا سو فیصد ثبوت میرے ویڈیو میں موجود ہے...... میں اس موضوع پر بعد میں بات کروں گا...... اور اس نے جو فاضل معلومات اس نے قرآن اور احادیث سے حاصل کیں...... یہ مابعد اس کتاب میں شامل کی گئی تھیں...... ''انسانی نشوونما''...... اس کتاب کے تیسرے ایڈیشن کو انعام سے نوازا گیا تھا...... یہ کسی بھی واحد مصنف کی تحریر کردہ اس سال کی بہترین طبی کتاب قرار دی گئی تھی...... یہ اسلامک ایڈیشن ہے جو شیخ عبدالماجد الزندانی نے پیش کیا تھا اور کیتھ مور نے بذات خود اس کی تصدیق کی تھی۔

قرآن پاک کم از کم گیارہ مقامات پر یہ ذکر فرماتا ہے کہ:

''انسان کی تخلیق نطفے سے فرمائی گئی ہے۔''

نطفے کا مطلب ہے سیال مواد کی معمولی مقدار...... مثلاً وہ مقدار جو چائے کا کپ ختم کرنے کے بعد اس کے پیندے میں موجود رہتی ہے...... اس کا ذکر قرآن پاک کی مختلف آیات مبارکہ میں آیا ہے...... مثلاً

- 5:22
- 13:23

- ❁ 4:16
- ❁ 37:18
- ❁ 11:35
- ❁ 37:36
- ❁ 67:40
- ❁ 46:53
- ❁ 37:75
- ❁ 2:76
- ❁ 19:80

آج ہم یہ جان چکے ہیں کہ ایک مرتبہ کے انزال میں لاکھوں بیضے (Sperms) موجود ہوتے ہیں...... عورت کو بار آور کرنے کے لیے محض ایک ہی مردانہ بیضہ درکار ہوتا ہے اور اسی بیضے کو قرآن پاک ''نطفہ'' کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔

قرآن پاک سورۃ سجدہ...... سورۃ نمبر 32...... آیت نمبر 8 میں فرماتا ہے کہ:

''پھر اس کی نسل رکھی ایک بے قدر پانی کے خلاصہ سے۔''

یعنی انسان کی بنیاد ''سُلٰلَۃٍ'' سے رکھی گئی...... جو تمام تر پانی کا بہترین حصہ ہے...... بہتر جزو ہے...... اس کا خلاصہ ہے...... اس کا جوہر ہے۔

اور قرآن پاک سورۃ دھر...... سوۃ نمبر 76...... آیت نمبر 2 میں فرماتا ہے کہ:

''بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے۔''

''نطفۃِ امشاج''...... یعنی ملی ہوئی منی سے...... یہ مردانہ بیضہ اور بیضہ النساء (زنانہ بیضہ) دونوں کو ظاہر کرتا ہے...... بار آوری کے لیے...... ایک حمل کے لیے دونوں ضروری ہوتے ہیں...... قرآن پاک جنین کے کئی مراحل انتہائی تفصیل کے

ساتھ بیان کرتا ہے۔ جن میں سے کچھ مراحل کی سلائیڈ آپ کو دکھائی گئی تھی...... ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے اس موضوع کو مکمل کرنے میں میری معاونت سرانجام دی ہے۔

قرآن پاک سورۃ مؤمنون......سورۃ نمبر 23......آیات نمبر 12 تا 14 میں فرماتا ہے کہ:

''اور بے شک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا پھر اسے پانی کی بوند کیا (نطفہ) ایک مضبوط ٹھہراؤ (قرار مکین) پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک (علقہ) کیا۔ پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی (مضغۃ)۔ پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں (عظٰما)۔ پھر ان ہڈیوں کو گوشت (لحم) پہنایا۔ پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔''

قرآن پاک کی یہ تین آیات جنین کے مختلف مراحل کو تفصیل کے ساتھ بیان فرماتی ہیں...... پہلے نطفہ جسے محفوظ ٹھہراؤ میں رکھا گیا......پھر اس کا ''علقہ'' بنایا......''علقہ'' کے تین معانی ہیں:

(i) کچھ اس طرز کی شے جو چپک جاتی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ ابتدائی مرحلہ ہوتا ہے......جنین رحم مادر کی دیوار کے ساتھ چپک جاتا ہے اور آخر وقت تک چپکا ہی رہتا ہے۔

(ii) اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ جونک کی طرز کا ایک عنصر اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ ابتدائی مراحل میں جنین ایک جونک کی طرز کا حامل دکھائی دیتا ہے۔ جونک کی طرز کا دکھائی دینے کے علاوہ اس کا عمل درآمد بھی جونک جیسا ہی ہوتا ہے جو خون کی فراہمی اپنی ماں سے حاصل کرتا

ہے...... ایک جونک کی طرح خون چوستا ہے۔

(iii) اور تیسرا مطلب جس پر ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے اعتراض کیا ہے...... وہ درست مطلب ہے...... خون کی پھٹک...... ڈاکٹر ولیم کیمپبل اس سے اتفاق نہیں کرتا...... وہ کہتا ہے کہ یہ کیسے خون کی پھٹک ہو سکتا ہے...... اور اگر یہ خون کی پھٹک ہو سکتا ہے...... تب قرآن پاک غلط فرماتا ہے (نعوذ باللہ)...... مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہو رہا ہے کہ قرآن پاک غلط نہیں فرماتا بلکہ ڈاکٹر ولیم کیمپبل غلط کہتا ہے...... کیونکہ آج...... آج کل جبکہ اس میدان میں قابل قدر ترقی ہو چکی ہے...... حتیٰ کہ ڈاکٹر کیتھ مور...... وہ کہتا ہے کہ:

> ''ابتدائی مراحل میں...... جنین...... جونک کی طرح دکھائی دینے کے علاوہ خون کی پھٹک بھی دکھائی دیتا ہے...... کیونکہ ابتدائی مراحل میں...... ''علقہ'' کے ابتدائی مراحل میں...... تین تا چار ہفتے...... خون بند شریانوں میں منجمد ہوتا ہے۔''

اور ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے اس کو میرے لیے آسان بنا دیا ہے...... انھوں نے آپ کو ایک سلائیڈ دکھائی ہے...... آپ کو اسے دیکھنے میں دقت درپیش ہوگی۔ لیکن یہ وہ سلائیڈ ہے جو انھوں نے آپ کو دکھائی ہے...... اور یہ ہو بہو وہی ہے جو پروفیسر کیتھ مور نے کہا ہے کہ:

> ''خون کی پھٹک دکھائی دیتا ہے...... جس میں خون بند شریانوں میں منجمد ہے...... جما ہوا ہے...... اور جنین کے تیسرے ہفتے کے دوران خون کا عمل سرانجام نہیں پاتا...... یہ بعد میں سرانجام پانا شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ خون کی پھٹک کی شکل اختیار کر لیتا ہے...... منجمد خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور اگر اس مرحلے پر

اسقاط حمل ہو جائے تو یہ خون کی ایک پھٹک دکھائی دیتا ہے......

جما ہوا یا منجمد خون دکھائی دیتا ہے۔"

ڈاکٹر ولیم کیمپبل کے تمام تر الزامات کا جواب محض ایک سطر میں دینا ممکن ہے وہ یہ کہ:

"قرآن پاک میں جنین کے جو مراحل بیان فرمائے گئے ہیں وہ ظہور پذیر ہونے پر بنیاد کرتے ہیں......ظہور پذیری...... پہلے "علقہ" ظہور پذیر ہوتا ہے...... جونک کی طرح کی کوئی شے...... یا خون کی پھٹک...... یا جما ہوا (منجمد) خون......"

اور ڈاکٹر کیمپبل نے درست کہا ہے کہ کچھ خواتین ان کے پاس آتی ہیں اور کہتی ہیں کہ:

"براہ مہربانی خون کے اس انجماد کو دور کر دیں۔"

"یہ خون کی پھٹک ہی دکھائی دیتا ہے اور یہ مراحل ظہور پذیر ہونے پر بنیاد کرتے ہیں۔ یہ کسی ایسی شے سے تخلیق پاتا ہے جو خون کی پھٹک کی طرح دکھائی دیتی ہے...... ایک جونک کی طرح دکھائی دیتی ہے اور یہ کچھ ایسی شے بھی ہوتی ہے جو چپک جاتی ہے۔"

اس کے بعد قرآن پاک فرماتا ہے کہ:

"ہم نے "علقہ" سے "مضغہ" بنایا جس کا مطلب ہے کہ ایسی چیز جو چبائی گئی ہو (جس پر دانتوں کے نشان موجود ہوں)"

پروفیسر کیتھ نے پلاسٹک سیل کا ایک ٹکڑا لیا اور اس کو "مضغہ" کی شکل دینے کے لیے اپنے دانتوں کے درمیان چبایا...... اس کے بعد اس نے جنین کے ابتدائی مراحل کی تصاویر کے ساتھ اس کو ملایا اور دانتوں کے نشان ہو بہو اس کے

مشابہہ پائے گئے۔

ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے کہا کہ:

"جب "علقہ"...... "مضغہ" بن جاتا ہے تو وہ ہنوز چپکا رہتا ہے...... اور یہ ساڑھے آٹھ ماہ تک چپکا رہتا ہے...... لہٰذا قرآن پاک غلط فرماتا ہے (نعوذ باللہ)"

میں نے آغاز میں ہی آپ کو بتایا تھا کہ قرآن پاک ظہور پذیری بیان فرما رہا ہے...... جونک کی طرز کی ظہور پذیری...... اور خون کی پھٹک جیسی ظہور پذیری...... کسی چبائی گئی شے جیسی ظہور پذیری میں تبدیل ہو جاتی ہے...... یہ آخر تک ہی چپکی رہتی ہے...... اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہے...... لیکن مراحل کو ظہور پذیری میں منقسم کیا گیا ہے...... کارکردگی اور کارگزاری میں منقسم نہیں کیا گیا ہے...... کارکردگی اور کارگزاری میں منقسم نہیں کیا گیا...... مابعد قرآن پاک فرماتا ہے کہ:

"ہم نے "مضغہ" کو "عظٰما" میں تبدیل کر دیا۔ تب ہڈیوں کو گوشت پہنایا گیا۔"

ڈاکٹر کیمپبل نے کہا...... اور میں اس کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں...... کہ گوشت اور کرکری ہڈیاں...... ہڈیاں...... وہ اکٹھے نشو و نما پاتے ہیں...... میں اس امر سے اتفاق کرتا ہوں...... آج اس میدان کا جدید علم ہمیں یہ بتاتا ہے کہ گوشت اور ہڈیاں اکٹھے نشو و نما پاتی ہیں...... اور یہ نشو و نما 25 ویں اور 40 ویں دن کے دوران آغاز پذیر ہوتی ہے...... اور اسی مرحلے کو قرآن پاک "مضغہ" کے حوالے سے بیان فرماتا ہے...... لیکن یہ ابھی نشو و نما کی تکمیل تک نہیں پہنچی ہوتیں...... مابعد 7 ویں ماہ کے خاتمے کے بعد جنین انسانی شکل پاتا ہے...... تب ہڈیاں تشکیل پاتی ہیں۔

آج کا جدید علم یہ کہتا ہے کہ:

''42 ویں دن کے بعد ہڈیاں بننا شروع ہوتی ہیں اور جنین کی شکل وصورت کسی قدر ایک ڈھانچے کے موافق ہو جاتی ہے اس مرحلے میں اگرچہ ہڈیاں بننا شروع ہو جاتی ہیں لیکن گوشت بننا شروع نہیں ہوتا...... مابعد 7 ویں ہفتے کے بعد اور 8 ویں ہفتے سے آغاز پر گوشت بننا شروع ہوتا ہے۔''

لہٰذا قرآن پاک درست فرماتا ہے کہ:

''پہلے ''علقہ''...... پھر ''مضغہ''...... پھر ''عظما''...... اس کے بعد گوشت کا پہنایا جانا...... اور جب یہ مراحل سرانجام پا جاتے ہیں قرآن پاک کی وضاحت درست ثابت ہو جاتی ہے۔''

جیسا کہ پروفیسر کیتھ مور نے کہا ہے کہ:

''مراحل...... جو اس میدان کے جدید علم میں بیان کیے گئے ہیں...... یعنی مرحلہ نمبر 1-2-3-4-5...... یہ مراحل گمراہ کن ہے اور پریشان کن ہیں جبکہ قرآن پاک نے جنین کے جو مراحل بیان فرمائے ہیں وہ ظہور پذیری اور شکل وصورت پر بنیاد کرتے ہیں...... وہ بہت بہتر اور برتر ہیں......'' (الحمدللہ)

اس نے مزید کہا کہ:

''مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی اعتراض نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور قرآن پاک کلام الٰہی ہے۔''

قرآن پاک کی سورۃ النساء...... سورۃ نمبر 4...... آیت نمبر 56 میں ''درد'' کے بارے میں بیان فرمایا گیا ہے۔ پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا...... ڈاکٹروں کی یہ رائے تھی کہ درد محسوس کرنے کا تعلق دماغ سے ہے۔ لیکن آج ہم پر یہ انکشاف ہو چکا ہے کہ:

"ہماری جلد میں بھی درد محسوس کرنے کی حس موجود ہے۔"

قرآن پاک سورۃ النساء......سورۃ نمبر 4......آیت نمبر 56 میں فرماتا ہے کہ:

"جنھوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے۔ جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انھیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ چکھیں۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔"

قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ یہ ظاہر کرتی ہے کہ:

"جلد میں کچھ ایسی شے موجود ہے جو درد کا احساس دلانے کی ذمہ دار بنتی ہے۔"

قرآن پاک کا اشارہ "درد محسوس کرنے کی حس" کی جانب ہے۔ پروفیسر تاجاسن...... ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ (علم تشریح الاعضاء)...... چیانگ مائی یونیورسٹی...... تھائی لینڈ......اس پروفیسر نے جلد کی درد محسوس کرنے کی حس کے ضمن میں بہت زیادہ تحقیق سرانجام دی تھی۔ دراصل اسے اس امر پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ قرآن پاک نے اس حقیقت کا انکشاف 1400 برس قبل کر دیا تھا۔ مابعد اس نے قرآن پاک کی اس مخصوص آیت مبارکہ کے ترجمے کی تصدیق کی۔

پروفیسر موصوف قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کی سائنسی تصحیح سے اس قدر متاثر ہوا کہ:

8 ویں سعودی میڈیکل کانفرنس...... ریاض میں منعقد ہو رہی تھی۔ اس کانفرنس کا موضوع تھا کہ:

"قرآن مبارک اور سنت مبارک میں سائنسی نشانات۔"

اس کانفرنس میں پروفیسر موصوف نے بڑے فخر کے ساتھ یہ

اقرار کیا کہ:

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ کے رسول ہیں۔

میں نے اپنی گفتگو کا آغاز قرآن پاک کی سورۃ حٰم السجدہ...... سورۃ نمبر 41...... آیت نمبر 53 سے کیا تھا۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

"ابھی ہم انھیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔"

محض یہی ایک آیت ڈاکٹر تاجاسن کو یہ ثابت کرنے کے لیے کافی تھی کہ:

"قرآن پاک کلام الٰہی ہے۔"

کچھ لوگوں کو دس آیات درکار ہوں گی...... کچھ لوگوں کو 100 آیات درکار ہوں گی...... اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو 1000 آیات کے بعد بھی حق کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوں گے۔

ایسے لوگوں کو قرآن پاک سورۃ البقرہ...... سورۃ نمبر 2...... آیت نمبر 18 میں فرماتا ہے کہ:

"بہرے، گونگے، اندھے تو وہ پھر آنے والے نہیں۔"

یعنی یہ لوگ سمجھنے والے نہیں ہیں اور سیدھے راستے پر چلنے والے نہیں ہیں۔

بائبل بھی کچھ اسی قسم کا ذکر بیان کرتی ہے...... میتھیو کی انجیل...... سورۃ نمبر 13...... آیت نمبر 13 میں بائبل بیان کرتی ہے کہ:

"وہ سنتے نہیں...... دیکھتے نہیں اور نہ ہی یہ لوگ سمجھیں گے۔"

اور جہاں تک جنین کے بارے میں دیگر مباحث کا تعلق ہے تو انشاء اللہ میں انھیں اپنی جوابی تقریر میں اپنا موضوع بناؤں گا بشرطیکہ وقت نے اجازت دی...... میں نے اس موضوع کے دیگر حصوں کے ساتھ بھی انصاف کرنا ہے...... ''وہ حصہ ہے بائیبل سائنس کی روشنی میں'' آغاز میں میں آپ کو یہ باور کروانا چاہوں گا کہ قرآن پاک سورۃ رعد...... سورۃ نمبر 13 ...... آیت نمبر 38 میں فرماتا ہے کہ:

''ہم نے بہت سی الہامی کتب نازل کیں۔''

لیکن قرآن پاک میں نام لے کر محض 4 الہامی کتب کا ذکر فرمایا گیا ہے:

- تورات
- زبور
- انجیل
- قرآن پاک
- تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی گئی
- زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل فرمائی گئی
- انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی گئی
- قرآن پاک آخری اور حتمی الہامی کتاب جو آخری اور حتمی رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمائی گئی۔

میں ایک وضاحت پیش کرنا چاہوں گا...... میں ہر ایک فرد پر یہ واضح کرنا چاہوں گا کہ:

''وہ بائیبل جس کے بارے میں عیسائی یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ کلام الٰہی ہے...... یہ بائیبل وہ ''انجیل'' نہیں ہے جس پر مسلمان ایمان رکھتے ہیں اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی

تھی...... موجود بائیبل ہماری نظروں میں...... عین ممکن ہے کہ
اس میں کسی قدر کلام الٰہی بھی موجود ہو لیکن اس میں کئی اقسام
کے کلام کی شمولیت کی گئی ہے...... اس میں تاریخ دانوں کا کلام
بھی شامل ہے...... اصلاح کاروں کا کلام بھی شامل ہے......
پیغمبران کا کلام بھی شامل ہے...... اس میں کئی ایک سائنسی
خامیاں بھی موجود ہیں۔"

اگر بائیبل میں کچھ سائنسی نکات موجود ہیں...... تو یہ شک و شبہے سے بالاتر نہیں ہیں...... کیوں نہیں ہیں؟...... یہ کلام الٰہی کا حصّہ بھی ہو سکتے ہیں لیکن سائنسی خامیوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟...... اس کے غیر سائنسی حصّے کے بارے میں کیا رائے ہے؟ کیا آپ اس کو خدا کے ساتھ منسوب کر سکتے ہیں؟

میں اپنے عیسائی بھائیوں اور بہنوں پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ:

"بائیبل اور سائنس" پر میری گفتگو سے میری مراد ان کے
جذبات کو ٹھیس پہنچانا نہیں ہے...... اگر اپنی گفتگو کے دوران
نادانستگی میں میں کسی کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا باعث بنوں
تو میں اس کے لیے آپ سے پیشگی معذرت خواہ ہوں۔"

اس وضاحت سے میرا مقصد یہ ہے کہ:

"کلام الٰہی میں سائنسی غلطیوں کا کوئی احتمال نہیں ہو سکتا۔"

جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:

"سچائی کی تلاش کرو...... ہمارے پاس پرانی انجیل بھی ہے......
اور نئی انجیل بھی ہے...... اب آپ کو آخری اور حتمی کتاب کی
پیروی کرنی چاہیے جو کہ قرآن پاک ہے۔"

جہاں تک ڈاکٹر ولیم کیمپبل کا تعلق ہے...... میں ان کے ساتھ زیادہ آزادانہ تبادلہ خیال کر سکتا ہوں...... کیونکہ انھوں نے کتاب بھی تحریر کر رکھی ہے بہ عنوان:

"قرآن اور بائیبل ...... تاریخ اور سائنس کی روشنی میں"

اور انھوں نے اپنا خطاب بھی پیش کیا ہے...... اور وہ ایک طبی ڈاکٹر بھی ہیں...... میں ان کے ساتھ بہت رسمی رویہ روا نہیں رکھ سکتا...... جہاں تک دیگر مسیحی برادری کا تعلق ہے...... میں ان سے اس امر پر پیشگی معذرت خواہ ہوں اگر دوران خطاب نادانستگی میں میری طرف سے ان کے جذبات کو کسی قسم کی ٹھیس پہنچے...... میں اس سلسلے میں ان سے پیشگی معذرت خواہ ہوں۔

آیئے ہم یہ تجزیہ کریں کہ بائیبل جدید سائنس کے بارے میں کیا کہتی ہے۔

پہلے ہم فلکیات (علم ہیئت) کے موضوع پر بات کرتے ہیں۔

بائیبل کائنات کی تخلیق کے بارے میں کہتی ہے کہ:

"آغاز میں...... پہلی کتاب...... بائیبل کی پہلی کتاب (بک آف جینیس)...... باب اوّل......"

یہ کہتی ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق چھ دنوں میں فرمائی...... اور یہ رات اور دن کا حوالہ بھی دیتی ہے...... یعنی 24 گھنٹے کے دن کا حوالہ پیش کرتی ہے۔"

آج سائنس دان ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ:

"اس کائنات کی تخلیق چھ دنوں میں ممکن نہیں جبکہ وہ دن بھی 24 گھنٹے فی دن پر محیط ہو۔"

❁ قرآن پاک بھی چھ "ایام" کی بات کرتا ہے...... اس عربی لفظ کی واحد

''یوم'' ہے...... اور یہ 24 گھنٹوں پر بھی محیط ہو سکتا ہے اور یہ ایک بہت لمبے دورانیے پر بھی محیط ہو سکتا ہے...... ایک یوم...... ایک دور...... عصر یا عہد...... سائنس دان یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس امر کو ماننے میں کوئی اعتراض نہیں...... کہ اس دنیا کی تخلیق چھ یوم میں فرمائی گئی تھی لیکن یہ چھ یوم 24 گھنٹے فی یوم نہیں بلکہ ایک لمبے دورانیے فی یوم پر محیط تھے۔

- بائبل...... بائبل کی پہلی کتاب...... سورۃ نمبر 1...... آیت نمبر 3 اور 5 میں بیان کرتی ہے کہ:

''روشنی کی تخلیق پہلے روز فرمائی گئی تھی...... روشنی کے ذرائع ستارے اور سورج وغیرہ چوتھے روز تخلیق فرمائے گئے تھے۔''

روشنی کے ذرائع کیسے چوتھے روز تخلیق فرمائے جا سکتے ہیں؟...... پہلے دن روشنی کہاں سے میسر آئی تھی؟ یہ غیر سائنسی جواز ہے۔

- بائبل...... بائبل کی پہلی کتاب...... مزید کہتی ہے کہ:

''زمین کو تیسرے دن تخلیق فرمایا گیا تھا۔''

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ:

''زمین کی عدم موجودگی میں آپ رات اور دن سے کیسے متعارف ہو سکتے ہیں؟''

دن زمین کی گردش کا مرہونِ منت ہے...... جب زمین ہی موجود نہ ہوگی تو آپ کو رات کیسے میسر آئیں گے؟

- بائبل کی پہلی کتاب سورۃ نمبر 1...... آیات نمبر 9 تا 13 کہتی ہے کہ:

''زمین کی تخلیق تیسرے دن فرمائی گئی تھی۔''

- یہی بائبل سورۃ نمبر 1...... آیات نمبر 14 تا 19 کہتی ہے کہ:

"سورج اور چاند چوتھے روز تخلیق فرمائے گئے تھے۔"

آج سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ:

"زمین سورج کا ایک حصّہ ہے...... یہ سورج سے پہلے تخلیق نہیں پا سکتی۔"

یہ جواز بھی غیر سائنسی ہے۔

- بائیبل کی پہلی کتاب سورۃ نمبر 1...... آیات نمبر 11 تا 13 کہتی ہے کہ:

"نباتات وغیرہ کی تخلیق تیسرے دن فرمائی گئی تھی۔"

اور یہی بائیبل کہتی ہے (سورۃ نمبر 1...... آیات نمبر 14 تا 19) کہ:

"سورج کی تخلیق چوتھے روز فرمائی گئی تھی۔"

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ:

- سورج کی روشنی کے بغیر نباتات کس طرح وجود پذیر ہو سکتے ہیں؟
- سورج کی روشنی کے بغیر وہ کس طرح زندہ رہ سکتے ہیں؟
- یہی بائیبل سورۃ نمبر 1...... آیت نمبر 16 میں کہتی ہے کہ:

"خدا نے دو روشنیاں تخلیق فرمائیں...... بڑی روشنی...... سورج...... دن پر حکمرانی کرنے کے لیے...... اور چھوٹی (کم) روشنی چاند...... رات پر حکمرانی کرنے کے لیے۔"

اس آیت کا حقیقی ترجمہ...... اگر آپ عبرانی زبان (یہودی زبان) میں اس مواد کو دیکھیں...... اس کا مطلب ہے "چراغ"...... چراغ جو اپنی روشنی کے حامل ہیں...... اور اگر آپ دونوں آیات یعنی آیت نمبر 16 اور 17 کا اکٹھا مطالعہ کریں تو آپ زیادہ بہتر نتیجے تک پہنچ سکتے ہیں...... آیت نمبر 17 کہتی ہے کہ:

"خدا تعالیٰ نے انہیں آسمان میں رکھا تا کہ زمین کو روشنی مہیا کی

جا سکے۔"

"زمین کو روشنی عطا کی جا سکے"......اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ:

"سورج اور چاند کی روشنی ان کی اپنی روشنی ہے۔"

اور یہ امر ہمارے اس سائنسی علم سے اختلاف رکھتا ہے جو مستند سائنسی علم ہم آج رکھتے ہیں۔

کچھ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو مصالحت کی راہ اپنانے کے خواہش مند ہو سکتے ہیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ:

"بائیبل میں بتائے گئے چھ دن...... حقیقت میں دور......
عصر...... یا عہد کا حوالہ دیتے ہیں...... قرآن پاک کی طرح......
یعنی ایک لمبا دورانیہ...... نہ کہ 24 گھنٹوں پر محیط ایک دن۔"

ان کی یہ بات غیر منطقی ہوگی...... آپ بائیبل میں "دن" اور "رات" کا تذکرہ پڑھتے ہیں...... یہ واضح طور پر 24 گھنٹوں پر محیط دن کا تذکرہ ہے......لیکن اگر میں مطابقت رکھنے والی سوچ کا اظہار کروں......کوئی مسئلہ نہیں...... میں آپ کی غیر منطقی دلیل بھی تسلیم کر لیتا ہوں...... لیکن اس کے باوجود وہ محض ایک سائنسی اختلاف یا غلطی حل کرنے کے قابل ہوں گے......اور وہ ہے چھ دنوں میں کائنات کی تخلیق......اور دوسری سائنسی غلطی یا اختلاف...... پہلے دن روشنی اور تیسرے دن زمین کی تخلیق فرمائی گئی......اور اسی طرح بقایا چار اختلافات...... 4 سائنسی غلطیاں......ان کا مسئلہ کس طرح حل ہوگا۔

کچھ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ:

"اگر یہ دورانیہ 24 گھنٹے پر محیط ہے تب ایک دن میں سورج کی روشنی کی عدم موجودگی میں نباتات کیوں نہیں پرورش پا سکتے ہیں؟"

بہتر...... اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ:

"نباتات کی تخلیق سورج کی تخلیق سے قبل سرانجام پائی گئی تھی...... اور ان کی پرورش 24 گھنٹے پر محیط دن میں ممکن ہے......"

مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے...... لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ بیان کردہ یہ دن 24 گھنٹوں پر بھی محیط ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ لمبے دورانیے پر بھی محیط ہیں...... اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ لمبے دورانیے پر محیط ہیں تب آپ اپنا مسئلہ نمبر 1 اور 3 تو حل کر سکتے ہیں لیکن آپ کے چار مسئلے ہنوز باقی ہیں۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ دن 24 گھنٹوں پر محیط ہیں...... تو محض اپنا مسئلہ نمبر 5 حل کر سکتے ہیں...... اور آپ کے بقایا پانچ مسئلے ہنوز باقی رہتے ہیں اور یہ ایک غیر سائنسی امر ہے۔

بہرکیف میں یہ مسئلہ ڈاکٹر ولیم کیمپبل پر چھوڑتا ہوں کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ:

"یہ 24 گھنٹوں پر محیط ایک دن ہے۔"

اس طرح وہ یہ تسلیم کر رہے ہوں کہ کائنات کی تخلیق میں بائیبل کے حوالے سے پانچ سائنسی نقائص پائے جاتے ہیں۔

جہاں تک زمین کے متعلق نظریے کا تعلق ہے تو بہت سے ایسے سائنس دان موجود ہیں جنھوں نے یہ انکشاف کیا ہے کہ:

"اس کائنات کا خاتمہ کیسے ہوگا۔"

کچھ سائنس دان درست بھی ہو سکتے ہیں اور کچھ سائنس دان غلط بھی ہو سکتے ہیں۔ کیا دنیا فنا ہو جائے گی یا ہمیشہ باقی رہے گی...... اس امر سے قطع نظر یہ کہنا عین درست ہے کہ یہ دونوں امور بیک وقت ممکن نہیں ہو سکتے...... یہ غیر سائنسی نظریہ ہوگا۔ لیکن بائیبل کے حوالے سے یہ دونوں امور بیک وقت ممکن ہو سکتے ہیں۔

بائیبل (بک آف ہیروز (Book of Herrews)......سورۃ نمبر 1......
آیات نمبر 10 اور 11 اور بک آف سام (Book of Psalms)......سورۃ نمبر
102......آیت نمبر 25 اور 26 میں درج ہے کہ:

"خدا تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی اور یہ فنا ہو جائے گی۔"

اور اس کے بالکل برعکس بائیبل کی پرانی کتاب (Book of Ecclesiastics) سورۃ نمبر 1...... آیت نمبر 4 اور بک آف سام......سورۃ نمبر
78......آیت نمبر 69 میں درج ہے کہ:

"یہ کائنات ہمیشہ قائم رہے گی...... زمین ہمیشہ قائم و دائم رہے گی۔"

میں یہ امر بھی ڈاکٹر ولیم کیمپبل پر چھوڑتا ہوں کہ وہ بذات خود فیصلہ کریں کہ دونوں میں سے کون سی آیات غیر سائنسی ہیں......آیات کا پہلا جوڑا......یا آیات کا دوسرا جوڑا...... دونوں میں سے ایک جوڑا غیر سائنسی بنیادوں کا حامل ہے...... دونوں امور بیک وقت رونما نہیں ہو سکتے کہ:

"زمین فنا بھی ہو جائے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قائم بھی رہے۔"

یہ غیر سائنسی بنیاد ہے۔

بائیبل سورۃ نمبر 26......آیت نمبر 11 میں کہتی ہے کہ:

"آسمان کے ستون کانپیں گے۔"

قرآن پاک سورۃ لقمان......سورۃ نمبر 31......آیت نمبر 10 میں فرماتا ہے کہ:

"آسمان بغیر کسی ستون کے قائم ہے۔ اس نے آسمان بنائے بغیر ستون کے......کیا تم دیکھتے نہیں۔"

لیکن بائیبل کہتی ہے کہ:

”آسمان ستونوں پر قائم ہیں۔“

بائیبل نہ صرف یہ کہتی ہے کہ ”آسمان ستون پر قائم ہیں“ بلکہ وہ یہ بھی کہتی ہے...... سموئیل کی پہلی کتاب...... سورۃ نمبر 2...... آیت نمبر 8...... بک آف جاب...... سورۃ نمبر 9...... آیت نمبر 6...... بک آف سام...... سورۃ نمبر 75...... آیت نمبر 3...... کہ:

”حتیٰ کہ زمین بھی ستونوں پر قائم ہے۔“

آیئے اس امر کا تجزیہ کریں کہ بائیبل ”غذا اور غذائیت“ کے بارے میں کیا کہتی ہے؟
بائیبل کی پہلی کتاب (بک آف جینیسس)...... سورۃ نمبر 1...... آیت نمبر 29 کہتی ہے کہ:

”خدا نے تمھیں تمام تر نباتات کے بیج عطا فرمائے ہیں......
پھل دار درخت عطا فرمائے ہیں...... وہ جو بیجوں کے حامل
ہیں...... اور تمھارے لیے گوشت۔“

نیا بین الاقوامی ایڈیشن کہتا ہے کہ:

”بیجوں کے حامل نباتات...... اور پھلوں کے حامل درخت
تمہاری غذا ہیں...... خوراک ہیں...... یہ تمام کے تمام آپ کی
خوراک ہیں۔“

آج کل حتیٰ کہ ایک عام شخص بھی جانتا ہے کہ:

”کئی ایک زہریلے نباتات بھی موجود ہیں...... اور اگر آپ ان کو
اپنی خوراک بنائیں گے تو صاف ظاہر ہے کہ آپ موت سے
ہمکنار ہو جائیں گے۔“

''کیا اس کائنات کا خالق اور اس کائنات کے باسی یہ نہیں
جانتے کہ اگر آپ زہریلے نباتات کو اپنی خوراک بنائیں گے تو
آپ موت سے ہمکنار ہو جائیں گے۔''

میرا خیال ہے کہ:

''ڈاکٹر ولیم کیمپبل اپنے مریضوں کو ایسے نباتات کھانے کی تلقین
نہیں کرتے ہوں گے۔''

ایک حقیقی عیسائی کی پہچان کے لیے بائیبل سائنسی بنیادوں پر استوار ایک
امتحان پیش کرتی ہے۔

مارک کی انجیل...... سورۃ نمبر 16...... آیت نمبر 17 اور 18...... بیان کرتی
ہے کہ:

''حقیقی عیسائی ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہوں گی اور ان
نشانیوں میں سے...... میرے نام پر وہ برائیوں کا خاتمہ کریں
گے...... وہ بدیسی زبانیں بولیں گے...... نئی زبانیں بولیں
گے...... وہ سانپ خوری کریں گے...... اور اگر وہ زہر قاتل کا
استعمال کریں گے...... ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا...... اور
جب وہ کسی بیمار پر اپنا دست رکھیں گے...... وہ بیمار شفایاب ہو
جائے گا۔''

یہ سائنسی بنیادوں پر استوار ایک امتحان ہے...... ایک آزمائش ہے......
سائنسی اصطلاح میں...... یہ ''تصدیقی امتحان'' کہلاتا ہے...... جو ایک حقیقی دین دار
عیسائی کے لیے مخصوص ہے۔

اپنی زندگی کے گذشتہ دس برسوں کے دوران میں ہزاروں عیسائیوں کے

ساتھ بہ نفس نفیس رابطے میں رہا ہوں...... ان میں عیسائی مشنریاں بھی شامل ہیں...... میں نے ایک بھی عیسائی ایسا نہیں دیکھا جس نے بائیبل کا یہ ''تصدیقی امتحان'' پاس کیا ہو...... میں نے ایک عیسائی بھی ایسا نہیں دیکھا جس نے زہر خوری کی ہو اور وہ موت کو گلے لگانے سے بچ نکلا ہو...... اور سائنس کی اصطلاح میں یہ ''غلط بیانی کا امتحان'' ہے...... ''جعل سازی کا امتحان'' ہے...... اس کا مطلب یہ ہے کہ:

> ''اگر کوئی غلط شخص یہ امتحان دینے کی کوشش کرتا ہے...... اور زہر خوری کرتا ہے...... تو وہ موت سے ہمکنار ہو جائے گا...... اور ایک غلط شخص اس امتحان میں بیٹھنے کی کوشش نہیں کرے گا...... کیونکہ اگر آپ کوشش کرتے ہیں...... اور ''غلط بیانی کے امتحان''...... ''جعل سازی کے امتحان'' میں بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں تو آپ ناکامی سے دوچار ہوں گے...... لہٰذا وہ شخص جو ایک حقیقی عیسائی دین دار نہ ہوگا وہ اس امتحان میں بیٹھنے کی کبھی جرأت نہیں کرے گا۔''

میں نے ڈاکٹر ولیم کیمپبل کی تحریر کردہ کتاب بہ عنوان:

> ''قرآن اور بائیبل تاریخ اور سائنس کی روشنی میں''

کا مطالعہ کر رکھا ہے اور میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ:

> ''وہ ایک حقیقی عیسائی دین دار ہے...... اور کم از کم میں اس سے یہ توقع کروں گا کہ مجھے اس ''غلط بیانی کے امتحان''...... ''جعل سازی کے امتحان'' کی تصدیق کرے۔''

دیگر لوگوں سے میں یہ درخواست کروں گا کہ:

> ''براہ مہربانی یقین کریں...... میں ڈاکٹر ولیم کیمپبل سے یہ ہرگز

نہیں کہوں گا کہ وہ زہر قاتل استعمال کریں...... کیونکہ میں اس مباحثے کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔"

میں جو کچھ کروں گا وہ یہ ہے کہ:

"میں ان کو محض یہ کہوں گا کہ وہ بدیسی زبان بول کر دکھائیں...... نئی زبانوں میں...... اور جیسا کہ آپ تمام حضرات جانتے ہیں کہ ہندوستان ایک ایسی سرزمین ہے جو 1000 سے زائد زبانوں کی حامل ہے...... میں ڈاکٹر موصوف سے محض یہ درخواست کروں گا...... کہ وہ محض تین الفاظ بولیں...... "ایک سو روپیہ"...... 17 سرکاری زبانوں میں سے...... ہندوستان میں محض 17 زبانیں سرکاری زبانیں ہیں...... اور ڈاکٹر ولیم کیمپبل کے لیے اس امر کو آسان تر بنانے کے لیے...... میرے پاس "ایک سو روپے" کا کرنسی نوٹ موجود ہے...... اور اس پر تمام 17 سرکاری زبانیں رقم ہیں...... ہندی اور انگریزی کے علاوہ...... میں ان کی معاونت سرانجام دوں گا...... میں انھیں آغاز سے آشنا کروا دوں گا...... اک سو روپیہ (Ek sav rupaiya) (ہندی میں)......"

"بقایا 15 زبانیں بھی اس کرنسی نوٹ پر موجود ہیں...... میں ڈاکٹر موصوف سے درخواست کروں گا کہ وہ انھیں پڑھیں...... میں جانتا ہوں کہ ان کا امتحان یہ کہتا ہے کہ:

"وہ بدیسی زبانیں بذات خود بولیں گے کہیں سے پڑھے بغیر...... لیکن میں ان کے امتحان کو آسان تر بنانا چاہتا ہوں......

کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ وہ امتحان میں کامیاب ہو جائیں......
کیونکہ کوئی تو عیسائی دین دار اس امتحان میں کامیاب ہو......
کیونکہ اس سے پہلے میں نے کسی کو اس امتحان میں پاس ہوتے
نہیں دیکھا...... لہٰذا اگرچہ وہ بدیسی زبان بغیر پڑھے نہیں بول
سکتے تو کم از کم پڑھ کر ہی بول دیں...... میں اس کو برا نہیں
مناؤں گا اور ان کے اس امر کو بخوشی تسلیم کر لوں گا...... اور میں
اس تقریب کے چیئرمین سے درخواست کروں گا کہ وہ یہ کرنسی
نوٹ ڈاکٹر ولیم کیمپبل کو دیں...... انھوں نے ابھی جوابی تقریر کرنی
ہے...... 15 زبانیں...... ''اک سو روپیہ''...... محض تین الفاظ۔''

بائبل ''پانی'' کے بارے میں کیا کہتی ہے؟

بائبل (جینیسس)...... سورۃ نمبر 9...... آیات نمبر 13 تا 17 کہتی ہے کہ:

''طوفان نوح علیہ السلام کے ذریعے دنیا کو پانی میں غرق کرنے
کے بعد...... اور ایک طوفان کے نازل ہونے کے بعد...... خدا
نے فرمایا کہ:

''میں نے آسمان پر ایک قوس قزح نمودار کی ہے اور یہ اس
وعدے کی علامت ہے...... یہ بنی نوع انسان کے ساتھ اس
وعدے کی علامت ہے کہ میں دوبارہ طوفان کے ذریعے دنیا کو
نیست و نابود نہ کروں گا۔''

کسی غیر سائنسی نظریے کے حامل شخص کے لیے تو یہ خیال کافی خوش کن ہے کہ:

''بہت خوب...... قوس قزح اس امر کی علامت ہے کہ خدا تعالیٰ
دوبارہ کبھی پانی کے طوفان سے دنیا کو فنا نہیں کرے گا۔''

لیکن آج ہم بخوبی جانتے ہیں کہ:

"قوس قزح بارش یا کُہر کے ساتھ سورج کی روشنی کے انعطاف کی بدولت منظر عام پر آتی ہے۔"

یقیناً حضرت نوح علیہ السلام کے دور سے پہلے ہزاروں قوس قزح منظر عام پر آ چکی ہوں گی...... اگر یہ کہا جائے کہ:

"حضرت نوح علیہ السلام کے دور سے قبل روشنی کے انعطاف کا قانون موجود نہ تھا۔"

تو یہ ایک غیر سائنسی بات ہوگی۔

طب کے میدان میں عہد نامہ قدیم کی تیسری کتاب (Leveticus)...... سورۃ نمبر 14...... آیات نمبر 49 تا 53 کہتی ہے کہ:

"گھر کو کوڑھ کے متعدی جراثیم سے پاک کرنے کے لیے...... دو پرندے لیں...... ایک پرندے کو ہلاک کریں...... لکڑی لیں...... اس کو تولیں...... اور دوسرا زندہ پرندہ...... اسے پانی میں ڈبوئیں...... بہتے پانی میں ڈبوئیں...... اسے 7 مرتبہ گھر پر چھڑکیں...... اس کے ساتھ 7 مرتبہ گھر پر چھڑکاؤ کریں۔"

مکان کو کوڑھ کے متعدی جراثیم سے پاک کرنے کا یہ ایک انوکھا طریقہ ہے کہ:

"گھر کو کوڑھ کے متعدی جراثیم سے پاک کرنے کے لیے خون کا چھڑکاؤ کریں۔"

آپ جانتے ہیں کہ:

"خون جراثیموں اور بیکٹیریا کی افزائش کے لیے ایک بہترین آماجگاہ ہے۔"

میرا خیال ہے کہ:

"ڈاکٹر ولیم کیمپبل آپریشن تھیٹر کو جراثیموں سے پاک کرنے کے لیے یہ طریقہ ہرگز استعمال نہیں کرتے ہوں گے۔"

بائیبل کی تیسری کتاب (Book of Leveticus)......سورۃ نمبر 12......آیات نمبر 1 تا 5 میں کہا گیا ہے...... اور طبی لحاظ سے بھی ہم جانتے ہیں کہ بچے کو جنم دینے کے بعد ایک ماں حفظانِ صحت کے اصولوں پر پوری نہیں اترتی اور مذہبی لحاظ سے بھی وہ ناپاک ہوتی ہے اس حد تک تو مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن بائیبل کی تیسری کتاب......سورۃ نمبر 12......آیات نمبر 1 تا 5 میں کہا گیا ہے کہ:

"اگر ایک عورت نر بچے (لڑکا) کو جنم دیتی ہے تو وہ 7 دنوں تک ناپاک رہتی ہے اور اس کی ناپاکی کا یہ دورانیہ مزید 33 روز تک جاری رہتا ہے۔

اگر وہ مادہ بچے (لڑکی) کو جنم دیتی ہے تو وہ دو ہفتوں تک ناپاک رہے گی اور اس کی ناپاکی کا دورانیہ مزید 66 روز تک جاری رہے گا۔"

مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ:

"اگر ایک عورت لڑکے کو جنم دیتی ہے تو وہ 40 روز تک ناپاک رہتی ہے اور اگر وہ لڑکی کو جنم دیتی ہے تو وہ 80 روز تک ناپاک رہتی ہے۔"

میں ڈاکٹر ولیم کیمپبل سے یہ سوال کروں گا کہ:

"اگر ایک عورت لڑکی کو جنم دیتی ہے تو وہ لڑکے کو جنم دینے کی نسبت کیوں دوگنی مدت تک ناپاک رہتی ہے؟"

میں چاہوں گا کہ ڈاکٹر ولیم کیمپبل اس سوال کا جواب سائنسی بنیادوں پر فراہم کریں۔

بائبل بدکاری کے ضمن میں بھی کیا خوب امتحان تجویز کرتی ہے...... یہ کیسے جانچ کی جائے گی کہ کوئی عورت بدکاری کی مرتکب ٹھہری ہے؟

بک آف نمبرز......سورۃ نمبر 5......آیات نمبر 11 تا 31 میں جو کچھ بائبل کہتی ہے میں اسے مختصر بیان کروں گا کہ:

"پادری کو کسی برتن میں مقدس پانی لینا چاہیے...... اس کے بعد زمین سے کچھ مٹی اٹھانی چاہیے اور اسے پانی کے برتن میں ڈال دینا چاہیے......اور یہ کڑوا (تلخ) پانی ہے......اور اس پر لعن طعن کرنے کے بعد......اسے عورت کو پلا دینا چاہیے اور اگر عورت نے بدکاری کی ہوگی تو یہ پانی پینے کے بعد یہ لعن طعن اس کے جسم میں داخل ہو جائے گی...... اس کا معدہ سوج جائے گا...... ان کی ران گل سڑ جائے گی اور لوگ اس کو لعن طعن کریں گے۔ اگر عورت نے بدکاری نہ کی ہوگی تو وہ ٹھیک ٹھاک رہے گی۔"

یہ جانچ کرنے کا انوکھا طریقہ کہ:

"عورت نے بدکاری کی ہے یا نہیں کی؟"

آپ جانتے ہیں کہ:

"آج کل دنیا بھر میں...... دنیا کے مختلف حصوں میں لاکھوں مقدمات عدالتوں میں زیر التوا پڑے ہیں...... محض اس بنا پر کہ کسی نہ کسی نے یہ الزام لگایا ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی عورت نے بدکاری کی ہے...... یعنی عورت پر بدکاری میں ملوث ہونے کا الزام عائد کیا گیا ہوتا ہے۔

میں نے اخبارات میں بھی پڑھا تھا اور ذرائع ابلاغ سے بھی
مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ عظیم ملک امریکہ کا صدر کلنٹن...... وہ ایک
جنسی اسکینڈل میں ملوث ہوا تھا۔

میں حیران ہوں کہ امریکی عدالت نے کیوں نہ ''کڑوا پانی کا
امتحان'' کا بندوبست کیا...... بدکاری کے لیے اس امتحان کو کیوں
زیرنظر نہ رکھا؟...... امریکی عدالتیں بدکاری کے مقدمات کے
ضمن میں اس امتحان کا اہتمام کیوں نہیں کرتیں...... اس عظیم
ملک امریکہ کی مشنریاں بالخصوص جو طب کے میدان سے متعلق
ہیں...... میرے محترم اور معزز ڈاکٹر ولیم کیمپبل کی طرح......
انھوں نے اپنے صدر کلنٹن کی ضمانت کروانے کے لیے
''کڑوے پانی کے امتحان'' کا طریقہ کیوں اختیار نہ کیا؟''

ریاضی ایک ایسی شاخ ہے جو کہ سائنس کے نزدیک تر واقع ہوئی ہے......
اس سے بھی آپ مسائل وغیرہ حل کر سکتے ہیں...... بائیبل میں ہزاروں اختلافات
موجود ہیں...... سینکڑوں اختلافات ریاضی سے متعلق ہیں...... میں ان میں سے کچھ
اختلافات کو اپنا موضوع بناؤں گا۔

ازرا (Ezra) سورۃ نمبر 2...... آیت نمبر 1 اور نیہیما (Nehemiah)......
سورۃ نمبر 7...... آیت نمبر 6 میں درج ہے...... مواد یہ ہے کہ:

''جب لوگ جلاوطنی سے لوٹے...... بابلون سے لوٹے...... جب
بابلون کے شاہ نیوبوہیلڈسر (Nebucheldeser)...... جب
اس نے اسرائیل سے لوگوں کو آزاد کیا...... وہ اسیری سے واپس
آئے...... اور ان لوگوں کی فہرست دی گئی ہے...... یہ فہرست

ازرا میں...... سورۃ نمبر 2 آیات نمبر 2 تا 63 اور نیہیما میں......
سورۃ نمبر 7...... آیات نمبر 7 تا 65 میں دی گئی ہے...... یہ
فہرست ناموں کے ساتھ اور رہا کیے گئے لوگوں کی مقدار کے
ساتھ دی گئی ہے...... ان 60 آیات میں کم از کم 18 مرتبہ......
نام بالکل وہی ہے لیکن تعداد مختلف ہے...... ان دو سورتوں کی
60 سے کم آیات میں کم از کم 18 مرتبہ اختلافات موجود
ہیں...... یہ فہرست موجود ہے...... میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے
کہ میں تمام تر فہرست کا تذکرہ کروں...... 60 سے کم آیات
میں کم از کم 18 اختلافات موجود ہیں۔"

"ازرا...... سورۃ نمبر 2...... آیت نمبر 64 میں مزید درج ہے......
ان لوگوں کی مجموعی تعداد اگر آپ جمع کریں جو عبادت کے لیے
جمع تھے وہ 42,360 بنتی ہے...... اور اگر آپ نیہیما کا مطالعہ
کریں...... سورۃ نمبر 7...... آیت نمبر 66...... وہاں پر بھی مجموعی
تعداد 42,360 ہی بنتی ہے...... لیکن اگر آپ ان تمام آیات
سے تعداد جمع کریں جس کا میں نے ہوم ورک کیا ہے...... یہ
ازرا کی فہرست ہے...... اور یہ نیہیما کی فہرست ہے...... ازرا
سورۃ نمبر 2...... اور نیہیما سورۃ نمبر 7...... اگر آپ ان کو جمع
کریں...... میں نے اپنا ہوم ورک کیا ہے...... اگر آپ ازرا کی
سورۃ نمبر 2 کو جمع کریں تو یہ تعداد 42,360 نہیں بنتی بلکہ یہ
تعداد 29,818 بنتی ہے...... اور اگر آپ نیہیما کو جمع کریں......
سورۃ نمبر 7...... تب بھی یہ تعداد 42,360 نہیں بنتی بلکہ یہ

31,089 بنتی ہے......"

"بائبل کے مصنف کے بارے میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اس کا مصنف خدا تعالیٰ ہے...... اور حیرت کا مقام ہے کہ خدا جمع کرنا بھی نہیں جانتا۔ اگر آپ یہ مسئلہ کسی میٹرک پاس شخص کے حوالے کر دیں تو وہ بھی اس کا صحیح جواب پیش کر دے گا...... اگر آپ تمام تر 60 آیات کو جمع کریں تو یہ ایک انتہائی آسان کام ثابت ہوگا۔ کیا خدا تعالیٰ جمع کرنا نہیں جانتا (نعوذ باللہ)...... اگر ہم یہ تصور کرتے ہیں کہ یہ کلام الٰہی ہے۔"

اگر ہم مزید مطالعہ کریں ازرا میں...... سورۃ نمبر 2...... آیت نمبر 65...... میں کہا گیا ہے کہ:

"دستخط کرنے والے دوصد مرد اور عورتیں تھیں۔"

نیہیما...... سورۃ نمبر 7...... آیت نمبر 67 میں کہا گیا ہے کہ:

"دستخط کرنے والے 245 مرد اور عورتیں تھیں۔"

"کیا دستخط کرنے والے مرد اور عورتیں 200 تھیں یا 245 تھیں؟"

مواد ایک جیسا ہی ہے...... ایک ریاضیاتی اختلاف

دوسرے بادشاہ (2nd Kings) میں درج ہے...... سورۃ نمبر 24...... آیت نمبر 8 کہ:

"جی ہو یا چین (Jehoiachin) 18 برس کی عمر کا حامل تھا جب اس نے یروشلم پر حکومت کرنی شروع کی تھی اور اس نے 3 ماہ اور دس دن تک حکومت کی تھی۔"

دوسری واقعہ نگاری...... سورۃ نمبر 36...... آیت نمبر 19 بیان کرتی ہے کہ:

''جی ہو یا چین 8 برس کی عمر کا حامل تھا جب اس نے حکمرانی کا آغاز کیا تھا اور اس نے 3 ماہ تک حکمرانی کی تھی۔''

''کیا جی ہو یا چین 18 برس کا حامل تھا جب اس نے حکمرانی کا آغاز کیا تھا یا وہ 8 برس کی عمر کا حامل تھا؟''

''کیا اس نے 3 ماہ اور دس تک حکمرانی کی تھی یا 3 ماہ تک حکمرانی کی تھی؟''

میں یہ امر ڈاکٹر ولیم کیمپبل پر چھوڑتا ہوں کہ وہ بذات خود فیصلہ کریں کہ کیا درست ہے اور کیا غلط ہے؟ لیکن ریاضی کے حوالے سے واضح ترین اختلافات موجود ہیں۔

مزید برآں پہلے بادشاہوں کے تذکرے میں ذکر کیا گیا ہے......سورۃ نمبر 15......آیت نمبر 33 کہ:

''باشا (Basha) نے اپنی حکمرانی کے 26 ویں سال میں وفات پائی۔''

اور دوسری واقعہ نگاری......سورۃ نمبر 16......آیت نمبر 1 کہتی ہے کہ:

''باشا نے اپنی حکمرانی کے 36 ویں سال میں جودا (Judah) پر حملہ کیا۔''

''باشا اپنی موت کے دس برس بعد کس طرح حملہ کر سکتا ہے؟''

یہ غیر سائنسی بنیاد ہے۔

ڈاکٹر کیمپبل کو جواب دینے میں آسانی فراہم کرنے کی غرض سے...... ان نکات کے جواب میں آسانی فراہم کرنے کی غرض سے جو میں نے اپنے خطاب میں اٹھائے ہیں...... میں ان نکات کو اختصار کے ساتھ بیان کرنا چاہوں گا۔

میں نے جو نکات اٹھائے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

- کائنات کی تخلیق...... آسمانوں کی تخلیق...... کائنات چھ دنوں میں تخلیق فرمائی گئی جبکہ ایک دن 24 گھنٹوں پر مشتمل۔
- روشنی کا ذریعہ کوئی نہ تھا...... روشنی کا ذریعہ فراہم ہونے سے بیشتر کس طرح روشنی ممکن ہوئی؟
- زمین کی تخلیق سے پہلے دن کی تخلیق فرمائی گئی؟
- زمین سورج سے بیشتر تخلیق فرمائی گئی؟
- سورج کی روشنی سے پہلے ہی نباتات وجود پذیر ہوئے؟
- چاند کی روشنی اس کی اپنی روشنی ہے؟
- زمین...... کیا یہ فنا ہو جائے گی یا ہمیشہ قائم دائم رہے گی؟
- زمین ستونوں پر قائم ہے؟
- آسمان ستونوں پر قائم ہے؟
- خدا نے فرمایا کہ:

  ''آپ تمام نباتات بطور خوراک استعمال کر سکتے ہیں بشمول زہریلے نباتات؟''
- سائنسی امتحان......''غلط بیانی کا امتحان''......''جعل سازی کا امتحان''...... مارک...... آیت نمبر 16...... سورۃ نمبر 17-18۔
- ایک عورت اگر لڑکی کو جنم دے تو وہ دوگنی مدت تک ناپاک رہتی ہے بہ نسبت ایک لڑکے کو جنم دینے کے؟
- مکان کو کوڑھ کے جراثیوں سے پاک کرنے کے لیے خون کا چھڑکاؤ؟
- بدکاری کے جرم کے لیے کڑوے پانی کا امتحان؟

- سورۃ نمبر 2 اور سورۃ نمبر 7...... کی 60 سے کم آیات میں 18 اختلافات...... میں نے 18 کی گنتی مکمل نہیں کی بلکہ ان سب کو ایک ہی اختلاف کے عنوان سے بیان کیا ہے؟
- دونوں سورتوں کے حاصل جمع میں فرق ہے؟
- دستخط کرنے والے مرد اور عورتیں...... کیا ان کی تعداد 200 ہے یا 245 ہے؟
- کیا جے ہوئی چن 18 برس کا تھا یا 8 برس کا تھا جب اس نے اپنی حکمرانی کے دور کا آغاز کیا تھا؟
- کیا اس کا دور حکومت 3 ماہ پر محیط تھا یا 3 ماہ دس دن پر محیط تھا؟
- باشا نے اپنی موت سے دس برس بعد کس طرح جودا پر حملہ کیا؟
- خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"میں نے آسمان پر قوس قزح بنائی...... یہ بنی نوع انسان کے ساتھ وعدہ ہے کہ میں دوبارہ دنیا کو پانی میں غرق نہیں کروں گا۔"

اگرچہ بائیبل میں سینکڑوں نکات ایسے ہیں جو غیر سائنسی بنیادوں کے حامل ہیں...... سائنسی غلطیوں کے حامل ہیں...... سائنس کی کسوٹی پر پورے نہیں اترتے...... لیکن میں نے محض 21 نکات اٹھائے ہیں۔

اور میں ڈاکٹر ولیم کیمپبل سے درخواست کروں گا کہ وہ ان نکات کا جواب پیش کریں...... یہ ان کی مرضی ہے...... ان کی صوابدید پر منحصر ہے کہ وہ مطابقت رکھنے والا نظریہ اپنائیں یا عدم مطابقت رکھنے والا نظریہ اپنائیں...... اگر وہ منطق کے دائرے میں رہ کر روبہ عمل ہوں گے تب وہ سائنسی بنیادوں پر ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے...... یہ تمام تر 21 نکات جو میں نے انھیں بتائے ہیں۔

ہم اس امر سے اتفاق کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر انجیل نازل کی

گئی تھی...... لیکن وہ یہ انجیل نہ تھی...... عین ممکن ہے کہ اس میں کلام الٰہی کا کچھ حصّہ شامل ہو لیکن اس کا غیر سائنسی حصّہ کلام الٰہی نہیں ہے۔

میں قرآن پاک کی سورۃ البقرہ...... سورۃ نمبر 2...... آیت نمبر 79 کا حوالہ پیش کرتے ہوئے اپنے خطاب کو پایہ اختتام تک پہنچانا پسند کروں گا کہ:

''تو خرابی ہے ان کے لیے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر کہہ دیں کہ یہ خدا کے پاس سے ہے کہ اس کے عوض تھوڑے دام حاصل کریں تو خرابی ہے ان کے لیے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ان کے لیے اس کمائی سے۔''

(ڈاکٹر محمد)

اب میں ڈاکٹر ولیم کیمپبل سے درخواست کروں گا کہ وہ ڈاکٹر ذاکر نائک کو اپنا جواب پیش کریں۔

(تالیاں)

(ڈاکٹر ولیم کیمپبل)

یہ ایک حقیقت ہے کہ ڈاکٹر نائک نے حقیقی مسائل کی نشاندہی کی ہے۔ لیکن میں ''علقہ'' اور ''مضغہ'' کے بارے میں قرآن پاک کے حوالے سے ان کے جواب کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا...... میں اب بھی اس نکتہ نظر کا حامل ہوں کہ یہ ایک بڑا مسئلہ ہے...... لیکن یہ ان کی رائے تھی اور میری رائے تھی جو آپ نے سنی۔ لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر جا کر آرام اور سکون کے ساتھ خود بھی اس مسئلے پر غور کرے۔

ڈاکٹر نائک نے اس بارے میں بات کی کہ:

''وہ کسی ایسے شخص سے نہیں ملے جس نے زہر خوانی کا امتحان دیا ہو۔''

میں بھی انھیں ایسا شخص پیش نہیں کر سکتا کیونکہ زہر خوانی کے بعد وہ خدا کے پاس پہنچ چکا ہوگا۔

لیکن میرا ایک دوست ہے ہیری رین کلف...... وہ مراکو کے جنوب میں ایک قصبے میں رہائش پذیر ہے۔ ایک شخص نے جسے وہ اپنا دوست تصور کرتا ہے اسے کھانے کی دعوت پیش کی۔ اس نے اس کی بیوی اور بیٹے کو بھی کھانے کی دعوت دی۔ لہٰذا ہیری نے دعوت قبول کر لی۔ کسی شخص نے اس کے دروازے پر دستک دی اور کہا کہ:

''یہ شخص جس نے تمھیں کھانے کی دعوت دی ہے تمھیں کھانے میں زہر ملا کر دے گا۔''

ہیری نے اسی آیت کو مدنظر رکھتے ہوئے جو آپ نے پڑھی تھی دعوت میں جانے کا فیصلہ کرلیا۔ لہٰذا اس نے دعوت کھائی۔ اس کی بیوی نے بھی دعوت کھائی لیکن اس نے زیادہ کھانا نہ کھایا۔ ان کا بیٹا گھر سے ہی کھانا کھا کر نکلا تھا۔ لیکن ہیری نے خوب جی بھر کر کھانا کھایا...... اور اس رات ہیری کو اپنے معدے میں درد کا احساس ہوا اور اسے خون کی قے بھی آئی...... لیکن وہ زندہ رہا۔ لہٰذا دو روز بعد وہ اپنے اسی دوست کے ہاں چلا آیا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا...... جواب میں اس کا دوست برآمد ہوا اور اس نے دروازہ کھولا اور اپنے دوست کو اپنے سامنے زندہ سلامت دیکھ کر اس کے چہرے کا رنگ یک دم سفید پڑ گیا...... ہیری نے اپنے دوست کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اس کی دعوت کی تھی۔

لہٰذا میرا خیال ہے کہ میں نے آپ کو یہ ایک مثال پیش کر دی ہے۔

بہرکیف آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ:

> "مسیح علیہ السلام محض یہودیوں کے لیے بھیجے گئے تھے...... محض یہودیوں کے لیے اور غیر یہودیوں کے لیے نہیں۔"

قرآن پاک بذات خود حضرت مریم علیہ السلام کا ذکر فرماتا ہے...... سورۃ نمبر 19...... آیت نمبر 21 کہ:

> "مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا...... مسیح لوگوں کے لیے نشانی ہے اور اپنی طرف سے ایک رحمت۔"

میتھیو 9:4...... کہ:

> "ایک عورت آئی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے پاؤں کی مالش کرنے لگی۔ انھوں نے کہا...... کب اس انجیل کا درس دنیا بھر میں دیا جائے گا۔

اور میتھیو 28 میں...... جب حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر اٹھائے جانے والے تھے۔ انھوں نے اپنے حواریوں سے کہا کہ:

"دنیا بھر میں پھیل جاؤ اور انجیل کا درس دو۔"

لیکن یہ اختلاف نہیں ہے...... اسے اختلاف نہیں کہا جا سکتا۔ انھوں نے اپنے حواریوں سے یہ نہیں کہا تھا کہ:

"محض یہودیوں کے پاس جاؤ۔"

کیونکہ یہودیوں کو کئی ایک مواقع دیے گئے تھے...... بائبل میں ایک داستان بیان کی گئی ہے...... میرا خیال ہے کہ "داستان" کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے...... میرا خیال ہے...... یہ تاریخ تھی......

"جب مسیح علیہ السلام ایک انجیر کے درخت کے پاس آئے......
انجیر کے اس درخت پر تین برس تک کوئی پھل نہ آیا اور تب کسی
نے کہا کہ کیا میں اس درخت کو کاٹ دوں؟"

اور حضرت مسیح علیہ السلام نے جواب دیا کہ:

"نہیں...... اسے مزید ایک برس کھڑا رہنے دو...... یہ سرسبز ہو
جائے گا اور دیکھو کہ یہ اب بھی پھل دیتا ہے کہ نہیں۔"

یہ اظہار خیال بالواسطہ طور پر اسرائیلیوں کے بارے میں تھا۔ انھوں نے تین برس تک ان میں تبلیغ کی تھی اور انھوں نے ایک برس مزید تبلیغ کرنا تھی۔ ایسی اور بھی باتیں تھیں۔ مثلاً انھوں نے کہا تھا کہ:

"ٹھیک ہے...... تم سے نعمتیں چھین لی جائیں گی اور غیر یہودیوں
کو عطا کر دیں جائیں گی۔"

(توقف اختیار کیا گیا اور تالیاں)

ڈاکٹر نائک نے بائیبل کے حوالے سے ''دن'' اور ''دورانیے'' کے بارے میں بات کی ہے۔ بائیبل میں دن کا جو تذکرہ ہے عین ممکن ہے کہ وہ 24 گھنٹے کی بجائے لمبے دورانیے کا حامل ہو...... ممکن ہے کہ یہ 24 گھنٹوں پر محیط نہ ہو جیسا کہ ڈاکٹر بوکائے نے اپنی کتاب میں اصرار کیا ہے...... اور میرا اپنا یہ خیال ہے کہ یہ 24 گھنٹے کی بجائے ایک لمبے دورانیے پر محیط ہوگا...... اور اس کے علاوہ دیگر مسائل بھی ہیں جن کا تذکرہ ڈاکٹر نائک نے کیا ہے...... اور میں ان مسائل کو نہیں جھٹلاتا...... اور میرے پاس ان مسائل کا کوئی جواب بھی نہیں ہے۔

(تالیاں)

لیکن میں آپ کو بتاؤں گا...... انھوں نے دو اقسام کے پانی کے بارے میں بات کی ہے...... میں ان کی وضاحت کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا...... قرآن پاک فرماتا ہے کہ:

''وہی ہے جس نے ملے ہوئے رواں کیے دو سمندر یہ میٹھا ہے نہایت شیریں اور یہ کھاری ہے نہایت تلخ اور ان کے بیچ میں پردہ رکھا اور روکی ہوئی آڑ۔'' (القرآن 53:25)

یہاں ''آڑ'' یا رکاوٹ کے لیے جو لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ ''برزخ'' ہے۔ جس کا مطلب ہے...... ''وقفہ''...... یا ''فاصلہ''...... یا رکاوٹ اسی قسم کا پیغام سورۃ رحمٰن...... سورۃ نمبر 55...... آیت نمبر 19 اور 20 میں دیا گیا ہے کہ:

''اس نے دو سمندر بہائے دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے اور ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔''

جملہ

''ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے سے بڑھ نہیں سکتا۔''

ایک اس جملے میں ایک ہی بنیاد کے حامل دو الفاظ استعمال کیے گئے ہیں...... عربی زبان میں یہ اس لیے کیا جاتا ہے جبکہ جو کچھ کہا جا رہا ہو اس پر زور دینا مقصود ہو یا اسے تسلیم کرنا مقصود ہو۔ لفظ ''حجر'' کا مطلب ہے ''ممنوع''...... ''روکنا''...... وغیرہ۔ وغیرہ...... تمام تر الفاظ بہت مضبوط الفاظ ہیں...... اور دوسرا لفظ بھی وہی معانی رکھتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی لغوی اعتبار سے ترجمہ کرے تو وہ یہی ترجمہ کر سکتا ہے کہ:

''وہ...... خدا نے ایک رکاوٹ بنا رکھی ہے...... ایک حد بنا رکھی ہے۔''

ڈاکٹر بوکائے نے اس کا مختصر طور پر ذکر کیا ہے اور تب وہ کہتا ہے...... اگرچہ آخر میں وہ اقرار کرتا ہے...... یہ ملتے ہیں یہ نظر نہیں آتے۔

میرے ایک سائنس دان دوست نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا......

''یہ ایک آسان اور سیدھی سی بات ہے کہ میٹھا اور کھارا پانی طبعی لحاظ سے جداگانہ حیثیت کے حامل ہیں۔ دریا جب سمندر میں گرتے ہیں تو سمندر کے پانی میں خلل واقع ہوتا ہے...... لیکن ان کے درمیان کوئی روک نہیں ہوتی۔''

فنی لحاظ سے بھی باہم ملنا...... آمیزش ہونا ایک بیک وقت اور فوری عمل ہے...... کثیر تعداد میں حامل پانی کو باہم ملنے میں کثیر وقت درکار ہوتا ہے۔

مجھے ذاتی طور پر ایک چھوٹا سا تجربہ ہوا ہے۔ تیونسیہ میں میرا ایک دوست ہے وہ آکٹوپس کے شکار کا شوقین ہے۔ لہٰذا میں ایک مرتبہ اس کے ہمراہ تھا۔ میں نے کشتی سے چھلانگ لگا دی اور تیراکی سے لطف اندوز ہونے لگا...... میں دریا کی

ایک چھوٹی سی کھاری پانی کی شاخ کی جانب چلا آیا...... اس کی بالائی سطح کا پانی ٹھنڈا تھا اور اس کی تہہ کا پانی گرم تھا...... میں نے سوچا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ تب مجھے خیال آیا کہ ٹھنڈا پانی دریا کی جانب سے آ رہا تھا اور نمکین (کھاری) پانی بھاری ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ کھاری پانی تہہ نشین تھا اور ہلکا ٹھنڈا پانی بالائی سطح پر تھا...... لہٰذا دونوں میں کوئی روک نہ تھی۔

(توقف اختیار کیا گیا)

ڈاکٹر نائک نے زبانوں کی بات کی ہے اور بے شک میں ہندوستانی زبانوں پر عبور نہیں رکھتا اور میں امریکہ میں بھی ہندوستان زبانوں میں جواب نہیں دے سکتا۔ لہٰذا ہندوستان اور امریکہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تاہم انھوں نے بائیبل کے حوالے سے زبانوں کا جو تذکرہ کیا ہے...... حواریوں کو زبانیں بطور معجزہ عطا کی گئی تھیں...... کئی ایک زبانیں ایسی تھیں جو لوگ بولتے تھے...... وہ کمزور زبانیں نہ تھیں اور نہ ہی غیر معروف زبانیں تھیں...... اگر کوئی شخص اسپین سے آتا تو حواری اس کے ساتھ اسپینی زبان میں بات کرتا...... اگر کوئی شخص ترکی سے آتا تو دوسرا حواری اس کے ساتھ ترکی زبان میں بات کرتا۔

میں اب اس طرف آتا ہوں جو کچھ آپ کو بتانے کی میں نے تیاری کر رکھی ہے اور میں ''شہادت'' (Witnesses) کے بارے میں بات کروں گا۔ ڈیوٹرونومی (Deuteronomy) میں خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو صحیح پیشین گوئی کی جانچ کے بارے میں بتایا...... کیا اس کی پیشین گوئیاں پوری ہوئیں؟ ایلجا (Elijah) اس کی ایک مثال ہے۔ وہ بادشاہ کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ:

''اس وقت تک بارش نہ ہوگی حتیٰ کہ میں بارش نہ چاہوں۔''

چھ ماہ گزر گئے...... بارش نہ ہوئی...... ایک برس گزر گیا...... بارش نہ ہوئی۔

ایک مرتبہ تیونسیہ میں تمام برس بیت گیا اور بارش نہ ہوئی...... پھر دو برس بیت گئے...... بارش نہ ہوئی...... تین برس گزر گئے...... بارش نہ ہوئی...... ساڑھے تین برس بیت گئے...... بارش نہ ہوئی...... تب ایلجا بادشاہ کے پاس گیا اور کہا کہ:

''ہمیں مقابلہ کرنا چاہیے۔''

اور وہ کارمل (Carmel) پہاڑ پر چلے آئے اور انھوں نے مقابلہ کیا...... اور بادشاہ مقابلہ ہار گیا...... ایلجا کو فتح حاصل ہوئی اور اس نے بارش کی دعا کی اور بارش نازل ہوگئی...... ایلجا پہلی شہادت ہے۔ جب اس نے یہ کہا تھا کہ:

''اس وقت تک بارش نہ ہوگی جب تک کہ میں بارش نہ چاہوں۔''

وہ پہلی شہادت تھا۔ جب خدا نے بارش برسائی...... خدا بذات خود دوسری شہادت تھا۔ ایک اور مثال عیسیاہ (Isaiah) 750 قبل مسیح کی ہے...... یہودیوں کو جلاوطن کر دیا گیا تھا...... اس نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ:

''ان کو جلاوطن کیا جائے گا اور سائرس (Cyrus) ان کو واپس لائے گا۔''

سائرس...... سائرس کون ہے؟

250 برس بعد...... سائرس پارسی قبائل کا سردار...... اس نے یہودیوں کو واپس اسرائیل بھیجا...... واپس فلسطین بھیجا...... اور لندن میں سائرس سلنڈر رہے جو اس بارے میں بات کرتا ہے...... لہٰذا آپ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ:

''کیا مسیح علیہ السلام نے پیشین گوئیاں پوری کیں؟''

''کیا مسیح علیہ السلام سے معجزات رونما ہوئے؟''

''کیا مسیح علیہ السلام نے پیشین گوئیاں کیں؟''

(توقف اختیار کیا گیا)

ہم پیشین گوئیوں کا علم ریاضی کے حوالے سے مطالعہ سرانجام دینے جا رہے ہیں...... یہ ''گمان غالب'' کا نظریہ (تھیوری) کہلاتا ہے اور ہم یہ تخمینہ لگائیں گے کہ یہ پیشین گوئیاں اتفاقاً بھی پوری ہو سکتی تھیں...... اس کی ایک مثال کچھ یوں ہے کہ:

''فرض کریں ڈاکٹر نائک کے پاس دس عدد شرٹیں موجود ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ان کے پاس ایک سرخ رنگ کی شرٹ بھی موجود ہے۔''

اور میں یہ پیشین گوئی کرتا ہوں کہ:

''کل ڈاکٹر نائک سرخ رنگ کی شرٹ پہنیں گے۔''

اور

''اگلے روز ڈاکٹر نائک واقعی سرخ رنگ کی شرٹ پہن لیتے ہیں۔''

تب میں یہ کہوں گا کہ:

''میں ایک پیشین گو ہوں۔''

اور میرے دوست کہیں گے کہ:

''نہیں...... نہیں...... تم پیشین گو نہیں ہو...... یہ محض اتفاق تھا کہ اس روز ڈاکٹر نائک نے سرخ شرٹ پہنی تھی۔''

فرض کریں کہ:

''ڈاکٹر سمیوئیل نومان...... ان کے پاس دو جوڑے بوٹ ہیں اور ایک جوڑا سینڈل ہے۔''

لہٰذا اگلے روز میں پیشین گوئی کرتا ہوں کہ:

''ڈاکٹر نومان کل سینڈل پہنیں گے۔''

اور ڈاکٹر سہیل احمد......

''ان کے پاس پانچ عدد ہیٹ ہیں۔''

اور میں کہتا ہوں کہ:

''وہ پگڑی باندھیں گے۔''

لہٰذا یہ کہاں تک ممکن ہو سکتا کہ محض اتفاقاً میری پیشین گوئیاں درست ثابت ہوں...... یہ میری قسمت پر منحصر ہے کہ میری کتنی پیشین گوئیاں اتفاقاً پوری ہوتی ہیں...... بہرکیف وقت گزرتا جا رہا ہے کہ ہمیں 10 پیشین گوئیوں کو زیر بحث لانا ہے...... پہلی پیشین گوئی جرمیاہ (Jeremiah) میں ہے...... جرمیاہ میں پیشین گوئی 600 قبل از مسیح کہ:

''مسیح علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں گے۔''

اور پیشین گوئی پوری ہوئی......

''خدا کی جانب سے حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت مریم کے پاس بھیجے گئے۔''

فرشتے نے ان سے کہا کہ:

''مریم ڈرو نہیں...... تم حاملہ ہوگی اور ایک بیٹے کو جنم دو گی...... اس کا نام مسیح ہوگا...... وہ عظیم ہوگا اور وہ بہت اعلیٰ اور برتر کا بیٹا کہلائے گا اور خدا اسے اس کے باپ داؤد کا تخت عطا کرے گا اور اس کی سلطنت وسیع تر ہوگی۔''

اور فرشتے نے حضرت مریم سے یہ بھی کہا کہ:

''روح مقدس تم پر سایہ فگن رہے گی اور تم خدا کے سایے تلے ہوگی...... لہٰذا جنم لینے والا بچہ مقدس کہلائے گا۔''

(توقف اختیار کیا گیا)

دوسری پیشین گوئی...... دائمی حکمران بیت اللحم میں جنم لے گا...... اور اس پیشین گوئی کا پورا ہونا...... اگرچہ یوسف اور مریم نظارت (Nazareth) میں رہائش پذیر تھے لیکن یوسف مریم کو لے کر بیت اللحم چلا آیا جو اس کا آبائی شہر تھا......

"اور یوسف گلیلی...... نظارت کے شہر سے جو دیا بھی گیا...... داؤد کے شہر میں...... جو بیت اللحم کہلاتا ہے کیونکہ وہ داؤد کا رشتے دار تھا...... اور اس دوران اس نے اپنے پہلے بیٹے کو جنم دیا۔"

لہٰذا بیت اللحم میں پیدا ہونے کے کتنے مواقع تھے؟ دنیا میں تقریباً دو ارب لوگ پیدا ہوئے تھے...... میکاہ (Micah)...... (پیشین گوئی کرنے والا) سے لے کر اب تک...... اور 7000 لوگ بیت اللحم میں رہتے ہیں...... لہٰذا 280 ہزار افراد میں سے ایک فرد بیت اللحم میں پیدا ہوا تھا۔

تیسری پیشین گوئی...... ایک پیغمبر مسیح علیہ السلام کے لیے راہ ہموار کرے گا...... یہ پیشین گوئی ملاچی (Milachi) نے کی تھی...... سورۃ 1:3...... 400 قبل از مسیح یہ پیشین گوئی کی گئی تھی۔

قرآن پاک میں بھی اس سورۃ ال عمران...... (45-39:3) بھی اس امر سے اتفاق کرتا ہے کہ:

"بے شک اللہ آپ کو خوش خبری دیتا ہے یحییٰ کی جو اللہ کی طرف سے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا۔"

آپ بتائیں کتنے رہنما ایسے ہیں جن کے پیشرو موجود تھے؟ یہ بتانا مشکل ہے...... میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ 1000 میں سے ایک رہنما ایسا تھا جس کا پیش رو موجود تھا۔

(توقف اختیار کیا گیا)

چوتھی پیشین گوئی...... مسیح علیہ السلام سے بہت سے معجزے رونما ہوں گے......عیسیٰ (Isaiah) 750 میں ہم پڑھتے ہیں......

''ان کو بتا دو جن کے دلوں میں خوف خدا موجود ہے۔ ثابت قدم رہیں اور گھبرائیں نہیں۔تمہارا خدا آئے گا اور تمھیں بچائے گا...... تب اندھوں کی آنکھیں کھلیں گی...... اور بہروں کے کان......اور گونگوں کی زبانیں کھلیں گی۔''

پیشین گوئی پوری ہونا...... بائیبل کہتی ہے......اور قرآن پاک بھی فرماتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے بہت سے معجزات رونما ہوئے تھے...... بائیبل ایسے چار پیغمبروں کا ذکر کرتی ہے جن سے بہت سے معجزات رونما ہوئے تھے...... اس پیشین گوئی میں بیان کیے گئے چاروں معجزات حضرت مسیح علیہ السلام سے رونما ہوئے...... اور کبھی کبھار وہ ان تمام لوگوں کو صحت یاب کر دیتے تھے جو ان کے پاس حصول شفا کے لیے آتے تھے...... چونکہ بہت سے مسلمان اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ کم و بیش 1,24,000 پیغمبر ہو گزرے ہیں...... ہم یہی تعداد استعمال کرتے ہوئے کہیں گے کہ حضرت مسیح علیہ السلام 1,240,000 میں سے ایک فرد تھا۔

پانچویں پیشین گوئی...... ان معجزات کے باوجود بھی ان کے بھائی ان کے خلاف تھے...... داؤد کے ترانوں میں...... 1000 قبل مسیح......وہ کہتا ہے کہ:

''میں اپنے بھائیوں کے لیے ایک اجنبی ہوں...... اپنی ماں کے بیٹوں کے لیے ایک اجنبی۔''

اور جان (John) میں اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کا قصہ درج ہے کہ:

''لہٰذا اس کے بھائیوں نے اس سے کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ اور جودیا میں رہائش اختیار کرو کیونکہ اس کے بھائی اس پر ایمان

نہ رکھتے تھے۔"

سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ دنیا کے کتنے حکمرانوں میں سے ایک حکمران ایسا بھی ہوتا ہے جس کے اہل خانہ اس کے خلاف ہوتے ہیں؟ ٹھیک ہے...... بہت سے حکمرانوں کے تختے ان کے رشتہ داروں نے الٹے تھے...... لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پانچ میں ایک یا دس میں ایک وغیرہ وغیرہ۔

چھٹی پیشین گوئی...... یہ 520 قبل مسیح زکریا نے کی تھی......

"خوشی مناؤ...... اوہ قدیم بیت المقدس کی مقدس پہاڑی کی بیٹی...... یروشلم کی بیٹی...... تمہارا بادشاہ آ رہا ہے...... وہ تمھیں نجات دلائے گا۔"

پیشین گوئی کا پورا ہونا...... اگلے روز لوگوں کے ایک بڑے مجمعے نے کھجور کے درخت کی شاخیں پکڑیں اور ہوسنا (Hosanna) سے ملاقات کے لیے چلے آئے جو پکار رہا تھا۔

"اس پر رحمت ہو جو خدا کے نام پر چلا آتا اسرائیل کے بادشاہ پر رحمت ہو!"

اور مسیح علیہ السلام ایک نوجوان گدھے پر سوار ہو گئے...... حضرت مسیح علیہ السلام نے سواری کے لیے گدھا منتخب کیا وہ ایک معجزہ نہ ہے...... یہ غیر معمولی واقعہ نہیں ہے...... لیکن وہاں پر لوگوں کا مجمع موجود تھا اور لوگوں کا مجمع ان کے پاس آیا اور کہا کہ:

"اس پر رحمت ہو جو خدا کے نام پر چلا آیا۔"

کتنے حکمران ایسے ہیں جو گدھے پر سوار ہو کر یروشلم میں داخل ہوئے تھے...... آج کل حکمران مرسیڈیز گاڑی میں سوار ہوتے ہیں...... محض ایک حکمران...... میں کہتا ہوں کہ سو میں سے ایک حکمران۔

ساتویں پیشین گوئی...... مسیح علیہ السلام نے عبادت خانے (Temple) کی تباہی و بربادی کی پیشین گوئی بذات خود کر دی تھی......

"حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا کہ 30 بعد از مسیح میں...... اور جونہی مسیح علیہ السلام عبادت خانے سے باہر آ رہے تھے...... ایک حواری نے ان سے کہا کہ دیکھیں کیسے خوبصورت پتھر ہیں...... اور کتنی خوبصورت عمارت ہے...... اور حضرت مسیح علیہ السلام نے اس سے کہا کہ کیا تم ان عظیم عمارتوں کو دیکھتے ہو؟ اس کا ایک پتھر بھی ایک دوسرے کے اوپر قائم نہ رہے گا...... کوئی بھی پتھر ایسا نہ ہوگا جس کو اٹھا کر پھینک نہ دیا جائے گا۔"

پیشین گوئی کا پورا ہونا...... تقریباً 40 برس بعد...... 70 بعد از مسیح...... رومی جرنیل (Titus) نے ایک لمبے محاصرے کے بعد یروشلم پر قبضہ کر لیا...... اس کی خواہش تھی کہ عبادت گاہ کو نہ گرایا جائے لیکن یہودیوں نے اس کو آگ لگا دی۔

آٹھویں پیشین گوئی...... مسیح علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا جائے گا۔ مناجات میں...... داؤد نے 1000 قبل مسیح تحریر کیا کہ:

"بدکار مردوں کے ایک گروہ نے مجھے گھیرا ہوا ہے۔ انھوں نے میرے ہاتھوں اور پاؤں کو باندھ رکھا ہے۔"

داؤد اس طریقے سے موت سے ہمکنار نہ ہوئے تھے...... وہ بستر پر موت سے ہمکنار ہوئے تھے...... اس وقت ان کے ہاتھ اور پاؤں بندھے ہوئے نہ تھے۔

لیوک (Luke) ہمیں اس پیشین گوئی کے پورے ہونے کی بابت بتاتا ہے کہ:

"انھوں نے مسیح علیہ السلام کو جرائم پیشہ افراد کے ساتھ صلیب پر لٹکا دیا...... ایک ان کی دائیں جانب تھا اور دوسرا ان کی بائیں

جانب تھا۔"

ہمارا سوال یہ ہے کہ:

"کتنے افراد میں سے ایک فرد کو صلیب پر لٹکایا گیا ہے؟"

ٹھیک ہے...... میں کہتا ہوں کہ 10,000 افراد میں سے ایک فرد۔

نویں پیشین گوئی......

"وہ اس کا لباس آپس میں تقسیم کر لیں گے اور اس کے لباس کے حصول کے لیے قرعہ اندازی کریں گے۔"

دوبارہ یہ داؤد بول رہے ہیں کہ:

"انھوں نے میرے کپڑے آپس میں تقسیم کر لیے اور میرے لباس کے حصول کے لیے قرعہ اندازی کی۔"

ٹھیک ہے...... جان ہمیں سورۃ نمبر 19 میں اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کی بابت بتاتا ہے کہ:

"جب سپاہیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر لٹکا دیا...... انھوں نے ان کے کپڑے اتار لیے تاکہ چاروں آپس میں تقسیم کر سکیں...... ان کا انڈرویئر وغیرہ اُن کے جسم پر ہی رہنے دیا...... یہ کپڑے مختلف حصوں میں نہ سلے ہوئے تھے بلکہ سر سے پاؤں تک کپڑے کے ایک ہی ٹکڑے پر مشتمل تھے...... انھوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ ہمیں اسے پھاڑ کر چار حصوں میں تقسیم کرنے کی بجائے قرعہ اندازی کے ذریعے یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ یہ کپڑا کس کے حصے میں آئے گا؟"

(توقف اختیار کیا گیا۔ تالیاں)

دسویں پیشین گوئی......

"اگر چہ معصوم مگر اپنی موت پر ظالم اور امیر کے ساتھ شمار ہوگا۔"

عیسیٰ (Isaiah) نے 750 قبل از مسیح نے کہا تھا کہ:

"اسے ظالم اور امیر شخص کے ساتھ قبر میسر آئی اگر چہ اس نے کوئی جرم...... کوئی دھوکہ دہی اور دغا بازی نہیں کی تھی...... لیکن اس کا شمار خطا کاروں کے ساتھ کیا گیا۔"

میتھیو اس کی پیشین گوئی دیتا ہے کہ:

"انھوں نے دو چوروں اور ڈاکوؤں کے ساتھ انھیں صلیب پر لٹکایا...... جب شام ہوئی تو ایک امیر شخص اری ماتھیا (Arimathiea) سے آیا...... اس کا نام جوزف تھا...... وہ مسیح علیہ السلام کا پیروکار تھا...... پلیٹ (Pilate) جاتے ہوئے اس نے مسیح علیہ السلام کی نعش کے بارے میں پوچھا۔ جوزف نے نعش کو صاف ستھرے لینن کے کپڑے میں لپیٹا اور اپنے لیے تعمیر کردہ مقبرے میں دفن کر دیا۔"

تختہ دار پر چڑھائے گئے کتنے جرائم پیشہ افراد معصوم تھے؟ ٹھیک ہے...... میں کہتا ہوں کہ 10 آدمیوں میں سے ایک...... اور کتنے معصوم افراد...... یا کتنے جرائم پیشہ افراد امیر اشخاص کے ساتھ دفن کیے گئے تھے؟ میں کہتا ہوں 100 افراد میں سے ایک فرد...... 1000 افراد میں سے ایک فرد......

(توقف اختیار کیا گیا)

اس کے علاوہ بھی کئی ایک پیشین گوئیاں ہیں...... یہ تمام تر پیشین گوئیاں یہ بتاتی ہیں کہ پیغمبر داؤد علیہ السلام یا عیسیٰ پہلی شہادت ہے...... خدا پیشین گوئیاں پوری

کر رہا ہے...... وہ دوسری شہادت ہے...... اور خدا نے مسیح علیہ السلام کے حواریوں سے کہا کہ انھیں لکھ لیں...... یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ بائیبل حق ہے...... سچ ہے...... اور یاھووا الوھم (Yehowah elohim) کی جانب سے ہے۔

بائیبل کہتی ہے کہ:

"مسیح علیہ السلام خدا کی طرف سے آئے تھے اور انھوں نے ہمارے گناہوں کا کفارہ ادا کیا تھا۔"

یہ اچھی خبر ہے......قرآن پاک سخت خبریں سناتا ہے......سورۃ نحل......سورۃ نمبر 16......آیت نمبر 61 پیغام دیتی ہے کہ:

"اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم پر گرفت کرتا تو زمین پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا......"

میں آپ پر زور دوں گا کہ آپ بائیبل کا...... انجیل کا ایک نسخہ لیں......اور اسے پڑھیں...... آپ کو اس میں اچھی خبریں ملیں گی...... آپ کی روح کے لیے اچھی خبریں آپ کو ملیں گی......آپ پر خدا کی رحمت ہو......شکریہ

(تالیاں)

(ڈاکٹر محمد)

میں ڈاکٹر ذاکر سے درخواست کروں گا کہ وہ ڈاکٹر ولیم کیمپبل کو جواب پیش کریں۔

(ڈاکٹر ذاکر)

معزز ڈاکٹر ولیم کیمپبل...... اسٹیج پر تشریف فرما احباب...... میرے قابل قدر بزرگ اور میرے عزیز بھائیو اور بہنوں...... میں ایک مرتبہ پھر آپ سب کو اسلامی طریقہ کار کے تحت خوش آمدید کہتا ہوں......

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

(آپ پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں)

میں نے ڈاکٹر ولیم کیمپبل کو جو 21 نکات پیش کیے تھے انھوں نے ان میں سے محض 2 نکات کو اپنا موضوع بنایا ہے...... محض دو......

(تالیاں)

پہلے نکتہ کے جواب میں انھوں نے کہا ہے کہ بائیبل میں دنوں کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ انھیں 24 گھنٹے پر محیط دن تصور کرنے کی بجائے ایک لمبے دورانیے پر محیط دن تصور کرتے ہیں...... بالکل قرآن پاک کے فرمان مبارک کی طرح...... آپ محض دو مسائل حل کر سکے ہیں...... 6 دن کی تخلیق کا مسئلہ اور پہلے دن روشنی تخلیق فرمائی گئی اور تیسرے روز زمین تخلیق فرمائی گئی...... بقایا مسائل اپنی جگہ موجود ہیں۔

ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے یہ اقرار کرنے کا انتخاب کیا ہے کہ:

''دن 24 گھنٹوں کی بجائے لمبے دورانیے پر محیط تھے۔''

اور انھوں نے چھ میں سے دو سائنسی غلطیاں حل کی ہیں...... بقایا چار؟...... کائنات کی تخلیق...... وہ اس کے ساتھ اتفاق کر چکے ہیں...... بہت اچھی بات ہے...... اور وہ کہتے ہیں کہ جواب دینا مشکل ہے۔

دوسرا نکتہ جس کو انھوں نے موضوع بنایا ہے...... وہ مارک کی سورۃ نمبر 16...... آیت نمبر 17 اور 18 کا سائنسی امتحان سے متعلق تھا اور انھوں نے کہا کہ:

''ان کے ایک دوست جس کا نام ہیری تھا...... نام خواہ کچھ بھی ہو...... مراکو میں...... اس نے زہر خورانی کی۔''

بائیبل کہتی ہے...... کنگ جیمز کا ایڈیشن اور نیا بین الاقوامی ایڈیشن...... دونوں یہ کہتے ہیں...... جن کا حوالہ ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے بھی دیا کہ:

''زہر قاتل پیا''

زہر خورانی......یعنی زہر کھانا نہیں بلکہ زہر قاتل پینا ہے۔

(تالیاں)

لیکن اس کے باوجود مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے......اگر کوئی شخص زہر قاتل پینے کی بجائے زہر کھاتا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے......لیکن آپ اندازہ کریں کہ ایک شخص مراکو میں...... میں نے بتایا ہے کہ دنیا میں دو ارب عیسائی موجود ہیں......کوئی عیسائی بھی میدان میں نہیں آ سکتا؟......دو ارب عیسائیوں میں سے ایک بھی عیسائی میدان میں نہیں آ سکتا؟

میں ڈاکٹر ولیم کیمپبل کو بھی ایک دین دار عیسائی تصور کرتا ہوں اور میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اپنے دوست کا امتحان پیش نہ کریں جو پہلے ہی موت سے ہمکنار ہو چکا ہے۔

(تالیاں)

اور انھوں نے کہا کہ زہر خوانی کے بعد اس کے منہ سے خون نکلا...... اس نے خون کی قے کی...... ڈاکٹر ولیم کیمپبل اور میں دونوں طبی ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے بخوبی جانتے ہیں کہ زہر خوانی کے بعد......خون آتا ہے اور ہم زہر خوانی کے شکار لوگوں کا علاج بھی کرتے ہیں...... لہٰذا عظیم امتحان یہ ہے کہ آپ بذات خود میدان میں آئیں اور یہ سب کچھ کر کے دکھائیں اور تب آپ بدیسی زبانیں بولنے کے قابل ہوں گے اور ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے کہا کہ اس وقت اگر آپ مارک کی انجیل سورۃ نمبر 16 پڑھیں...... وہاں جو لوگ موجود تھے...... وہ ان زبانوں کو بولتے تھے جن کو لوگ سمجھتے تھے...... کیا ڈاکٹر کیمپبل نہیں جانتے کہ یہاں پر ہندوستانی موجود ہیں...... یقیناً بہت سے گجراتی زبان جانتے ہوں گے...... مراٹھی زبان جانتے ہوں گے......حتیٰ کہ میں بھی جانتا ہوں...... اگر میں آپ سے پوچھوں کہ

"نیر کذ (تامل)"

کوئی جواب نہیں موصول ہوا...... غیر ملکی زبانیں......"نیر کذ"...... کیا کوئی تامل زبان جانتا ہے!

(سامعین)...... جی ہاں۔

بہت خوب...... کیا آپ عیسائی دین دار ہیں؟......نہیں میں اس شخص سے دریافت کر رہا ہوں......تم مسلمان ہو؟ کوئی بات نہیں...... یہ امتحان ایک عیسائی کو پاس کرتا ہے...... یہاں پر کئی ایسے افراد موجود ہیں جو غیر ملکی زبانیں جانتے ہیں...... آپ نے جو کچھ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کو ان کی طرح یہ زبان بولنی ہے...... آپ کا کیا نام ہے؟...... آپ کیسے ہیں؟...... وہ زبانیں بولنی ہیں جو آپ اس سے پہلے نہیں جانتے......اور آپ میرا نکتہ ثابت کر چکے ہیں......اور ابھی تک میری نظروں سے کوئی ایسا عیسائی نہیں گزرا جس نے میری موجودگی میں یہ امتحان پاس کیا ہو...... آج تک میں ہزاروں عیسائیوں سے ذاتی طور پر مل چکا ہوں لیکن ان میں سے ایک بھی عیسائی ایسا نہیں ملا جو یہ امتحان پاس کر سکے...... 1000 عیسائیوں میں سے ایک عیسائی بھی یہ امتحان پاس نہیں کر سکا...... اب ان کی تعداد 1001 ہو چکی ہے کیونکہ ڈاکٹر ولیم کیمپبل بھی ان میں شامل ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے محض دو نکات کو اپنا موضوع بنایا اور میرے بقایا نکات کا جواب گول کر گئے اور پیشین گوئی کے بارے میں اظہار خیال کرنا شروع کر دیا۔

"بائبل سائنس کی روشنی میں"

اس موضوع کے ساتھ انصاف کرنے کے لیے "پیشین گوئیاں" کیا کریں گی...... اگر یہ پیشین گوئیاں ہی امتحان ہوتا تب نوسٹرڈیم کی کتاب بہترین کتاب کہلاتی......اور یہ کتاب کلام الٰہی کہلانے کی صحیح طور پر مستحق ٹھہرتی۔

یہ درست ہے کہ انھوں نے "گمان غالب" کے نظریے پر بات کی ہے۔
"گمان غالب" کی تھیوری کی تعریف کے لیے آپ قرآن پاک کے ساتھ کیسے تجزیہ سرانجام دے سکتے ہیں ہمراہ سائنسی حقائق...... اس سلسلے میں آپ میری ویڈیو کیسٹ بنام

"کیا قرآن پاک کلام الٰہی ہے"

سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں...... یہ اس ہال کے باہر سیل سنٹر پر دستیاب ہے...... میں نے سائنسی لحاظ سے ثابت کیا ہے کہ آپ "گمان غالب" کی تھیوری کو کس طرح استعمال کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے اسے "پیشین گوئی" کی بنیاد پر استعمال کیا ہے۔ اگر میں چاہوں تو میں ان پیشین گوئیوں کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں...... لیکن میں ایسا نہیں کرنا چاہتا...... میں بحث کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا۔ لہٰذا میں مطابقت کے حامل نظریے کا استعمال کرتے یہی کہوں گا کہ انھوں نے جو بھی پیشین گوئیاں بیان کی ہیں وہ درست ہیں...... لیکن اگر ان میں ایک بھی پیشین گوئی پوری نہ ہوئی ہوگی تب تمام تر بائیبل کلام الٰہی کے اعزاز سے محروم ہو جائے گی...... میں آپ کو ان پیشین گوئیوں کی ایک فہرست پیش کر سکتا ہوں جو پوری نہ ہوئی تھیں۔

مثال کے طور پر اگر آپ جینیسس (Genesis)...... سورۃ نمبر 4...... آیت نمبر 12 زیر غور لائیں...... اس میں کہا گیا ہے کہ:

"خدا نے کین (Cain) کو بتایا کہ تم کبھی سکونت پذیر نہیں ہو گے...... تم ایک آوارہ گرد ہی رہو گے۔"

چند آیات بعد...... سورۃ نمبر 4...... آیت نمبر 17 کہتی ہے کہ:

"کین نے ایک شہر بنایا۔"

لہٰذا یہ وہ پیشین گوئی ہے جو پوری نہ ہو سکی۔

اگر آپ جریمیہ (Jeremiah) کا مطالعہ کریں...... سورۃ نمبر 36......

آیت نمبر 30...... یہ بیان کرتی ہے کہ:

''جے ہو یا چن (Jehoiachin)...... جے ہو یا چن کا باپ...... کوئی ایک بھی اپنے تخت پر بیٹھنے کے قابل نہ ہوگا...... داؤد کا تخت...... جے ہو یا چن کے بعد کوئی بھی اس تخت پر بیٹھنے کے قابل نہ ہوگا۔''

اگر آپ مابعد دوسرے بادشاہ (II Kings)...... سورۃ نمبر 24...... آیت نمبر 6 کا مطالعہ کریں تو یہ بیان کرتی ہے کہ:

''جے ہو یا چن جب وہ موت سے ہمکنار ہو گیا...... مابعد جے ہو یا چن تخت پر بیٹھا۔''

وہ پیشین گوئی جو پوری نہ ہو سکی...... محض ایک ایسی پیشین جو پوری نہ ہو سکی ہو یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ:

''بائبل کلام الٰہی نہیں ہے۔''

لیکن میں لاتعداد ایسی پیشین گوئیاں پیش کر سکتا ہوں جو پوری نہ ہو سکیں۔

اگر آپ (Ezekiel) کا مطالعہ کریں...... سورۃ نمبر 26...... یہ بیان کرتی ہے کہ:

''نیبو چاڈر (Nebuchader) ٹائر (Tyre) کو تباہ کرے گا۔''

ہم جانتے ہیں کہ:

''الیگزینڈر دی گریٹ وہ شخص تھا جس نے ٹائر کو تباہ کیا تھا۔''

یہ پیشین گوئی بھی پوری نہ ہوئی۔

عیسیاہ (Isaiah)...... سورۃ نمبر 7...... آیت نمبر 14...... پیشین گوئی کرتا ہے کہ:

''ایک شخص کی پیدائش کی پیشین گوئی کرتا ہے جو ایک کنواری کے ہاں جنم لے گا...... اس کا نام ایمونئیل ہوگا۔''

عیسائی کہتے ہیں کہ:

''یہ یسوع مسیح علیہ السلام کا حوالہ دیا گیا ہے جو ایک کنواری کے ہاں پیدا ہوئے۔''

عبرانی لفظ ''املا'' (Amla) استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب ''ایک کنواری'' نہیں ہے بلکہ ''ایک نوجوان لڑکی'' ہے۔ عبرانی زبان میں کنواری کے لیے لفظ بیتولا (Baitula) ہے جو کہ اس میں موجود نہیں ہے۔ اگر آپ متفق ہوں...... ہم مطابقت رکھنے والا نظریہ استعمال کرتے ہوئے اسی لفظ ''املا'' کو کنواری ظاہر کرنے والا لفظ تسلیم کر لیتے ہیں لیکن جو یہ کہا گیا ہے کہ:

''ان کو ایمونئیل کہا جائے گا۔''

لیکن بائیبل میں کسی بھی جگہ حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کو ایمونئیل کہہ کر نہیں پکارا گیا۔

لہٰذا یہ پیشین گوئی بھی غلط ثابت ہوئی۔

میں آپ کو لاتعداد ایسی پیشین گوئیاں گنوا سکتا ہوں جو غلط ثابت ہوئیں جبکہ بائیبل کو غلط ثابت کرنے کے لیے ایک ہی غلط ثابت ہونے والی پیشین گوئی کافی ہے...... میں نے محض چند ایک پیشین گوئیاں پیش کی ہیں جو غلط ثابت ہوئیں...... آپ کی گمان غالب کی تھیوری کے مطابق...... بائیبل کلام الٰہی نہیں ہے۔

ڈاکٹر کیمپبل نے کہا کہ:

''بائیبل کے مطابق ایلجا (Elaijah) جنگ ہار گیا لیکن قرآن پاک کے مطابق وہ جنگ جیت گیا۔''

یہ جو کچھ بھی ہوا سو ہوا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ:

''بائیبل درست ہے اور قرآن غلط ہے۔''

اگر بائیبل اور قرآن پاک کے بیانات آپس میں نہیں ملتے...... آپ یہ تصور کر رہے ہیں کہ بائیبل کلام الٰہی ہے۔ اگر دونوں کا تجزیہ کیا جائے یہ تو عین ممکن ہے کہ قرآن پاک درست ہو اور بائیبل غلط ہو...... یہ بھی عین ممکن ہے کہ بائیبل درست ہو اور قرآن پاک غلط ہو اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ دونوں غلط ہوں...... یہ بھی عین ممکن ہے کہ دونوں درست ہوں۔

لہٰذا ہمیں کیا کرنا ہوگا؟

اگر ہم نے یہ تجزیہ کرنا ہے کہ دونوں میں سے کون غلط ہے......تو آپ کا ایک تیسرا ذریعہ باہر سے حاصل کرنا ہوگا...... ایک ایسا ذریعہ جو مستند ہو...... کیونکہ بائیبل کہتی ہے کہ ''وہ ہار گیا'' جبکہ قرآن پاک کہتا ہے کہ ''وہ جیت گیا''......اگر آپ یہ کہیں کہ قرآن پاک غلط کہہ رہا ہے تو یہ غیر منطقی ہوگا...... اور ڈاکٹر ولیم کیمپبل...... ان سائنسی غلطیوں کا جواب دینے کے علاوہ جن کا میں نے ذکر کیا ہے...... میں ان نکات کو بھی زیر بحث لاؤں گا جن کو وقت کی کمی کے باعث میں زیر بحث نہ لا سکا تھا...... 6 یا 7 مزید ایسے نکات ہیں جن کو یہ اپنی گفتگو میں زیر بحث لائے تھے......جن کا میں انشاء اللہ مختصر طور پر جواب پیش کروں گا۔ انھوں نے کہا تھا کہ قرآن پاک فرماتا ہے...... بقول میرے......اور انھوں نے میری کیسٹ دکھائی بمطابق شبیر علی کہ:

''چاند کی روشنی منعکس روشنی ہے۔''

اور انھوں نے کہا......''اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ''...... میں دوبارہ حوالہ پیش کر رہا ہوں۔

قرآن پاک سورۃ فرقان...... سورۃ نمبر 25...... آیت نمبر 61 میں فرماتا

ہے کہ:

''بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور
ان میں چراغ رکھا اور چمکتا چاند......''

''چاند'' جو روشنی مستعار لیتا ہے...... ''منیر''...... چاند کے لیے جو عربی کا لفظ استعمال ہوتا ہے وہ ''قمر'' ہے...... لیکن اس کو ہمیشہ ''منیر'' یا ''نور'' کہتے ہوئے بیان فرمایا گیا ہے...... جس کا مطلب ہے کہ ''روشنی کا عکس۔''

''سورج'' کے لیے عربی کا جو لفظ استعمال ہوتا ہے وہ ''شمس'' ہے...... لیکن اسے ''چراغ''...... یعنی ''دیا'' کہہ کر بیان کیا گیا ہے...... جس کا مطلب ہے چمکتا چراغ...... اور میں سورۃ نوح...... سورۃ نمبر 71...... آیات نمبر 15 اور 16...... سورۃ نمبر 10...... آیت نمبر 5 کے علاوہ دیگر حوالے پیش کر سکتا ہوں اور انھوں نے کہا کہ ''اگر اس کا مطلب ہے روشنی کا عکس اور انھوں نے قرآن پاک کی سورۃ نور...... سورۃ نمبر 24...... آیت نمبر 35 اور 36 کا حوالہ دیا کہ:

''اللہ تعالیٰ زمین اور آسمانوں کا نور ہے۔''

پوری آیت کا مطالعہ کیجئے اور تجزیہ کیجئے کہ یہ آیت مبارکہ کیا فرما رہی ہے۔

یہ آیت مبارکہ فرماتی ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نور ہے۔''

یہ فرماتی ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔''

یہ مشابہت ہے...... مماثلت ہے...... طاق کی طرح...... اور طاق میں چراغ ہے...... ''چراغ'' ...... یہ لفظ وہاں پر موجود ہے...... لہٰذا اللہ تعالیٰ کی روشنی اس کی اپنی روشنی ہے...... اور اللہ تعالیٰ روشنی منعکس بھی کرتا ہے...... لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنی روشنی کا

حامل ہونے کے علاوہ...... جیسا کہ قرآنی آیات فرماتی ہیں کہ:

''طاق میں چراغ ہے۔''

اور اس چراغ کی روشنی اللہ تعالیٰ کی اپنی روشنی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی روشنی منعکس بھی کرتا ہے۔

ڈاکٹر ولیم کیمپبل کہتا ہے کہ قرآن فرماتا ہے کہ:

''قرآن نور ہے۔ یہ روشنی منعکس کر رہا ہے۔''

بے شک قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور روشنی منعکس کر رہا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں...... انھیں ''سراج'' کہا گیا ہے...... ہاں وہ ''سراج'' ہیں...... ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک ہمیں رہنمائی فراہم کر رہی ہے...... لہٰذا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''نور'' بھی ہیں...... اور ''سراج'' بھی ہیں...... الحمدللہ...... وہ اپنے علم کے بھی حامل ہیں...... الحمدللہ۔ انھیں اللہ تعالیٰ کی رہنمائی بھی حاصل ہے...... الحمدللہ۔

لہٰذا اگر آپ اس لفظ ''نور'' کو روشنی کے عکس اور ''منیر'' کو بھی روشنی کے عکس کے لیے استعمال کرتے ہیں پھر بھی الحمدللہ آپ سائنسی لحاظ سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ چاند کی روشنی اس کی اپنی روشنی نہیں ہے۔

دیگر نکات جو ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے اٹھائے تھے وہ سورۃ کہف...... سورۃ نمبر 18...... آیت نمبر 86 کے بارے میں تھا کہ:

''ذوالقرنین نے سورج کو سیاہ کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا پایا۔''

یہاں پر جو عربی لفظ استعمال ہوا ہے وہ ''وَجَدَھَا'' ہے جس کے معانی ہیں کہ:

''ذوالقرنین کو ایسا دکھائی دیا۔''

اور ڈاکٹر ولیم کیمپبل بھی عربی زبان جانتے ہیں...... لہٰذا ''وَجَدَ'' کا مطلب

ہے...... اگر آپ ڈکشنری میں بھی دیکھیں...... اس مطلب ہے کہ:

"یہ ایسا دکھائی دیا۔"

لہٰذا اللہ تعالیٰ وہ کچھ بیان فرما رہے ہے جو کچھ ذوالقرنین کو دکھائی دیا......

اگر میں یہ کہوں کہ:

"میری جماعت کے طالب علموں نے کہا کہ دو جمع دو پانچ ہوتے ہیں۔"

اور آپ فتویٰ لگا دیں کہ:

"اوہ...... ذاکر نے کہا کہ دو جمع دو پانچ ہوتے ہیں۔"

حالانکہ میں نے نہیں کہا بلکہ میں بتا رہا ہوں کہ:

"میری جماعت کے طالب علموں نے کہا کہ دو جمع دو پانچ ہوتے ہیں۔"

لہٰذا میں غلط نہیں ہوں...... طالب علم غلط ہیں۔

اس آیت کا تجزیہ سرانجام دینے کے کئی ایک طریقہ کار ہیں۔

ایک طریقہ یہ ہے...... بقول محمد اسد...... کہ "وَجَدَ" کا مطلب ہے کہ:

"یہ ایسا دکھائی دیا۔"

"ذوالقرنین کو ایسا دکھائی دیا۔"

نکتہ نمبر 2...... عربی لفظ "مغرب" استعمال کیا گیا ہے...... یہ وقت کے علاوہ مقام کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ:

"سورج غروب۔"

سورج غروب...... وقت کے لیے زیر غور لایا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر میں یہ کہوں کہ:

"سورج سات بجے غروب ہوتا ہے۔"

میں اسے وقت کے حوالے سے بیان کر رہا ہوں۔

اگر میں یہ کہوں کہ:

"سورج مغرب میں غروب ہوتا ہے۔"

اس کا مطلب ہے کہ میں اسے مقام کے حوالے سے استعمال کر رہا ہوں۔

لہٰذا اگر یہاں پر ہم لفظ "مغرب" کو وقت کے حوالے سے استعمال کریں......لہٰذا......

"ذوالقرنین سورج غروب ہونے کی جگہ نہیں پہنچا۔"

یہ استعمال وقت کے حوالے سے ہے۔

"وہ سورج غروب ہونے کے وقت پہنچا۔"

مسئلہ حل ہو گیا ہے۔

مزید برآں آپ اسے کئی ایک طریقوں سے حل کر سکتے ہیں۔

حتیٰ کہ اگر ڈاکٹر ولیم کیمپبل کہتے ہیں کہ:

"نہیں......نہیں...... بنیادی طور پر جو فرض کیا گیا ہے...... وہ درست نہیں ہے...... اس کے معانی......"ایسا دکھائی دیا" نہیں ہیں...... اس کے معانی حقیقت میں یہ ہیں......"

آیئے ہم اس کا مزید تجزیہ سرانجام دیں۔

قرآنی آیت مبارکہ نے فرمایا کہ:

"سورج کو ایک سیاہ چشمے میں ڈوبتا پایا۔"

ہم جانتے ہیں کہ:

"جب ہم اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ "سورج

نکلنا‘‘...... ’’سورج غروب ہونا‘‘...... کیا سورج نکلتا ہے؟‘‘

سائنسی لحاظ سے......

’’سورج نہیں نکلتا...... اور نہ ہی سورج غروب ہوتا ہے......
سائنسی لحاظ سے سورج کبھی غروب نہیں ہوتا...... یہ زمین کی
گردش ہے جو سورج نکالتی ہے اور سورج غروب کرتی ہے۔‘‘

لیکن اس کے باوجود بھی آپ روزانہ اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ:

طلوع آفتاب...... 6 بجے صبح

غروب آفتاب...... 7 بجے شام

اوہ اخبارات غلط ہیں...... غیر سائنسی ہیں۔

اگر میں لفظ ’’سانحہ‘‘ (Disaster) استعمال کروں۔

’’اوہ...... یہ ایک سانحہ ہے۔‘‘

"Disaster" کا مطلب ہے کہ کوئی سانحہ جو رونما ہو چکا ہے۔ لغوی طور پر "Disaster" کا مطلب ہے ’’بدستارہ‘‘...... لہٰذا جب میں کہوں گا کہ "Disaster"...... تب ہر کوئی یہی سمجھے گا کہ میں کسی سانحہ کا ذکر کر رہا ہوں نہ کہ ’’بدستارے‘‘ کا ذکر کر رہا ہوں۔

ڈاکٹر ولیم کیمبل اور میں جانتے ہیں کہ......

’’جب ایک شخص پاگل ہوتا ہے تو ہم اسے "Lunatic" کہتے
ہیں...... یعنی دیوانہ۔ پاگل...... خبطی وغیرہ۔ وغیرہ۔‘‘

"Lunatic" کے کیا معانی ہیں؟ ......

اس کے معانی ہیں ’’چاند سے ٹکرانا‘‘ (Struck by the moon)......

زبان نے اسی طرح نشو و نما پائی ہے...... اسی طرح سورج نکلنا...... یہ حقیقت میں

الفاظ کا استعمال ہے...... اور اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو رہنمائی بھی عطا فرمائی ہے...... وہ اس لیے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے کہ ہم سمجھ سکیں...... لہٰذا یہ محض ''سورج غروب'' ہے نہ کہ حقیقت میں سورج غروب ہے...... سورج حقیقت میں نہیں نکل رہا...... لہٰذا یہ وضاحت واضح طور پر ہمیں ایک واضح تصویر پیش کرتی ہے کہ قرآن پاک کی سورۃ کہف...... سورۃ نمبر 18 آیت نمبر 86 سائنس کے قائم شدہ نظریات کے ساتھ اختلاف نہیں رکھتی...... یہ وہ طریقہ ہے جس کے تحت لوگ گفت وشنید کرتے ہیں۔

انھوں نے سورۃ فرقان...... سورۃ نمبر 25...... آیت نمبر 45 اور 46 کا حوالہ بھی دیا ہے کہ:

''اے محبوب کیا تم نے اپنے رب کو نہ دیکھا کہ کیسا پھیلایا سایہ اور اگر چاہتا تو اسے ٹھہرایا ہوا کر دیتا پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل کیا۔''

اور اپنی کتاب وہ درج کرتے ہیں کہ:

''کیا سورج حرکت کرتا ہے؟''

یہ آیت مبارک کہاں کہتی ہے کہ:

''سورج حرکت کرتا ہے۔''

سورۃ فرقان...... سورۃ نمبر 25...... آیات نمبر 45 اور 46 قطعاً نہیں فرماتی کہ:

''سورج حرکت کرتا ہے۔''

اور یہ اپنے کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ:

''ہمیں ابتدائی اسکول میں پڑھایا گیا تھا۔''

اور انھوں نے یہ اپنی تقریر میں بھی کہا کہ:

''یہ زمین کی گردش کی بنا پر ہے کہ سایے لمبے ہوتے ہیں اور

چھوٹے ہوتے ہیں۔“

لیکن قرآن پاک کیا فرماتا ہے کہ:

”ہم نے سورج کو اس پر دلیل کیا۔“

آج کے دور میں حتیٰ کہ وہ شخص جس نے کبھی اسکول کی شکل بھی نہ دیکھی ہو وہ بھی جانتا ہے کہ:

”سایے سورج کی روشنی کی بنا پر وجود میں آتے ہیں۔“

حتیٰ کہ ایک عام آدمی...... جو کبھی اسکول بھی نہ گیا ہو...... جانتا ہے کہ:

”سایے سورج کی روشنی کی وجہ سے بنتے ہیں۔“

لہٰذا قرآن پاک بالکل درست فرما رہا ہے...... قرآن پاک یہ نہیں فرماتا کہ:

”سورج حرکت کرتا ہے اور سایے وجود میں آتے ہیں قرآن پاک اپنے الفاظ میں فرما رہا ہے کہ سورج اس پر دلیل ہے...... ان کا رہنما ہے...... یہ سائے کی رہنمائی سرانجام دے رہا ہے۔ سورج کی روشنی کی عدم موجودگی میں آپ سایے نہیں دیکھ سکتے...... جی ہاں...... آپ روشنی کے سایے دیکھ سکتے ہیں...... یہ ایک مختلف چیز ہے لیکن یہاں پر ان سایوں کا حوالہ ہے جو آپ دیکھتے ہیں اور جو حرکت پذیر بھی ہیں...... لمبے بھی ہوتے ہیں اور چھوٹے بھی ہوتے ہیں۔“

ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا بھی تذکرہ کیا۔

سورۃ سبا...... سورۃ نمبر 34...... آیات نمبر 12 تا 14 اور کہا کہ:

”اندازہ کریں کہ ایک شخص لاٹھی کے سہارے کھڑا ہے اور وہ وفات پا جاتا ہے اور کسی کو معلوم بھی نہیں ہوتا وغیرہ۔ وغیرہ۔“

وضاحت سرانجام دینے کے کئی ایک طریقہ کار موجود ہیں۔ نکتہ نمبر 1......

حضرت سلیمان علیہ السلام...... وہ خدا کے پیغمبر تھے اور یہ ایک معجزہ بھی ہو سکتا ہے۔

جب بائیبل یہ کہتی ہے کہ:

''حضرت یسوع مسیح علیہ السلام مردوں کو زندہ کر سکتے تھے......
حضرت یسوع مسیح نے ایک کنواری کے ہاں جنم لیا تھا...... کس کو
تسلیم کرنا زیادہ مشکل ہے...... کنواری کے ہاں جنم لینے کو......
مردوں کو زندہ کرنے کو...... یا ایک لاٹھی کے سہارے عرصہ دراز
تک کھڑے ہونے کو...... کس کو تسلیم کرنا زیادہ مشکل ہے۔''

لہٰذا جب خدا حضرت یسوع مسیح سے معجزات رونما کروا سکتا ہے تو وہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے کیوں معجزات رونما نہیں کروا سکتا۔

موسیٰ علیہ السلام نے سمندر کو دو حصوں میں منقسم کر دیا تھا...... انھوں نے چھڑی پھینکی...... چھڑی سانپ بن گئی...... بائیبل بھی اس کو بیان کرتی ہے...... قرآن پاک بھی اس کو بیان فرماتا ہے...... لہٰذا جب خدا یہ سب کچھ کر سکتا ہے تو خدا کسی شخص کو چھڑی کے سہارے کیوں عرصہ دراز تک کھڑا نہیں کر سکتا؟

بہر کیف میں نے انھیں کئی ایک مختلف جوابات پیش کیے ہیں...... قرآن پاک میں یہ کہیں بھی نہیں فرمایا گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام عرصہ دراز تک چھڑی کے سہارے کھڑے رہے...... قرآن پاک میں ایسا فرمان مبارک کہیں بھی موجود نہیں ہے...... قرآن محض یہ فرماتا ہے کہ:

''جانور...... کچھ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ کیڑا...... ممکن ہے زمین کا
کوئی جانور یا حشرات الارض ہو...... آیا اور کاٹا...... عین ممکن
ہے کہ سلیمان علیہ السلام اسی وقت موت سے ہمکنار ہوئے ہوں

اور کسی کیڑے نے چھڑی کو چاٹ کھایا ہو...... اور سلیمان علیہ السلام نیچے گر گئے ہوں۔"

میں نے قرآن پاک کے ساتھ اختلافی نظریہ بھی اپنایا ہے...... قطع نظر اس امر کے کہ آپ مطابقت رکھنے والا نظریہ اپناتے ہیں یا عدم مداخلت رکھنے والا نظریہ اپناتے ہیں...... آیات مبارکہ جو میں نے اپنی گفتگو کے آغاز میں پیش کی تھی...... سورة نساء...... سورۃ نمبر 4...... آیت نمبر 82 فرماتی ہے کہ:

"کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت سے اختلاف پاتے۔"

قطع نظر اس امر کے کہ آپ اختلافی نظریہ رکھتے ہوں یا مطابقت کا نظریہ رکھتے ہوں...... اگر آپ منطقی ہیں...... آپ کو قرآن پاک میں ایک بھی آیت مبارکہ ایسی نہیں ملے گی جو اختلاف رکھتی ہو...... کوئی بھی آیت مبارکہ ایسی نہیں ملے گی جو سائنس کے قائم کردہ مستند نظریات کے خلاف ہو۔

میں ڈاکٹر ولیم کیمپبل کے ساتھ اس امر پر اتفاق کرتا ہوں کہ حضرت سلیمان کافی عرصے تک اپنی چھڑی کے سہارے کھڑے رہے تھے۔ کیونکہ اس امر کا جواب اسی آیت مبارکہ میں دیا گیا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نیچے گرے اور جنوں کو ان کی موت کی خبر ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ:

"اگر ہمیں ان کی موت کی خبر ہوتی...... اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ وہ موت سے ہمکنار ہو چکے ہیں تو ہم اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے...... ہم اتنے محنت طلب کام میں کبھی مصروف نہ رہتے۔"

اس سے یہ امر بھی ظاہر ہوتا ہے:

"کہ جنوں کے پاس بھی علم غیب نہیں ہے۔"

ان کے پاس ان باتوں کا علم نہیں ہے جو انھوں نے دیکھی نہ ہوں۔ چونکہ جن اپنے آپ کو ایک بہت عظیم مخلوق تصور کرتے تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کو یہ سبق سکھایا کہ وہ بھی علم غیب نہیں رکھتے۔

ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے دودھ بننے کے عمل کو بھی نشانہ بنایا ہے...... انھوں نے قرآن پاک کی سورۃ نحل...... سورۃ نمبر 16...... آیت نمبر 66 کو اپنی گفتگو کا موضوع بنایا ہے۔

پہلا شخص جس نے دوران خون کے بارے میں بتایا اس کا نام ابن نفیس تھا۔ اس نے یہ انکشاف قرآن پاک کے نزول کے چھ صد برس بعد کیا تھا اور ابن نفیس کے اس انکشاف کے چار صد برس بعد ولیم ہاروی نے اس انکشاف کو اہل مغرب میں متعارف کروایا تھا اور ان میں مقبول عام بنایا تھا...... اور یہ واقعہ قرآن پاک کے نزول کے 1000 برس بعد پیش آیا تھا۔

آپ جو غذا کھاتے ہیں اس کے اجزاء دوران خون کے ہمراہ آپ کے جسم کے مختلف حصوں تک پہنچتے ہیں...... اکثر اوقات جگر کے نظام کی وساطت سے بھی ایسا ممکن ہوتا ہے...... اور یہ دودھ مہیا کرنے والی غدود تک بھی پہنچتے ہیں جو دودھ کی افزائش کی ذمہ دار ہے۔

اور قرآن پاک جدید سائنس کی اس دریافت کا خلاصہ سورۃ نحل...... سورۃ نمبر 16...... آیت نمبر 66 میں پیش کرتا ہے...... اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ:

> ”اور بے شک تمھارے لیے چوپایوں میں نگاہ حاصل ہونے کی جگہ ہے۔ ہم تمھیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ......“

جس امر سے ہم متاثر ہوتے ہیں وہ سائنس کے ضمن میں

حال ہی سے مراد 50 برس پہلے یا 100 برس پہلے ہے...... قرآن پاک یہی امر 1400 برس پہلے بیان فرما رہا ہے اور اسی پیغام کو سورۃ مؤمنون...... سورۃ نمبر 23...... آیت نمبر 21 میں دہرایا گیا ہے۔

''جانور گروہوں کی شکل میں رہتے ہیں''...... ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے اس بارے میں بھی نکتہ اٹھایا ہے۔

قرآن پاک سورۃ انعام...... سورۃ نمبر 6...... آیت نمبر 38 میں فرماتا ہے کہ:

''اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں......''

یعنی تمام تر جاندار خواہ وہ درندے ہوں یا پرندے ہوں ہماری مثل امتیں ہیں...... اور ہماری طرح گروہوں میں رہتے ہیں۔

ڈاکٹر ولیم کیمپبل یہ بھی کہتے ہیں کہ:

''مادہ مکڑی نر مکڑی کو ہلاک کر دیتی ہے...... وغیرہ۔ وغیرہ۔''

کیا ہم نہیں ہلاک کرتے؟

اور شیر بھی ہلاک کرتا ہے!

اور ہاتھی بھی ہلاک کرتا ہے!

ڈاکٹر کیمپبل رویوں کی بات کر رہے ہیں...... قرآن پاک رویوں کی بات نہیں کر رہا۔

اگر ڈاکٹر ولیم کیمپبل قرآن پاک کو سمجھنے سے قاصر ہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں ہے کہ قرآن پاک غلط ہے...... یا غلط فرما رہا ہے۔

قرآن پاک فرماتا ہے کہ:

''وہ گروہوں میں رہتے ہیں۔''

قرآن پاک جانوروں...... حیوانوں...... درندوں اور پرندوں کی بات کر رہا ہے کہ وہ بھی گروہوں میں رہتے ہیں...... معاشروں میں بٹ کر رہتے ہیں جس طرح انسان رہتا ہے۔ یہ عمل درآمد کی بات نہیں ہو رہی۔

(تالیاں)

اور آج سائنس ہمیں یہ باور کرواتی ہے...... ہمیں یہ بتاتی ہے کہ:

> ”تمام تر جانور، پرندے اور جاندار مخلوق...... دنیا بھر کی تمام تر جاندار مخلوق گروہوں میں رہتی ہے...... انسانوں کی طرح...... وہ اکٹھے باہم مل جل کر رہتے ہیں۔“

میرے پاس اس وقت موجود نہیں ہے کہ میں جنین کے بارے میں تمام تر نکات کو زیر بحث لاسکوں...... میں ان تمام 8 تا 9 موضوعات کو زیر بحث لا چکا ہوں جن پر ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے اظہار خیال کیا تھا۔

جنین...... اس بارے میں میں مزید تفصیل میں جاؤں گا...... اس موضوع پر اٹھایا جانے والا ایک نکتہ تو میں واضح کر چکا ہوں اور اس نکتے کے علاوہ انھوں نے کہا ہے کہ جنین کے مراحل ہپوکرائٹس اور گلن نے بیان کیے ہیں ان کو قرآن پاک میں درج کر لیا گیا ہے اور انھوں نے کئی ایک سلائیڈ وغیرہ بھی دکھائی ہیں...... اس سلسلے میں زیر غور رکھنے والا نکتہ یہ ہے کہ:

> ”اگر کسی نے کوئی کہہ دی اور وہ بات قرآن پاک کے ساتھ اتفاق رکھنے والی پائی گئی...... تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن پاک اس بات سے نقل کیا گیا ہے۔“

فرض کریں کہ:

”میں ایک بات کہتا ہوں...... ایک بیان دیتا ہوں اور میری

بات..... میرا بیان درست ہے..... اور یہی بات مجھ سے پہلے بھی کسی نے کہہ رکھی ہے.....تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے یہ بات..... یہ بیان نقل کیا ہے..... یہ نقل بھی ہو سکتی ہے اور نہیں بھی ہو سکتی۔''

قرآن پاک کے ساتھ اختلافی نظریے اپناتے ہوئے..... عدم مطابقت رکھنے والی سوچ اپناتے ہوئے ہم یہ کہتے ہیں کہ:

''ٹھیک ہے جناب قرآن پاک نے نقل کی ہے۔''

بہت بہتر.....لیکن آیئے ہم تجزیہ سرانجام دیں۔

قرآن پاک میں وہ معلومات درج نہیں ہیں جن کے ضمن میں ہپوکرائٹس غلط تھا..... اگر قرآن پاک نے نقل کی ہوتی تو اس نے سب کچھ نقل کیا ہوتا.....یعنی مکھی پر مکھی ماری ہوتی..... یہ ایک منطقی بات ہے۔

ہپوکرائٹس اور گالن نے جو تمام تر مراحل بیان کیے ہیں وہ تمام تر مراحل قرآن پاک میں بیان فرمائے گئے مراحل سے مطابقت نہیں رکھتے۔ ان دونوں نے ''جونک جیسی شئے'' کے بارے میں بات نہیں کی.....انھوں نے ''مضغہ'' کے بارے میں بات نہیں کی..... انھوں نے ان امور کے بارے میں کہاں بات کی ہے؟

ہپوکرائٹس اور گالن نے اس وقت کہا تھا کہ:

''حتیٰ کہ عورت کی بھی منی ہوتی ہے۔''

کہ کون کہہ رہا ہے؟

حتیٰ کہ بائیبل بھی یہی کہتی ہے کہ:

''عورت تخم دیتی ہے۔''

لہٰذا حقیقت میں بائیبل ہپوکرائٹس کو نقل کر رہی ہے

لیکن قرآن پاک...... الحمدللہ...... اور اگر آپ اس موضوع پر کتب کا مطالعہ کریں اور ان کا تجزیہ سرانجام دیں...... حتیٰ کہ ڈاکٹر کیتھ مور کی تصنیف...... وہ رقم طراز ہے کہ:

"ہپوکرائٹس اور دیگر افراد مثلاً گالن وغیرہ وغیرہ...... انھوں نے جنین کے موضوع پر بہت سے انکشافات کیے تھے اور بنیادی طور پر ارسطو نے بھی اس موضوع پر کافی انکشافات کیے تھے......"

وہ مزید رقم طراز ہے کہ:

"دور وسطیٰ میں...... یا عربوں کے دور میں...... قرآن پاک نے اس موضوع پر اس سے بڑھ کر انکشافات کیے۔"

اگر قرآن پاک میں نقل کی گئی ہوتی......

"ڈاکٹر کیتھ مور کیوں اپنی تصنیف میں قرآن پاک کی بجا تعریف کرتا...... جب کہ اس نے اس ارسطو اور ہپوکریٹس کی بھی تعریف کی ہے۔"

لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ:

"ان کے بہت سے انکشاف غلط تھے۔"

باالفاظ دیگر......

"وہ قرآن پاک سے مطابقت نہ رکھتے تھے۔"

اور یہ اس امر کا یقینی ثبوت ہے کہ:

"قرآن پاک یونانی دور کی نقل نہیں ہے۔"

جہاں تک چاند کی روشنی کا تعلّق ہے...... اس کے بارے میں بھی کہا گیا ہے کہ یہ بھی یونانیوں کی نقل ہے۔

میں ڈاکٹر ولیم کیمپبل سے پوچھتا ہوں کہ وہ مجھے بتائیں کہ:

"زمین گول ہے۔"

کیا یہ بھی یونانیوں سے نقل کیا گیا تھا۔

میں جانتا ہوں فیثا غورث جو چھٹی صدی قبل مسیح کے دور سے متعلق تھا......
جو اس امر پر یقین رکھتا تھا کہ زمین گردش کرتی ہے...... وہ اس امر پر یقین رکھتے تھے کہ سورج کی روشنی...... روشنی کا عکس ہے۔

اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (نعوذ باللہ) نے نقل ہی کرنی تھی تو انھوں نے یہ نقل کیوں نہ کی کہ:

"سورج ساکت ہے۔"

کیونکہ اس دور میں یونانی اس امر پر یقین رکھتے تھے کہ:

"سورج ساکت ہے۔"

وہ اس امر پر بھی یقین رکھتے تھے کہ سورج کائنات کا مرکز ہے۔ لہٰذا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں درست بیانات نقل کر لیے اور غلط بیانات کو نظر انداز کر دیا۔

یہ ایک مسلم ثبوت ہے کہ:

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک نقل نہیں کیا۔"

اس سلسلے میں قرآن پاک کا ایک فرمان مبارک ہی کافی ہے۔

قرآن پاک سورۃ عنکبوت...... سورۃ نمبر 29...... آیت نمبر 48 میں فرماتا ہے کہ:

"اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ
سے کچھ لکھتے تھے۔ یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔"

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "امی" تھے...... اَن پڑھ

تھے...... تاریخ کا یہ ثبوت اس امر کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ انھوں نے کہیں سے بھی نقل نہ فرمائی تھی۔

آپ ذرا غور کریں! ایک سائنس دان جو کہ انتہائی قابل ہو وہ بھی یہ سب کچھ نہیں کر سکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے پیغمبر آخرالزمان کو ''امی'' پیدا فرمایا تھا تا کہ وہ لوگ جو اسلام کے خلاف زہر اگلتے ہیں ان کے منہ بند کیے جا سکیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''امی'' تھے۔

بہت سے امور ایسے ہیں جن کو موضوع بناتے ہوئے میں بائیبل پر طویل گفت و شنید کر سکتا ہوں...... میں نے ڈاکٹر ولیم کیمپبل کے قرآن پاک کے خلاف اٹھائے گئے تمام تر نکات کا جواب پیش کر دیا ہے...... الحمدللہ...... کوئی ایک بھی نکتہ یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ قرآن پاک سائنس کے برخلاف ہے...... سائنس سے عدم مطابقت رکھتا ہے۔

ڈاکٹر کیمپبل نے میرے اٹھائے گئے محض دو نکات کا جواب پیش کیا ہے...... وہ 19 نکات کا جواب دینے سے قاصر رہے ہیں...... جن دو نکات کا انھوں نے جواب پیش کیا ہے...... ان نکات کو بھی وہ ثابت نہیں کر سکے...... لہٰذا میرے تمام تر 21 نکات یہ ثابت کرتے ہیں کہ:

''بائیبل جدید سائنس کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی...... بلکہ عدم مطابقت رکھتی ہے۔''

ایک اور نکتہ...... علم حیوانات کے میدان میں......

بائیبل (Leviticus)...... سورۃ نمبر 11...... آیت نمبر 6 میں درج ہے کہ:

''خرگوش جگالی کرتا ہے۔''

لیکن ہم جانتے ہیں کہ:

"خرگوش جگالی نہیں کرتا۔"

خرگوش کی حرکات وسکنات سے پہلے لوگ یہ سوچتے تھے کہ:

"خرگوش جگالی کرتا ہے۔"

لیکن اب ہم جان چکے ہیں کہ:

"خرگوش جگالی نہیں کرتا۔"

بائیبل (Proverb)......سورۃ نمبر 6......آیت نمبر 7 میں درج ہے کہ:

"چیونٹیوں کا کوئی حکمران نہیں ہوتا......ان کا کوئی سربراہ نہیں ہوتا۔"

لیکن آج ہم جانتے ہیں کہ:

"یہ ایک منظم مخلوق ہیں۔"

ان میں کام کاج سرانجام دینے کا بھی ایک بہترین نظام موجود ہے......ان کا افسر بالا بھی ہوتا ہے......فورمین بھی ہوتا ہے......کارکن بھی ہوتے ہیں......حتیٰ کہ ان کی ملکہ بھی ہوتی ہے......ان کا حکمران بھی ہوتا ہے۔

لہٰذا بائیبل غیر سائنسی ہے......سائنس سے عدم مطابقت کی حامل ہے۔

مزید برآں بائیبل (جینیسس)......سورۃ نمبر 3......آیت نمبر 4 اور عیسیٰ (Isaiah)......سورۃ نمبر 65......آیت نمبر 25 میں درج ہے کہ:

"سانپ مٹی کھاتا ہے۔"

کسی بھی متعلقہ کتاب میں یہ درج نہیں ہے کہ:

"سانپ مٹی کھاتا ہے۔"

بائیبل (Leviticus)......سورۃ نمبر 11......آیت نمبر 20 میں درج ہے کہ:

"قابل نفرت اشیاء میں...... پرندے جو چار پاؤں کے حامل ہوں......وہ قابل نفرت ہیں۔"

اور کچھ مفکرین کہتے ہیں کہ:

''عبرانی لفظ ''اف'' (Uff) کا ترجمہ بطور ''پرندے'' غلط ترجمہ ہے۔''

کنگ جیمز کے مطابق اسے ''کیڑا مکوڑا'' ہونا چاہیے...... اور نئے انٹرنیشنل ایڈیشن میں کہا گیا ہے، کہ:

''تمام تر کیڑے مکوڑے جن کے چار پاؤں ہیں...... وہ قابل نفرت ہیں۔''

وہ آپ کے لیے قابل نفرت ہیں۔

میں ڈاکٹر ولیم کیمبل سے پوچھنا چاہوں گا کہ:

''کون سے کیڑے مکوڑے چار پاؤں رکھتے ہیں؟''

حتیٰ کہ اسکول کا ایک طالب علم بھی جانتا ہے کہ:

''کیڑے مکوڑوں کے چھ پاؤں ہوتے ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا پرندہ موجود نہیں...... دنیا میں کوئی ایسا کیڑا مکوڑا موجود نہیں...... جس کے چار پاؤں ہوں۔''

مزید برآں بائیبل میں فرضی جانوروں کا ذکر بھی اس طرح موجود ہے جیسے یہ جانور بھی اس دنیا میں پائے جاتے ہوں...... اس دنیا کے باسی ہوں...... اس دنیا کی مخلوق ہوں...... مثال کے طور پر یونی کارن (Unicorn)...... سورۃ نمبر 34...... آیت نمبر 7 میں موجود ہے...... اور اس کے بارے میں ایسے ذکر کیا گیا ہے جیسے یہ جانور اس دنیا میں پایا جاتا ہو۔

اگر آپ ڈکشنری میں دیکھیں تو وہ یونی کارن کے بارے میں کچھ یوں بتاتی ہے کہ:

''ایک فرضی جانور جس کا جسم گھوڑے کا سا ہوتا ہے اور سر پر
صرف ایک کھڑا سینگ ہوتا ہے۔''

یہ جانور محض قصے کہانیوں اور افسانوں میں ہی موجود ہے۔
میرے خطاب کا وقت ختم ہو چکا ہے...... میں اب محض یہ بتانا چاہوں گا کہ:

''اگر میں نے کسی عیسائی بھائی کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہو تو
میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ کیونکہ اس میں میری نیت
کا کوئی عمل دخل شامل نہ تھا...... یہ محض ڈاکٹر ولیم کیمپبل کی کتاب
کا جواب تھا...... یہ ثابت کرنے کے لیے کہ قرآن پاک سائنس
کے ساتھ عین مطابقت رکھتا ہے...... اور بائیبل...... اگرچہ اس
کے کچھ حصے کو کلام الٰہی تصور کیا جا سکتا ہے......لیکن مکمل بائیبل
کلام الٰہی نہیں ہے...... یہ سائنس کے ساتھ مطابقت اور مصالحت
نہیں رکھتی۔''

میں قرآن پاک کی سورۃ بنی اسرائیل......سورۃ نمبر 17......آیت نمبر 81
کا حوالہ پیش کرتے ہوئے اپنی گفتگو کو اختتام تک پہنچانا پسند کروں گا...... اس آیت
مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ:

''اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا
ہی تھا۔''

(تالیاں)

(ڈاکٹر محمد)

ڈاکٹر ولیم کیمپبل ......شکریہ

ڈاکٹر ذاکر نائیک......شکریہ

آپ کے خطابات اور جوابی خطابات کا شکریہ۔

آخر میں ہمارا وہ اجلاس شروع ہوگا جس میں سامعین اور حاضرین کرام بھی شرکت کرتے ہیں...... بنام سوال جواب کا اجلاس۔

اس اجلاس کے لیے 60 منٹ کا دورانیہ مخصوص ہے...... اس دورانیے سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کرنے کی غرض سے جو ہمارے پاس دستیاب ہے...... ہم درج ذیل قوانین پر اپنے عمل درآمد کو ممکن بنائیں گے۔

- آپ کے سوالات اس عنوان سے متعلق ہونے چاہئیں:
  ''قرآن پاک اور بائیبل سائنس کی روشنی میں''
- براہ مہربانی اپنا سوال اختصار کے ساتھ بیان کریں کیونکہ یہ بحث مباحثہ کا دورانیہ نہیں ہے۔
- آپ کا سوال بامقصد ہونا چاہیے۔
- ڈاکٹر ولیم کیمپبل اور ڈاکٹر ذاکر نائک سے امید کی جاتی ہے کہ وہ سوالات کے جامع جوابات پیش کریں گے اور ہر ایک سوال کا جواب پانچ منٹ سے زائد دورانیے پر محیط نہیں ہونا چاہیے۔
- سوالات پوچھنے کے لیے ہال میں 4 مائک دستیاب ہیں۔
- دو مائک اسٹیج کے بالمقابل دستیاب ہیں جو مردوں کے لیے مخصوص ہیں جبکہ دو مائک ہال میں پیچھے دستیاب ہیں جو خواتین کے لیے مخصوص ہیں۔
- جو احباب ڈاکٹر ولیم کیمپبل سے سوال پوچھنا چاہتے ہوں وہ براہ مہربانی میری بائیں جانب قطار بنالیں...... مرد اسٹیج کے بالمقابل اپنے لیے مخصوص مائک کے سامنے...... اور خواتین ہال کے آخر میں اپنے لیے مخصوص مائک کے سامنے۔

- جو احباب ڈاکٹر ذاکر نائیک سے سوال پوچھنا چاہتے ہوں وہ براہ مہربانی میری دائیں جانب قطار بنالیں...... مرد اسٹیج کے بالمقابل اپنے لیے مخصوص مائیک کے سامنے...... اور خواتین ہال کے آخر میں اپنے لیے مخصوص مائیک کے سامنے۔
- میں بالکونی میں براجمان سامعین سے معذرت خواہ ہوں...... مجھے خوشی ہے کہ حال سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے...... لیکن میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ زحمت اٹھاتے ہوئے نیچے مائیک کے سامنے تشریف لائیں بشرطیکہ آپ کوئی سوال پوچھنا چاہتے ہوں۔
- ایک وقت میں محض ایک ہی سوال پوچھا جا سکتا ہے۔
- اگر آپ نے دوسرا سوال بھی پوچھنا ہے...... آپ کو دوبارہ قطار میں کھڑا ہونا پڑے گا تاکہ آپ اپنی باری پر دوسرا سوال پوچھ سکیں۔
- آپ تحریری سوال بھی پوچھ سکتے ہیں لیکن ان کو ثانوی ترجیح حاصل ہوگی۔ مقرر حضرات جب مائیک کی توسط سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات پیش کر چکیں گے اور فاضل وقت موجود ہونے کی صورت میں تحریری سوالات کے جوابات بھی پیش کیے جائیں گے۔
- آپ واضح طور پر اپنی تحریروں میں یہ نشاندہی کریں کہ آپ کس مقرر سے سوال پوچھنا چاہتے ہیں...... ڈاکٹر ولیم کیمپبل سے یا ڈاکٹر ذاکر نائیک سے...... تاکہ وہ مناسب بکسوں میں ڈالی جاسکیں جو آپ کے سامنے رکھے ہیں۔
- اپنا سوال پیش کرنے سے بیشتر براہ مہربانی اپنے نام اور پیشے سے ضرور آگاہ فرمائیں...... ہم ایک وقت میں ایک سوال کی اجازت فراہم کریں گے۔
- ہم تقریباً 40 منٹ مائیک کے توسط سے کیے گئے سوالات کے لیے وقف

کریں گے اور تقریباً 20 منٹ تحریری سوالات کے لیے وقف کریں گے۔

مائک کے توسط سے ہمارا پہلا سوال...... میری بائیں جانب سے...... ڈاکٹر ولیم کیمپبل کے لیے......

سوال: میں ڈاکٹر ولیم کیمپبل سے پوچھنا چاہوں گا کہ:

''جینیسس (Genesis) بیان کرتی ہے...... جب یہ طوفان کا ذِکر کرتی ہے...... طوفان نوحؑ کا ذکر کرتی ہے...... یہ بیان کرتی ہے...... کہ پانی سطح زمین پر پھیل گیا...... اور تمام تر مخلوق...... تمام تر پہاڑ اور ہر ایک چیز اس پانی میں ڈوب گئی...... مزید بیان کیا گیا ہے کہ دنیا کا بلند ترین پہاڑ بھی اس طوفان میں ڈوب گیا جو کہ 15 فٹ اونچا تھا...... سائنسی اعتبار سے ہم یہ جانتے ہیں کہ دنیا کا بلند ترین پہاڑ 15 فٹ اونچا نہیں ہے...... آپ جانتے ہیں کہ 15 فٹ سے کہیں بلند و بالا پہاڑ موجود ہیں...... لہٰذا بائیبل نے 15 فٹ کا تذکرہ کیوں اور کیسے کیا؟ بائیبل کہتی ہے کہ طوفان نوح نے ہر ایک چیز کو اپنے اندر سمولیا حتیٰ کہ بلند ترین پہاڑ بھی...... جو کہ 15 فٹ بلند تھا؟''

(ڈاکٹر ولیم کیمپبل)

آپ کے سوال کرنے کا شکریہ

میرا خیال ہے کہ:

''یہ کہا گیا ہے کہ دنیا کے بلند ترین پہاڑ سے 15 فٹ اونچا...... مثال کے طور پر اگر دنیا کا بلند ترین پہاڑ 3000 میٹر بلند ہے...... اس سے مزید 15 فٹ اونچا۔''

(ڈاکٹر محمد)

بھائی ہم درمیان میں کسی سوال کی اجازت فراہم نہیں کریں گے...... سوال در سوال نہیں چلے گا...... سوال کرنے والے کو سوال کرنے دیں...... خاموش رہیں...... تاکہ مقرر جس طرح چاہے جواب پیش کر سکے...... شکریہ

(ڈاکٹر کیمپبل)

''اور میں اس کو قرآن پاک کے حوالے سے دیکھتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ مسئلہ کچھ اسی طرح ہے...... کیونکہ قرآن پاک سورۃ نمبر 11...... آیت نمبر 40 میں فرماتا ہے کہ:

''تنور سے پانی ابلا...... ایسی موجیں جیسے پہاڑ......''

اور دیگر مقامات پر قرآن پاک جہاں پر قرآن پاک پیغمبران خدا کی فہرست پیش کرتا ہے کہ:

نوح علیہ السلام سے بیشتر کوئی پیغمبر نہیں ہوا...... میں جانتا ہوں کہ آدم علیہ السلام بھی پیغمبر خدا تھے...... لیکن میں...... لہٰذا یہ کہیں درج نہیں ہے...... اور میرا خیال ہے کہ قرآن پاک بھی فرماتا ہے کہ تمام دنیا اس سیلاب میں ڈوب گئی تھی۔''

(ڈاکٹر محمد)

جی بھائی...... ڈاکر ذاکر کے لیے سوال......

سوال: ڈاکٹر ذاکر آپ نے کہا کہ......

(ڈاکٹر محمد)

معاف کیجئے...... دوسرا سوال میری دائیں جانب مائک سے ڈاکٹر ذاکر کے لیے ہوگا

سوال: ”آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ روشنی منعکس کرتا ہے...... وہ نور ہے...... میں آپ کی بات سمجھ نہیں پایا۔“

(ڈاکٹر ذاکر)

اس بھائی نے یہ سوال پوچھا ہے کہ:

”ڈاکٹر کیمپبل کی دلیل کے جواب میں وہ میری وضاحت نہیں سمجھ سکے...... جو ”نور“ اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں تھی۔“

قرآن پاک سورۃ نور...... سورۃ نمبر 24...... آیت نمبر 35 میں فرماتا ہے کہ:

”اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔“

قرآن پاک میں روشنی کے معانی ہیں...... مستعار لی گئی روشنی...... منعکس روشنی...... روشنی کا عکس وغیرہ۔ وغیرہ۔ لہٰذا یہ بھائی پوچھ رہے ہیں کہ:

”کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ مستعار لی گئی روشنی کا حامل ہے؟“

لہٰذا اس کا جواب بھی عطا فرمایا گیا ہے۔

اگر آپ اس آیت مبارکہ کی تلاوت کریں...... یہ فرماتی ہے کہ:

”اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔“

چراغ کی روشنی اس کی اپنی روشنی ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ:

”اللہ تعالیٰ کی روشنی اس کی اپنی روشنی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی اپنی روشنی...... روشنی کو منعکس بھی کر رہی ہے...... اللہ تعالیٰ کی روشنی دوبارہ اس کی اپنی ذات پاک سے منعکس ہو رہی ہے۔“

درحقیقت کہ روشنی اس روشنی کا حوالہ نہیں ہے جس روشنی کی ہم عام طور بات

کرتے ہیں یا جن کی آپ بات کر رہے ہیں بلکہ یہ روحانی روشنی ہے...... یہ اللہ تعالیٰ کی روحانی روشنی ہے چونکہ سوال کا جواب دینے کے لیے پانچ منٹ کا دورانیہ مخصوص ہے اور میرے پاس ابھی اس دورانیے کا وقت بچا ہوا ہے۔ لہٰذا میں اس وقت سے خاطر خواہ استفادہ حاصل کروں گا۔

ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے طوفان نوح علیہ السلام کے حوالے سے ابھی ایک جواب پیش کیا ہے...... میں وہ شخص واقع ہوا ہوں جو بائیبل کے ساتھ مطابقت کی سوچ رکھنے کا حامل ہوں اور قرآن پاک کے ساتھ عدم مطابقت کی سوچ رکھنے کا حائل ہوں...... اختلافی سوچ رکھنے کا حامل ہوں...... کیونکہ دو طریقوں سے...... الحمدللہ...... قرآن پاک امتحان میں سرخرو ہوگا۔

اور اگر میں ڈاکٹر کیمپبل کے ساتھ اتفاق کروں کہ:

"یہ درست ہے کہ طوفان نوح علیہ السلام دنیا کے بلند ترین پہاڑ سے 15 فٹ بلند تھا۔"

لیکن بائیبل (Genesis) سورۃ نمبر 7...... آیت نمبر 19 اور 20 میں درج ہے کہ:

"تمام تر دنیا پانی میں ڈوب گئی تھی۔"

مزید برآں آثار قدیمہ کی شہادتیں آج ہمیں یہ باور کرواتی ہیں...... اور اگر آپ حضرت نوع علیہ السلام کے دور کا سلسلہ نسب کے حساب سے تخمینہ لگائیں تو 21 ویں یا 22 ویں صدی قبل مسیح کا دور بنتا ہے۔

آج آثار قدیمہ کی شہادتیں ہمیں یہ باور کرواتی ہیں کہ:

"بابلوں کے سلاطین کا تیسرا سلسلہ اور مصری سلاطین کا 11 واں سلسلہ، 21 ویں اور 22 ویں صدی قبل مسیح میں موجود تھا...... اور

ان میں طوفان نوح کے کوئی آثار نہیں پائے جاتے...... اور وہ اس طوفان سے محفوظ رہے تھے۔"

آثار قدیمہ کی شہادتیں ہمیں یہ بھی باور کرواتی ہیں کہ:

"یہ ناممکن ہے کہ زمین طوفان نوح میں ڈوب گئی تھی...... پوری زمین پانی میں ڈوب گئی تھی...... یعنی 21 ویں اور 22 ویں صدی قبل مسیح میں پوری زمین پانی میں ڈوب گئی تھی...... یہ ناممکن ہے۔"

قرآن پاک کیا فرماتا ہے؟

نکتہ نمبر 1:

قرآن پاک تاریخ کا حوالہ نہیں دیتا کہ یہ 21 ویں صدی قبل مسیح کا دور تھا یا 22 ویں صدی قبل مسیح کا دور تھا...... یا 50 ویں صدی قبل مسیح کا دور تھا۔

نکتہ نمبر 2:

قرآن پاک میں کہیں بھی یہ ذکر موجود نہیں ہے کہ:

"پوری دنیا طوفان نوح علیہ السلام میں ڈوب گئی تھی۔"

قرآن پاک محض حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے بارے میں بیان فرماتا ہے...... وہ بہت کم لوگوں پر مشتمل گروہ ہوسکتا ہے یا زیادہ لوگوں پر مشتمل گروہ ہوسکتا ہے۔

آثار قدیمہ کی شہادتیں آج کل باور کرواتی ہیں اور آثار قدیمہ کے ماہرین بھی یہ کہتے ہیں کہ:

"ہمیں اس امر پر کوئی اعتراض نہیں ہے...... یہ ممکن ہے کہ دنیا کے کچھ حصے طوفان نوح علیہ السلام میں ڈوب گئے ہوں گے...... لیکن جہاں تک پوری دنیا کے ڈوبنے کا سوال ہے...... یہ

ناممکن ہے۔"

لہٰذا الحمدللہ قرآن پاک آثار قدیمہ کی تازہ تر دریافت...... تازہ ترین انکشاف کے ساتھ مکمل مطابقت رکھتا ہے لیکن بائیبل ایسی کسی مطابقت کی حامل نہیں ہے۔

مزید برآں اگر آپ بائیبل جینیسس (Genesis)...... سورۃ نمبر 16...... آیت نمبر 15 اور 16 کا مطالعہ کریں...... یہ خدا تعالیٰ کے حوالے سے بیان کرتی ہیں کہ:

"خدا نے حضرت نوع علیہ السلام سے فرمایا...... کہ ایک بیڑہ تیار کیا جائے...... ایک کشتی تیار کی جائے۔"

اور بائیبل اس کشتی کی پیمائش کچھ یوں بیان کرتی ہے کہ:

- لمبائی 300 کیوبٹ
- چوڑائی 50 کیوبٹ
- اونچائی 30 کیوبٹ

جبکہ ایک کیوبٹ = $1\frac{1}{2}$ فٹ

اور بائیبل کا نیا بین الاقوامی ایڈیشن...... یہ پیمائش کچھ یوں بیان کرتا ہے کہ:

- لمبائی 450 فٹ
- چوڑائی 75 فٹ
- اونچائی تقریباً 45 فٹ

اگر آپ پیمائش کریں تو یہ 30 کیوبٹ اونچائی بنتی ہیں...... میں نے تخمینہ لگایا ہے...... یہ پیمائش حجم میں 150 ہزار مکعب فٹ سے کم بنتی ہے، اور رقبے کے حساب سے 33,750 مربع فٹ بنتی ہے اور بائیبل بیان کرتی ہے کہ:

"اس کشتی کی تین منزلیں تھیں...... پہلی

منزل ......اور دوسری منزل۔"

لہٰذا اسے 3 سے ضرب دیں لیں تو جواب آئے گا 101 ہزار۔

250 مربع فٹ (101,250 = 3 ×33750 مربع فٹ)

اندازہ کریں کہ:

"کیا یہ ممکن ہے؟"

دنیا میں لاکھوں اقسام موجود ہیں؟

اگر میں یہ کہوں کہ:

"اس ہال میں......اس آڈیٹوریم میں دس لاکھ افراد آئے ہیں۔"

کیا آپ یقین کر لیں گے؟

مجھے یاد ہے کہ:

"میرا خیال ہے کہ گذشتہ برس...... میں نے کیرالہ میں خطاب کیا تھا...... اور 10 لاکھ سامعین موجود تھے...... یہ ایک عظیم ترین اجتماع تھا جس سے میں نے خطاب کیا تھا...... الحمدللہ......اللہ کی مہربانی سے...... 10 لاکھ افراد...... میں اس مجمعے کے آخری سرے کو نہیں دیکھ سکتا تھا...... یہ جلسہ آڈیٹوریم میں نہ تھا...... یہ ایک بڑا ساحل سمندر تھا...... میں کسی کو نہیں دیکھ سکتا تھا ماسوائے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے چند لوگوں کے...... اگر آپ ویڈیو کیسٹ دیکھیں تو آپ کو یہ اندازہ ہوگا کہ 10 لاکھ لوگوں کا اجتماع کتنا بڑا اجتماع ہوتا ہے اور یہ کتنی جگہ درکار رکھتا ہے...... جیسا کہ آپ میدان عرفات میں دیکھتے ہیں...... وہاں پر کم از کم 25 لاکھ افراد کا اجتماع ہوتا ہے۔"

لہٰذا 101,250 (101 ہزار۔ دوسو پچاس) مربع فٹ یا 150 ہزار کیوبٹ فٹ رقبہ...... یہ ناممکن ہے...... اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ 40 روز تک اس کشتی میں رہائش پذیر رہے...... کھانا پینا...... اور رفع حاجت وغیرہ...... اگر میں یہ کہوں کہ:

''اس آڈیٹوریم میں دس لاکھ افراد موجود ہیں۔''

تو کیا آپ یقین کرلیں گے؟

لہٰذا سائنسی بنیادوں پر...... کئی ایک باتیں ایسی ہیں...... جن کے ضمن میں بائبل میں شدید سائنسی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔

(ڈاکٹر محمد)

کیا ہم اگلا سوال موصول کر سکتے ہیں...... ڈاکٹر ولیم کیمپبل کے لیے......

سوال: ڈاکٹر نائک آپ نے کہا تھا کہ......

(ڈاکٹر سیموئیل نومان)

نہیں...... نہیں...... معاف کیجئے...... یہ سوال ڈاکٹر کیمپبل کے لیے ہے...... لہٰذا آپ کو انتظار کرنا ہوگا۔

(ڈاکٹر محمد)

لہٰذا اگلا دوست...... کیا ڈاکٹر کیمپبل سے سوال پوچھنا پسند کرے گا؟

سوال: ہاں...... میں ڈاکٹر ولیم کیمپبل سے سوال کرنا چاہوں گا بلکہ ڈاکٹر موصوف سے ٹیسٹ کے بارے میں تذکرہ کرنا چاہوں گا کہ:

''آپ بائبل کا ''غلط بیانی کا امتحان''...... جعل سازی کا امتحان...... کیوں اس امتحان میں نہیں بیٹھتے...... اس امتحان کو کیوں پاس نہیں کرتے...... اس امتحان میں کیوں پورے نہیں اترتے...... جو مارک کی بائبل...... سورۃ نمبر 16...... آیت نمبر

17 اور 18 میں بیان کیا گیا ہے اور ابھی اور اسی وقت سامعین کو یہ ثابت کیوں نہیں کر کے دکھاتے کہ آپ ایک سچے عیسائی دین دار ہیں؟"

(ڈاکٹر ولیم کیمپبل)

میں ڈاکٹر ذاکر نائیک کی تشریح کے ساتھ متفق نہیں ہوں۔ خدا......

"حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی ترغیب دلائی گئی تھی...... اور شیطان نے کہا تھا کہ ٹھیک ہے اگر آپ خدا کے بیٹے ہیں تو اس عبادت گاہ سے چھلانگ لگا کر دکھائیں۔"

حضرت مسیح علیہ السلام نے جواب دیا تھا کہ:

"تم اپنے آقا کو ترغیب نہیں دلا سکتے...... اپنے خدا کو۔"

لہٰذا اگر میں کہوں کہ:

"میں آپ کو یقین دلانے جا رہا ہوں...... اور آپ کے سامنے معجزہ پیش کرنے جا رہا ہوں...... میں خدا کو ترغیب دلا رہا ہوں گا...... میرا دوست ہیری رین کلف...... اس نے دعوت میں جانے کا وعدہ کر رکھا تھا...... لہٰذا اس نے اپنا وعدہ نبھانے کا فیصلہ کیا تھا اور خدا پر بھروسہ کیا تھا۔"

لیکن یہ ایک مختلف صورت حال ہے...... میں خدا کو ترغیب نہیں دلاؤں گا۔

(مسٹر سیموئیل نومان)

ڈاکٹر نائیک کے لیے سوال

(ڈاکٹر محمد)

کیا ہم اس بہن کا سوال موصول کر سکتے ہیں؟

(مسٹر سیموئیل نومان)

ان کا سوال ڈاکٹر نائک کے لیے ہے یا ڈاکٹر کیمپبل کے لیے ہے؟

(ڈاکٹر محمد)

آخر میں بیٹھی وہ بہن

(مسٹر سیموئیل نومان)

کیا آپ نے ڈاکٹر نائک سے سوال پوچھنا ہے؟

سوال: جی ہاں ...... میرا سوال ڈاکٹر ذاکر نائک سے ہے ......

"عیسائی تثلیث کا نظریہ بیان کرتے ہیں ...... سائنسی اعتبار سے وہ پانی کی مثال پیش کرتے ہوئے اس نظریے کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں ...... جس کی تین حالتیں ہیں ...... ٹھوس، مائع اور گیس ...... برف، پانی اور بخارات ...... اسی طرح خدا بھی تین حالتوں میں پایا جاتا ہے ...... باپ، بیٹا اور روح مقدس ......

کیا یہ وضاحت سائنسی اعتبار سے درست ہے؟"

(ڈاکٹر ذاکر)

جواب دینے سے بیشتر میں محض ایک تبصرہ پیش کرنا چاہوں گا ...... ہمیں فی الحال خدا کو زیر بحث نہیں لانا چاہیے ...... ہم خدا کا امتحان نہیں کر رہے بلکہ بنی نوع انسان کا امتحان کر رہے ہیں ...... ہمیں خدا کا امتحان نہیں کرنا چاہیے ...... لیکن ہم اپنا امتحان کر رہے ہیں اور خدا وعدہ کرتا ہے کہ کوئی بھی دین دار عیسائی زہر قاتل پینے کے بعد بھی موت سے ہمکنار نہیں ہوگا ...... وہ بدیسی زبانیں بولنے کے قابل ہوگا ...... ہم خدا کا امتحان نہیں کر رہے ...... ہم جانتے ہیں خدا درست ہے ...... ہم آپ کا امتحان کر رہے ہیں کہ آپ دین دار عیسائی ہیں یا نہیں۔ اب اس بہن کی سوال کی جانب آتے

ہوئے کہ:

"کچھ عیسائی یہ کہتے ہیں کہ ہم تثلیث کے نظریے کو سائنسی اعتبار سے ثابت کر سکتے ہیں...... جیسے پانی تین حالتوں میں پایا جاتا ہے...... ٹھوس، مائع اور گیس...... جیسے برف، پانی اور بخارات...... لہٰذا اسی طرح ہم جانتے ہیں کہ خدا بھی تین حالتوں میں پایا جاتا ہے...... باپ، بیٹا اور روح مقدس...... اس کا جواب کیا ہے؟ کیا یہ سائنسی اعتبار سے درست ہے؟"

سائنسی اعتبار سے...... میں اتفاق کرتا ہوں کہ پانی تین حالتوں میں پایا جاتا ہے:

"ٹھوس، مائع اور گیس...... برف، پانی اور بخارات۔"

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ پانی کے اجزائے ترکیبی وہی رہتے ہیں......

"H_2O"

یعنی دو ایٹم ہائیڈروجن اور ایک ایٹم آکسیجن...... اجزائے ترکیبی وہی رہتے ہیں جبکہ اس کی حالت تبدیل ہو جاتی ہے...... اس میں کوئی مسئلہ نہیں۔

آیئے اب ہم نظریہ تثلیث کے تحت تجزیہ سرانجام دیں......

"باپ...... بیٹا...... اور روح مقدس۔"

حالت بدل جاتی ہے......

"خدا اور روح مقدس روح سے بنے ہوئے ہیں جبکہ انسان گوشت اور ہڈیوں سے بنا ہوا ہے یہ دونوں ایک جیسے نہیں ہیں...... بنی نوع انسان کو کھانے پینے کی حاجت درپیش ہوتی ہے...... اسے زندہ رہنے کے لیے کھانا پینا درکار ہوتا ہے...... وہ ایک جیسے نہیں ہیں۔"

اور اس کی تصدیق حضرت یسوع مسیح علیہ السلام نے بھی کی ہے...... لوقا کی انجیل...... سورۃ نمبر 24...... آیات نمبر 36 تا 39 میں حضرت یسوع مسیح علیہ السلام نے کہا کہ:

"میرے ہاتھ اور پاؤں دیکھو...... مجھے ہاتھ سے ٹٹولو اور دیکھو...... روح گوشت پوست اور ہڈیوں سے بے نیاز ہوتی ہے۔"

یہ کہتے ہوئے انھوں نے اپنے ہاتھ ان کے ہاتھوں میں دے دیے اور وہ خوشی سے بے قابو ہو گئے اور حضرت یسوع مسیح علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ:

"کیا تمھارے پاس کھانے کے لیے کچھ گوشت موجود ہے؟"

اور انھوں نے مسیح علیہ السلام کو مچھلی کا ایک ٹکڑا کھانے کے لیے دیا...... اور انھوں نے مچھلی کا وہ ٹکڑا کھایا۔

کیا ثابت کرنے کے لیے کھایا؟

کیا یہ ثابت کرنے کے لیے کھایا کہ:

"وہ خدا تھا؟"

نہیں بلکہ انھوں نے یہ ثابت کرنے کے لیے کھایا کہ:

"وہ خدا نہیں تھا...... انھوں نے کھایا...... اور یہ کہ وہ گوشت پوست اور ہڈیوں سے بنائے گئے ہیں...... جبکہ ایک روح گوشت پوست اور ہڈیوں سے عاری ہوتی ہے...... روح میں گوشت پوست اور ہڈیاں نہیں ہوتیں۔"

لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ:

"سائنسی اعتبار سے یہ ممکن نہیں کہ باپ، بیٹا اور روح مقدس...... باپ حضرت یسوع مسیح اور روح مقدس خدا تعالیٰ"

اور ''تثلیث'' کا نظریہ...... لفظ ''تثلیث'' کا ذکر بائیبل میں کہیں بھی موجود نہیں ہے...... یہ لفظ بائیبل میں قطعاً نہیں پایا جاتا...... لیکن یہ لفظ قرآن پاک میں موجود ہے۔

قرآن پاک سورۃ نساء...... سورۃ نمبر 4...... آیت نمبر 171 میں فرماتا ہے کہ:

''...... تین نہ کہو۔ باز رہو اپنے بھلے کو......''

تثلیث کا لفظ سورۃ مائدہ...... سورۃ نمبر 5...... آیت نمبر 73 میں بھی موجود ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

''بے شک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے۔''

حضرت یسوع مسیح علیہ السلام نے یہ کبھی نہیں کہا تھا کہ:

''میں خدا ہوں۔''

تثلیث کا نظریہ بائیبل میں نہیں پایا جاتا...... محض ایک آیت جو تثلیث کے نظریے کے قریب تر ہے...... وہ جان کا پہلا مکتوب ہے...... سورۃ نمبر 5...... آیت نمبر 7...... جو بیان کرتی ہے کہ:

''وہ تین ہیں جو آسمان پر ریکارڈ کے حامل ہیں...... باپ...... الفاظ اور روح مقدس...... اور یہ تینوں ایک ہیں۔''

لیکن اگر آپ نظر ثانی شدہ معیاری ایڈیشن کا مطالعہ کریں...... جس پر 32 مفکرین نے نظر ثانی کی ہے...... عیسائی مفکرین...... مشہور و معروف عیسائی مفکرین...... وہ کہتے ہیں کہ:

''بائیبل کی یہ آیت...... جان کا پہلا مکتوب...... سورۃ نمبر 5...... آیت نمبر 7...... من گھڑت ہے...... خود ساختہ ہے۔''

یہ بائیبل سے نکال باہر کی گئی تھی۔

حضرت یسوع مسیح نے کبھی دعویٰ خدائی نہیں کیا تھا۔

تمام بائیبل میں ایک بھی آیت ایسی نہیں ہے جس میں حضرت یسوع مسیح نے یہ کہا ہو کہ:

''میں خدا ہوں۔''

یا جس میں انھوں نے یہ کہا ہو کہ:

''میری عبادت کرو۔''

اگر آپ بائیبل کا مطالعہ کریں...... میتھیو کی انجیل...... سورۃ نمبر 14...... آیت نمبر 28...... انھوں نے کہا کہ:

''میرا باپ مجھ سے زیادہ عظیم ہے۔''

جان کی انجیل...... سورۃ نمبر 10...... آیت نمبر 29......

''میرا باپ سب سے بڑا ہے...... سب سے زیادہ عظیم ہے۔''

میتھیو کی انجیل...... سورۃ نمبر 12...... آیت نمبر 28......

''میں خدا کی روح کے ساتھ برائیوں کو مٹاتا ہوں۔''

لیوک کی انجیل...... سورۃ نمبر 11...... آیت نمبر 20......

''میں خدا کی انگلی کے ساتھ برائیوں کو مٹاتا ہوں۔''

جان کی انجیل...... سورۃ نمبر 5...... آیت نمبر 30......

''میں بذات خود کچھ نہیں کرتا...... جیسا کہ میں سنتا ہوں...... میں فیصلہ کرتا ہوں اور میرا فیصلہ درست ہوتا ہے کیونکہ میں اپنی مرضی سے فیصلہ نہیں کرتا بلکہ اپنے باپ کی مرضی سے فیصلہ کرتا ہوں...... جو کوئی بھی یہ کہتا ہے کہ ''میری مرضی نہیں بلکہ اللہ کی

مرضی...... وہ مسلمان ہے۔''

حضرت یسوع مسیح علیہ السلام نے کہا کہ:

''میری مرضی نہیں بلکہ میرے خدا کی مرضی۔''

لٰہذا وہ مسلمان تھے...... اور وہ الحمدللہ خدا کے برگزیدہ پیغمبروں میں سے تھے...... ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ ان کی پیدائش معجزانہ طور پر عمل میں آئی تھی...... وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے...... ہم اس امر پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدا کے عطا کردہ معجزے کے تحت مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ ہم اس امر پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ وہ پیدائشی اندھوں کی بینائی بھی واپس دلا دیتے تھے اور کوڑھیوں کو بھی شفایاب کر دیتے تھے...... یہ دونوں معجزات بھی انھیں خدا کی طرف سے عطا فرمائے گئے تھے...... ہم حضرت یسوع مسیح کا احترام کرتے ہیں کہ وہ خدا کے برگزیدہ پیغمبران میں سے تھے...... لیکن وہ خدا نہیں ہیں...... اور وہ تثلیث کا حصہ بھی نہیں ہیں...... تثلیث کا کوئی وجود نہیں ہے۔

قرآن پاک فرماتا ہے کہ:

''کہہ دو اللہ ایک ہے۔''

(ڈاکٹر محمد)

بیشتر اس کے کہ ہم مائک کے توسط سے اگلا سوال موصول کریں...... جیسا کہ میں نے پہلے بھی گزارش کی تھی کہ جن خواتین نے سوال پوچھنے ہیں وہ براہ مہربانی ادھر قطار بنا لیں...... بدقسمتی سے انھوں نے کوئی قطار نہیں بنائی...... لٰہذا ہمیں سوالات میں توازن قائم رکھنے میں مشکلات درپیش آ رہی ہیں...... ٹھیک ہے ان حالات میں ہم یہ کرتے ہیں کہ مائک پر چسپاں لیبل کو نظرانداز کر دیتے ہیں...... اگر خواتین یہاں سے ہی سوال پوچھنا چاہیں تو ہم ان کو ایسا کرنے کی اجازت فراہم کریں گے...... محض

توازن قائم رکھنے کی خاطر یہ ایک عملی ضرورت ہے کیونکہ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا ہے اور تل دھرنے کی جگہ بھی نہیں ہے...... اور میرا خیال ہے کہ ہم یہاں سے ڈاکٹر کیمپبل کے لیے ایک سوال کی اجازت فراہم کرتے ہیں اور اب پیچھے والا مائک مردوں کے سوالات کرنے کے لیے مخصوص ہوگا...... ان مردوں کے لیے جو ڈاکٹر ذاکر سے سوالات پوچھنا چاہتے ہوں...... اسی طرح خواتین کے لیے...... سامنے والا مائک ڈاکٹر کیمپبل سے سوال پوچھنے کے لیے...... سامنے والا مائک ڈاکٹر کیمپبل سے سوال پوچھنے کے لیے مخصوص ہوگا جبکہ پیچھے والا مائک ڈاکٹر ذاکر سے سوال پوچھنے کے لیے مخصوص ہوگا...... کیا یہاں پر احباب نے قطار بنا لی ہے...... ڈاکٹر ذاکر سے سوال پوچھنے کے لیے؟...... ہاں...... کیا لوگوں نے قطار بنا لی ہے...... ڈاکٹر کیمپبل سے سوال پوچھنے کے لیے؟ ٹھیک ہے...... میرا خیال ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہوں پر موجود ہیں......
اگلا سوال ڈاکٹر کیمپبل کے لیے...... اس مائک سے...... شکریہ...... ہاں بھائی......

سوال: السلام علیکم

الحمدللہ (سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں)...... آج رات ایک دلچسپ موضوع پر مباحثہ جاری ہے......

(مسٹر سیموئیل نومان)

سوال...... براہ مہربانی سوال کیجئے۔

سوال: ٹھیک ہے...... بسم اللہ

سوال یہ ہے...... ٹھیک ہے...... آج رات ہم یہاں پر اس تقریب کو منعقد کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں...... یہ ہمارے لیے سودمند ثابت ہوگی...... لہٰذا میں ڈاکٹر کیمپبل سے پوچھنا چاہوں گا...... بطور ایک عیسائی اور آپ کے ساتھی بھی...... کیا اس تقریب نے کام دکھایا ہے...... کیا اس نے آپ کے دل کے دروازے کھولے

ہیں...... کیا اس نے آپ کو مجبور کیا ہے کہ اسلام کی سچائی کو تسلیم کریں؟

(ڈاکٹر ولیم کیمپبل)

ٹھیک ہے...... درست ہے...... میرا خیال ہے کہ میں آپ کے سوال کا جواب دینے کے لیے اس سے پہلے کیا گیا سوال استعمال کروں گا جو ڈاکٹر ذاکر سے پوچھا گیا تھا۔

ڈاکٹر نائک کہتے ہیں کہ:

بائبل میں کوئی بھی مقام ایسا نہیں ہے جہاں پر حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا ہو کہ ''میں خدا ہوں۔''

مارک 14:61 کے مطابق کہ:

انھوں نے کوئی جواب نہ دیا...... اور بڑا پادری دوبارہ ان سے سوال کر رہا تھا اور ان سے کہہ رہا تھا کہ:

''کیا آپ مسیح ہیں...... خدا کے بیٹے؟''

اور مسیح علیہ السلام نے جواب دیا کہ:

''ہاں میں ہوں۔''

لہٰذا انھوں نے کہا کہ:

''میں خدا کا بیٹا ہوں۔''

اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ:

''میں خدا ہوں۔''

اور بائبل واضح طور پر اس بارے میں بیان کرتی ہے...... میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر نائک نے انھیں آیات کا حوالہ پیش کیا ہے جن آیات کا حوالہ وہ پیش کرنا چاہتے ہیں...... جہاں پر مسیح علیہ السلام انسانی صورت میں تھے...... لیکن دیگر آیات بھی موجود

ہیں جن میں وہ کہتے ہیں کہ:

''میں اور باپ ایک ہیں۔''

اور اب میرے دوست نے مجھ سے سوال پوچھا ہے......

''ہم نے بہت کچھ سیکھا ہے اور میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ سیکھنے کا متمنی رہتا ہوں...... لیکن میں اب بھی سوچتا ہوں کہ 500 شہادتیں جنھوں نے مسیح علیہ السلام کو موت سے اٹھنے کے بعد دیکھا...... وہ میرے لیے زیادہ تقویت کی حامل ہیں بہ نسبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو 600 برس بعد بطور ایک شہادت تشریف لائے...... شکریہ۔''

(ڈاکٹر محمد)

ہم اسٹیج کے سامنے سے ڈاکٹر ذاکر سے ایک سوال پوچھنے کی اجازت فراہم کریں گے...... ہاں بہن۔

سوال:

''ڈاکٹر کیمپبل نے پہلے فرضی اور غلط حقائق پیش کیے...... کائنات کی تخلیق کے بارے میں قرآن پاک کے حوالے سے...... اور آپ نے ان حقائق کو جھٹلایا اور غلط ثابت کیا...... تاہم آپ نے یہ نہیں بتایا کہ بائیبل اس سلسلے میں کیا کہتی ہے؟''

(ڈاکٹر ذاکر)

اس بہن نے یہ سوال پوچھا ہے کہ:

''میں نے یہ نہیں بتایا کہ بائیبل زمین کی شکل کے بارے میں کیا کہتی ہے۔''

میں نے وقت کی کمی کی بنا پر اس امر پر روشنی نہیں ڈالی تھی...... میں مزید 100 نکات کی نشاندہی کر سکتا ہوں لیکن وقت کی کمی آڑے آتی ہے۔

تاہم یہ بہن یہ جاننا چاہتی ہے کہ:

''بائیبل زمین کی شکل کے بارے میں کیا کہتی ہے؟''

بائیبل بھی کہتی ہے...... میتھیو کی انجیل...... سورۃ نمبر 4...... آیت نمبر 8...... یہ کہتی ہے کہ:

''وہی حوالہ جو ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے ترغیب دلانے کے بارے میں استعمال کیا تھا...... شیطان انھیں لے گیا...... کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام ہیں...... ایک اونچے پہاڑ پر اور انھیں زمین کی تمام تر بادشاہیاں اور اس کی شان و شوکت دکھائی۔''

لیوک کی انجیل...... آیت نمبر 4...... سورۃ نمبر 5......

''شیطان انھیں ایک اونچے پہاڑ پر لے گیا اور انھیں دنیا کی تمام تر ریاستوں کی شان و شوکت دکھائی۔''

آپ فرض کریں کہ:

''حتیٰ کہ آپ سب سے اونچے پہاڑ پر چڑھ جاتے ہیں...... دنیا میں سب سے اونچی پہاڑ کی چوٹی...... مونٹ ایورسٹ...... آپ اس چوٹی پر چڑھ جاتے ہیں...... درست ہے کہ آپ اس چوٹی سے زمین کا بخوبی نظارہ کر سکتے ہیں...... اور ہزاروں میل دور تک کا مشاہدہ کر سکتے ہیں...... لیکن اس کے باوجود آپ دنیا بھر کی بادشاہتیں نہیں دیکھ سکتے...... دنیا بھر کی حکومتیں نہیں دیکھ سکتے...... دنیا بھر کی ریاستیں نہیں دیکھ سکتے...... کیونکہ آج ہم

جانتے ہیں کہ زمین گول ہے۔ آپ وہ حکومتیں دیکھنے کے قابل
نہیں ہوں گے جو دنیا کی مخالف سمت میں واقع ہیں...... محض
ایک ہی راستہ ایسا ہے جس کے تحت آپ دیکھنے کے قابل ہو
سکیں گے اگر زمین گول ہونے کی بجائے ہموار ہو...... چپٹی ہو۔"

یہ ہے وہ وضاحت جو بائیبل زمین کی شکل کے بارے میں پیش کرتی ہے یعنی......

"زمین ہموار ہے...... چپٹی ہے۔"

مزید برآں یہی وضاحت دانیال کی کتاب...... سورۃ نمبر 4...... آیات نمبر 10 اور 11 میں دہرائی گئی ہے...... یہ آیت بیان کرتی ہے کہ:

"خواب میں...... درخت آسمان پر اگ کھڑا ہوا اور آسمان پر
جب یہ درخت اگ کھڑا ہوا تو اس قدر بڑا ہو گیا کہ ہر کوئی......
زمین کے ہر ایک کونے سے اس درخت کو دیکھ سکا۔"

ایسا اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے جبکہ:

"زمین ہموار شکل کی حامل ہو۔"

اگر درخت بہت زیادہ لمبا ہو اور زمین کی شکل ہموار ہو تب یہ ممکن ہے۔

آج کل یہ ایک عالمگیر حقیقت ہے کہ:

"دنیا گول ہے...... درخت خواہ کتنا بھی لمبا ہو...... اونچا ہو......
آپ اس کو زمین کی مخالف سمت سے نہیں دیکھ سکتے کیونکہ زمین
گول ہے۔"

مزید برآں اگر آپ مطالعہ کریں...... اولین تاریخی واقعات...... سورۃ نمبر 16...... آیت نمبر 30......

"زمین گردش نہیں کرتی۔"

یہی کچھ کتاب مناجات...... سورۃ نمبر 93...... آیت نمبر 1 میں دہرایا گیا ہے کہ:

''خدا تعالیٰ نے زمین کو مضبوط کیا ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ:

''زمین گردش نہیں کرتی۔''

اور نئے بین الاقوامی ایڈیشن میں کہا گیا ہے کہ:

''خدا نے زمین کو قائم کیا اور زمین کی گردش روک دی......''

(مسٹر سیموئیل نومان)

ایک منٹ

(ڈاکٹر ذاکر)

ایک منٹ باقی ہے یا ایک منٹ......

(سیموئیل نومان)

ایک منٹ باقی ہے۔

(ڈاکٹر ذاکر)

میں سمجھا کہ شاید آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ:

''ایک منٹ کے لیے انتظار کریں۔''

جیسا کہ ڈاکٹر ولیم کیمپبل...... انھوں نے کہا کہ:

''حضرت مسیح علیہ السلام نے بائبل میں کئی ایک مقامات پر کہا ہے کہ:

''وہ خدا ہے۔''

آپ میری ویڈیو کیسٹ بہ عنوان......

''اہم مذاہب میں تصورِ خدا''

سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں...... جس میں تمام تر حوالے اور جوابات موجود ہیں...... میں آپ کو محض وہی حوالے دوں گا جو انھوں نے پیش کیے ہیں......

''میں اور میرا باپ ایک ہیں۔''

یہ حوالہ جان...... سورۃ نمبر 10...... آیت نمبر 30 سے ہے...... انھوں نے یہ حوالہ سیاق وسباق سے ہٹ کر پیش کیا ہے...... اگر آپ پورے مواد کا مطالعہ کریں تو آپ یہ جان سکیں گے کہ:

''حضرت مسیح علیہ السلام نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ میں خدا ہوں...... انھوں نے کبھی دعویٰ خدائی نہیں کیا تھا۔''

آپ میری کیسٹ بہ عنوان......

''بڑے مذاہب میں تصور خدا۔''

اور بہ عنوان:

''اسلام اور عیسائیت میں مشابہت۔''

سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں...... اس میں تفصیل موجود ہے کہ:

''حضرت مسیح علیہ السلام نے کبھی دعویٰ خدائی نہیں کیا تھا۔''

(ڈاکٹر محمد)

اگلا سوال ایک خاتون کی جانب سے ہوگا...... ڈاکٹر ولیم کے لیے......

سوال:

''آپ نے ایک ٹیسٹ کا ذکر کیا ہے...... ایک حقیقی دین دار عیسائی زہر قاتل بھی پی سکتا ہے اور اس کے باوجود زندہ سلامت بھی رہ سکتا ہے...... اپنی ایمان کی قوت کے بل بوتے پر......

راس پوٹین (Rusputin) کے بارے میں کیا خیال ہے......

جس کو کافی مقدار میں زہر (سائینائیڈ) دیا گیا...... 16 دیگر لوگ موت سے ہمکنار ہو گئے جبکہ وہ زندہ بچ گیا...... وہ خون کی کمی کے باعث موت سے ہمکنار ہوا...... وہ ایک دین دار عیسائی نہ تھا...... لیکن اس کے باوجود بھی زہر خورانی کے بعد زندہ رہا...... جبکہ ایک دین دار عیسائی زہر خورانی کے بعد زندہ رہ سکتا ہے...... آپ اس کی وضاحت کیسے کریں گے؟"

(ڈاکٹر ولیم کیمپبل)

میں نہیں محسوس کرتا کہ میں اسے بیان کر سکوں...... میرا مطلب ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ عیسائی نہ ہو...... جو کچھ اس کے ساتھ ہوا اس کا اس امر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے جو کچھ بائبل میں بیان کیا گیا ہے۔

خدا ہم سے یہ توقع نہیں کرتا کہ ہم قطار بنا کر کھڑے ہو جائیں اور زہر خورانی شروع کر دیں اور دیکھیں کہ کیا وہ حقیقی خدا ہے یا نہیں...... یہ خدا کا امتحان نہ تھا...... یہ اس لیے بیان کیا گیا تھا...... کہ یہ کچھ وقوع پذیر ہوگا۔

اس کی ایک مثال پال ہو سکتا ہے...... اس کا جہاز تباہ ہو گیا تھا اور وہ کنارے پر پہنچ چکا تھا...... وہ آگ میں لکڑیاں پھینک رہا تھا کہ اسے سانپ نے کاٹ لیا...... اسے کچھ بھی نہ ہوا...... لیکن وہ خدا کا امتحان لینے کی کوشش نہیں کر رہا تھا بلکہ آگ میں لکڑیاں پھینکنے کی کوشش کر رہا تھا...... یہ ایک مختلف صورت حال ہے۔

(مسٹر سیموئیل نومان)

کوئی تبصرہ نہیں...... شکریہ

(ڈاکٹر محمد)

اگلا سوال ڈاکٹر ذاکر نائیک کے لیے

(ڈاکٹر ولیم کیمپبل)

معاف کیجئے...... معاف کیجئے۔

(ڈاکٹر محمد)

معافی چاہتا ہوں...... جاری رکھیں۔

(ڈاکٹر ولیم کیمپبل)

"میں محض زمین کے دائرے کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

عیسیٰ 22:40...... کہا گیا ہے کہ:

"وہ...... خدا...... زمین کے دائرے کے اوپر تخت نشین ہے۔"

(ڈاکٹر محمد)

ہاں بھائی...... ڈاکٹر ذاکر کے لیے سوال

سوال:

"ڈاکٹر ذاکر آپ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں کوئی غلطی نہیں ہے...... میں نے عربی گرائمر کی 20 غلطیاں دیکھی ہیں...... اور میں ان میں سے چند ایک کے بارے میں آپ کو بتاؤں گا......

کیا آپ اس کی وضاحت کریں گے؟

(ڈاکٹر محمد)

بھائی ہم محض ایک سوال کی اجازت فراہم کریں گے...... سوال کے پہلے حصے کی...... دوسرے حصے کی اجازت نہیں ہوگی...... کیونکہ ہم نے پہلے ہی مطلع کر رکھا ہے...... ہم ایک وقت میں ایک سوال کی اجازت دیں گے...... تاکہ دیگر احباب کو بھی سوال کرنے کا موقع میسر آ سکے۔

سوال:

ٹھیک ہے...... بالکل ٹھیک ہے۔

(ڈاکٹر ذاکر)

اس بھائی نے بہت اچھا سوال پوچھا ہے...... اس نے کل 20 گرائمر کی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے...... اور جس کتاب کا وہ حوالہ پیش کر رہا ہے...... وہ عبدل فادی کی ہے...... عبدل فادی درست؟...... اس کا عنوان ہے...... کیا قرآن خطا سے پاک ہے؟...... میں کچھ دیکھ سکتا ہوں...... ہاں...... الحمدللہ میری نظر بالکل درست ہے۔

(تالیاں)

میں ان بیس کی بیس غلطیوں کا جواب اکٹھا ہی دوں گا کیونکہ میں نے وہ کتاب پڑھ رکھی ہے...... میں انشاء اللہ بیس کی بیس غلطیوں کا جواب پیش کروں گا۔

نکتہ نمبر 1:

تمام تر عربی گرائمر قرآن پاک سے لی گئی ہے۔ قرآن عربی کی اعلیٰ ترین اور بلند پایہ ترین کتاب ہے...... ایک ایسی کتاب جو بلند ترین سطح کے حامل ادب پر مشتمل ہے...... تمام تر عربی گرائمر کا ماخذ قرآن پاک ہے...... تمام تر عربی گرائمر قرآن پاک سے اخذ کی گئی ہے...... قرآن پاک گرائمر کی درسی کتاب ہے۔

چونکہ قرآن پاک گرائمر کی درسی کتاب ہے اور تمام تر گرائمر قرآن پاک سے اخذ کی گئی ہے...... لہٰذا قرآن میں کبھی غلطی نہیں پائی جا سکتی۔

نکتہ نمبر 2:

یہ اس طرح...... آپ جانتے ہیں...... آپ ایک پیمانہ لیتے ہیں...... اس سے پیمائش کرتے ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ پیمائش غلط ہے...... یہ بات غیر منطقی دکھائی دیتی ہے۔

نکتہ نمبر 3:

عرب کے مختلف قبائل میں...... اور آپ عربی جانتے ہیں...... ڈاکٹر ولیم کیمپبل بھی عربی جانتے ہیں...... وہ بھی میرے بیان کے ساتھ اتفاق کریں گے کہ:

"مختلف عرب قبائل میں گرائمر بدلتی رہتی ہے...... کسی عرب قبیلے میں ایک لفظ مؤنث ہے اور کسی دوسرے قبیلے میں وہی لفظ مذکر ہے...... لہٰذا گرائمر بدلتی رہتی ہے۔"

کیا آپ قرآن پاک کو اس ناقص گرائمر کے پس منظر میں دیکھیں گے؟

نہیں...... اور مزید برآں قرآن پاک کا طرز بیان انتہائی بلند پایہ ہے...... اور آپ جانتے ہیں کہ کئی ایک کتب ہیں...... اگر آپ انٹرنیٹ ملاحظہ کریں...... 12 عدد گرائمر کی غلطیاں...... 21 عدد گرائمر کی غلطیاں...... عبدل فادی...... 20 گرائمر کی غلطیاں...... کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ عیسائی یہ غلطیاں نکالتے ہیں؟ کون ان غلطیوں کی نشاندہی کرتا ہے؟ کیا آپ جانتے ہیں کہ کون یہ غلطیاں نکالتا ہے؟...... مسلمان! مسلمان مفکر مثلاً زمک شریف جیسے...... وہ کیا کرتے ہیں...... قرآن کی گرائمر اس قدر بلند پایہ ہے کہ یہ عربی کے رسمی استعمال کے خلاف جاتی ہے...... وہ مثالیں دیتے ہیں...... اور میں آپ کو محض دو مثالیں دوں گا جو اس کے تمام تر 20 سوالات کے جواب پیش کر دیں گی...... انھوں نے مثال دی...... جیسے ہم قرآن پاک میں پڑھتے ہیں...... قرآن فرماتا ہے کہ:

"لوط علیہ السلام کی قوم...... انھوں نے تمام پیغمبران کو مسترد کر دیا جھٹلایا۔"

"انھوں نے پیغمبروں کو مسترد کر دیا"...... یہ درج ہے......

ڈاکٹر ولیم کیمپبل نے کہا کہ:

''حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے تمام پیغمبروں کو مسترد کر

دیا...... جھٹلایا۔''

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ان کی طرف محض ایک ہی پیغمبر بھیجا گیا تھا...... لہٰذا یہ گرائمر کی غلطی ہے...... قرآن کو یہ بیان فرمانا چاہیے تھا کہ:

''لوگوں نے پیغمبر کو مسترد (جھٹلایا) کر دیا نہ کہ پیغمبروں کو۔''

میں آپ کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں...... ہماری یعنی عجمی لوگوں کی گرائمر کے لحاظ سے یہ غلطی ہو سکتی ہے لیکن اگر آپ عربوں کی تحریر کردہ کتب کا مطالعہ کریں...... قرآن پاک کی خوبصورتی کیا ہے؟ قرآن پاک کی خوبصورتی یہ ہے...... قرآن پاک کیوں ''پیغمبر'' کی جگہ ''پیغمبران'' فرماتا ہے؟ آپ جانتے ہیں کیوں؟

کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ تمام پیغمبران کا بنیادی پیغام ایک ہی تھا کہ:

''خدا ایک ہے۔''

یعنی توحید کے متعلق...... اللہ تعالیٰ کے متعلق...... اور یہ بیان فرماتے کہ:

''لوط علیہ السلام کی قوم نے...... نوح علیہ السلام کی قوم نے......

پیغمبروں کو مسترد کر دیا...... جھٹلایا۔''

کا مطلب یہ ہے کہ:

''لوط علیہ السلام کو جھٹلاتے ہوئے بالواسطہ طور پر وہ تمام پیغمبروں

کو جھٹلا رہے ہیں۔''

(تالیاں)

آپ نے دیکھی خوبصورتی...... قرآن پاک کا خوبصورت طرز بیان...... یہ غلطی نہیں ہے۔

اسی طرح انیس سورش جیسے لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن پاک فرماتا ہے کہ:

"کن فیکون۔"

"ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے"...... وہ کہتے ہیں کہ یہ ہونا چاہیے کہ:

"کن فکان"

"ہو جا اور وہ ہو گیا"...... یہ درست ہے کہ ماضی کا صیغہ "کن فا کانا" ہی ہے بلکہ "کن فیکون" نہیں ہے...... لیکن "کن فیکون" زیادہ بہتر اور برتر ہے...... یہ ظاہر کرتا ہے کہ:

"اللہ...... یہ تھا...... یہ ہے...... اور کر سکتا ہے۔"

ماضی...... حال...... اور مستقبل

(مسٹر سیموئیل نومان)

شکریہ...... ڈاکٹر نائک

(ڈاکٹر محمد)

اگلا سوال ڈاکٹر کیمپبل کے لیے

سوال: ڈاکٹر کیمپبل یہ ایک سنجیدہ سوال ہے...... عیسائیت کے بارے میں کچھ زیادہ جاننے کی غرض سے...... حضرت مسیح علیہ السلام دوسرے طاقتور ترین شخص تھے...... خدا کے بعد...... خدا کا بیٹا...... ان کے اہم کارنامے کیا ہیں...... اس پر روشنی ڈالیں۔

(مسٹر سیموئیل نومان)

یہ...... ڈاکٹر کیمپبل معاف کیجئے...... یہ نہیں...... یہ آج کا موضوع نہیں ہے...... ہم......

سوال: ڈاکٹر کیمپبل نے اپنے خطاب میں ذوالقرنین کا ذکر کیا تھا...... یہ ذکر انھوں نے قرآن پاک کی ایک آیت کے حوالے سے کیا تھا...... اور انھوں نے کہا تھا کہ:

"ذوالقرنین الیگزینڈر دی گریٹ ہے۔"

کیا آپ اس کو ثابت کر سکتے ہیں...... آپ کو یہ کیسے پتہ چلا کہ ذوالقرنین الیگزینڈر دی گریٹ ہے؟

(ڈاکٹر ولیم کیمپبل)

میں نے یہ یوسف علی کی قرآن پاک کی تفسیر میں پڑھا تھا......لیکن قطع نظر اس امر کے کہ وہ الیگزینڈر دی گریٹ ہے یا کوئی اور ہے...... سورج سیاہ کیچڑ کے چشمے میں نہیں ڈوبتا جیسا کہ اس آیت میں کہا گیا ہے۔

(ڈاکٹر محمد)

جی بہن...... ڈاکٹر ذاکر کے لیے سوال۔

سوال: مجھے صحیح آیت تو معلوم نہیں لیکن بائبل کہتی ہے کہ...... ''جب جونا (Jonah) 3 دن اور تین راتیں...... مچھلی کے پیٹ میں...... لہٰذا ایک انسان کا بیٹا تین دن اور تین راتوں کے لیے زمین کے دل میں رہا''...... کیا حضرت مسیح علیہ السلام کی یہ نشانی سائنسی اعتبار سے درست ہے؟

(ڈاکٹر ذاکر)

یہ بہن جو حوالہ پیش کر رہی ہے...... وہ بائبل کی آیات آیت ہے...... میتھیو کی انجیل...... سورۃ نمبر 12...... آیات نمبر 38 اور 40...... جب لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کہا کہ:

''مجھے کوئی نشانی دکھائیں...... کوئی معجزہ دکھائیں۔''

حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا کہ:

''تم بدکاری میں ملوث نسل...... نشانی دیکھنا چاہتی ہو...... تمھیں کوئی نشانی نہیں دکھائی جائے گی ماسوائے جونا کی نشانی...... جونا تین دن اور تین راتیں وہیل مچھلی کے پیٹ میں رہا...... لہٰذا

انسان کا بیٹا تین دن اور تین راتیں زمین کے دل میں رہا......
حضرت مسیح علیہ السلام نے اس کے تمام انڈے ایک ٹوکری میں
رکھ دیے۔"

اور اگر آپ جونا کی نشانی کی طرف جائیں...... جونا کی کتاب 2 سے بھی کم صفحات پر مشتمل ہے اور ہم میں سے اکثر احباب اس امر سے واقف ہیں...... اور اگر آپ تجزیہ کریں کہ جونا 3 تین اور تین راتیں...... لیکن حضرت مسیح علیہ السلام...... ہمیں انجیل جات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو صلیب پر چڑھایا گیا...... شام گئے ان کو صلیب سے نیچے اتار گیا اور قبر میں رکھا گیا...... اور اتوار کی صبح پتھر ہٹا ہوا تھا اور قبر بالکل خالی تھی...... لہٰذا حضرت مسیح علیہ السلام جمعہ کی رات کو مقبرے میں تھے...... جمعہ کی رات وہ مقبرے میں تھے...... جمعہ کی رات...... وہ ہفتہ کی صبح وہاں موجود تھے...... ایک دن اور ایک رات...... وہ ہفتے کی رات کو وہاں تھے...... لہٰذا دو راتیں اور ایک دن...... اور اتوار کی صبح مقبرہ خالی تھا...... لہٰذا حضرت مسیح علیہ السلام دو راتیں اور ایک دن وہاں پر رہے...... یہ 3 دن اور 3 راتیں نہیں ہیں۔

ڈاکٹر ولیم کیمپبل اپنی کتاب میں اس کا جواب کچھ یوں دیتے ہیں کہ:

"آپ جانتے ہیں کہ دن کا کچھ حصہ پورا ایک دن شمار کیا جا سکتا ہے۔"

اور اگر ایک مریض میرے پاس آتا ہے جو ہفتے کی رات کو بیمار پڑا...... اور وہ سوموار کی صبح میرے پاس آتا ہے...... اگر میں اس سے دریافت کروں کہ:

"تم کتنے دنوں سے بیمار پڑے ہو؟"

وہ جواب دے گا کہ:

تین دنوں سے"

میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں...... مطابقت رکھنے والا نقطہ...... میں اتفاق کرتا ہوں...... آپ کہتے ہیں کہ دن کا کچھ حصہ پورا دن شمار ہوتا ہے...... میں آپ کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں...... لہٰذا ہفتے کی شب...... دن کا حصہ...... ایک دن...... اتوار دن کا حصہ...... مکمل دن...... ایک...... سوموار دن کا حصہ...... مکمل دن...... کوئی مسئلہ نہیں...... اگر مریض کہے 3 دن...... کوئی اعتراض نہیں...... لیکن کو مریض بھی یہ نہیں کہے گا کہ:

''تین دن اور تین راتیں۔''

میں چیلنج کرتا ہوں...... الحمدللہ میں بہت سے مریضوں سے باہم روابط ہوتا ہوں...... میں نے ایک بھی مریض ایسا نہیں دیکھا...... بشمول عیسائی مشنریوں کے...... جس نے کبھی مجھے بتایا ہو...... وہ پرسوں شام کو بیمار پڑا اور یہ کہے کہ:

''میں تین دن اور تین راتوں سے بیمار ہوں۔''

لہٰذا حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ نہیں کہا 3 دن...... حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا کہ 3 دن اور 3 راتیں...... لہٰذا یہ ایک حسابی غلطی ہے...... سائنسی لحاظ سے حضرت مسیح علیہ السلام نے ثابت نہیں کیا...... اور مزید برآں جونا ایک انسان کا بیٹا تھا...... وہ وہیل مچھلی کے پیٹ میں کس حالت میں رہا؟...... زندہ یا مردہ؟...... زندہ...... جب وہ کشتی پر پھینکا گیا...... وہ زندہ تھا...... وہیل مچھلی کے پیٹ میں...... اس نے سمندر کا چکر کاٹا...... وہ زندہ تھا یا مردہ؟...... اس نے خدا سے دعا کی...... وہ زندہ تھا یا مردہ؟...... زندہ...... مچھلی نے اسے ساحل سمندر پر باہر اُگل دیا...... وہ زندہ تھا یا مردہ؟...... زندہ...... زندہ...... زندہ...... زندہ۔''

جب عیسائیوں سے پوچھتا ہوں کہ:

''حضرت مسیح علیہ السلام قبر میں کیسے تھے؟...... قبر کے اندر

کیسے تھے؟"

زندہ یا مردہ؟

وہ مجھے بتاتے ہیں کہ "مردہ"

(سامعین) زندہ!

زندہ؟ الحمدللہ...... کیا یہ ایک عیسائی ہے؟ اگر وہ زندہ ہیں الحمدللہ انھیں صلیب پر نہیں چڑھایا گیا۔

"کیا حضرت مسیح علیہ السلام کو حقیقت میں صلیب پر لٹکایا گیا تھا؟"

میں ثابت کر چکا ہوں کہ:

"حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر نہیں لٹکایا گیا تھا۔"

جیسا کہ قرآن پاک سورۃ نساء...... سورۃ نمبر 4...... آیت نمبر 157 میں فرماتا ہے کہ:

"...... انھوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لیے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا......"

(ڈاکٹر سیموئیل نومان)

شکریہ...... ڈاکٹر نائیک

(ڈاکٹر محمد)

ڈاکٹر ولیم کے لیے سوال

سوال:

"ڈاکٹر کیمپبل چونکہ آپ ایک طبی ڈاکٹر ہیں...... کیا آپ سائنسی اعتبار سے وضاحت کریں گے...... طب کے مختلف پہلو جو بائیبل میں درج ہیں۔ مثال کے طور پر خون کا استعمال ایک جراثیم کش تدابیر کے طور پر لیے...... بدکاری کے لیے کڑوے پانی کا

امتحان...... اور سب سے اہم ترین بات یہ کہ عورت اگر لڑکی کو
جنم دے تو وہ لڑکے کو جنم دینے کی نسبت دوگنی مدت تک ناپاک
رہتی ہے؟"

(ڈاکٹر ولیم کیمپبل)

سوال پوچھنے کے لیے شکریہ...... میں اس کا جواب پیش کروں گا...... لیکن
ڈاکٹر نائیک ان سوالات کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں جن کا جواب ایک عیسائی کو
دینا چاہیے...... وہ کہتے ہیں کہ......

(مسٹر سیموئیل نومان)

براہ مہربانی خاموشی اختیار کیجئے...... اس طرح کام نہیں چلے گا...... براہ
مہربانی صبر وتحمل کا مظاہرہ کیجئے۔

(ڈاکٹر ولیم کیمپبل)

جمعرات کی رات جب مسیح علیہ السلام کو گرفتار کیا گیا...... جب انھیں گرفتار
کیا گیا انھوں نے کہا کہ:

"میرا وقت پورا ہو چکا ہے۔"

اور اگر آپ یہ پوچھیں کہ میں بائبل کی وضاحت کروں...... میرا یقین ہے
کہ بائبل خدا نے تحریر کی ہے۔ لہٰذا یہ میری ذمہ داری نہیں کہ جو کچھ خدا نے کہا ہے
اسے میں ثابت کر کے دکھاؤں...... لیکن مجھے یقین ہے کہ ان چیزوں کا بائبل میں
تذکرہ خدا نے کیا ہے۔

(ڈاکٹر محمد)

اب مائک کے توسط سے ہمارا آخری سوال ہوگا...... یہ سوال ڈاکٹر ذاکر
کے لیے ہے...... اس کے بعد ہم تحریری سوالات کے جواب پیش کریں گے...... یہ

آخری سوال ہے۔

سوال: السلام علیکم

میرا نام اسلم رؤف ہے...... میں ایک طالب علم ہوں۔ میں علم حیاتیات (بیالوجی) کا طالب علم ہوں...... آج کل میرا استاد مجھے نظریہ ارتقا پڑھا رہا ہے...... میں اس نظریے پر اسلامی جواب سن کر حیران ہوا ہوں...... اگر آپ اختصار کے ساتھ اس کی وضاحت کر سکیں...... اسلام ارتقا کے موضوع پر کیا کہتا ہے اور دنیا کی تخلیق کے بارے میں؟

(ڈاکٹر ذاکر)

اس بھائی نے سوال پوچھا ہے...... جس طرح ڈاکٹر ولیم کیمپبل آزادانہ طور پر جواب دینے سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اسی طرح میں بھی اس عمل سے مستفید ہونا چاہوں گا......

> ”قرآن پاک میں کہیں بھی ”الیگزینڈر“ کا نام نہیں لیا گیا...... قرآن پاک فرماتا ہے ”ذوالقرنین“ نہ کہ ”الیگزینڈر“...... اگر کسی تبصرہ نگار نے غلطی کر دی ہے تو یہ اس کے تبصرے کی غلطی ہے...... اس شخص نے غلطی کی ہے...... وہ شخص غلطی کا مرتکب ہوا ہے...... کلام الٰہی کسی غلطی کا مرتکب نہیں ہوا۔“

بائیبل کے بارے میں کہ بائیبل کہتی ہے کہ:

> ”زمین ایک دائرہ ہے۔“

کوئی مسئلہ نہیں ہے...... یہ کہتی ہے کہ:

> ”دائرہ نہ کہ کرہ نما۔“

کسی جگہ بائیبل کہتی ہے کہ:

”زمین ہموار ہے۔“

ایک جگہ یہ کہتی ہے کہ:

”زمین دائرہ ہے۔“

اگر آپ دونوں آیات سے اتفاق کرتے ہیں تو......

”کیا یہ زمین کی موافق نظر آئے گی؟ یہ دائرہ بھی ہے اور ہموار بھی ہے...... یہ زمین نہیں ہے۔“

(تالیاں)

علم حیاتیات (بیالوجی) اور ارتقا کی تھیوری قرآنی حوالے سے...... اس بھائی نے دو سوالات پوچھے ہیں...... مجھے نہیں معلوم کہ مجھے دو سوالات کے جوابات دینے کی اجازت ہے یا نہیں...... بہرکیف مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

(مسٹر سیموئیل نومان)

آپ کسی ایک سوال کا جواب دے دیں۔

(ڈاکٹر ذاکر)

کون سے سوال کا جواب دوں؟ پہلے والے یا دوسرے والے سوال کا؟......

بیالوجی یا نظریہ ارتقا؟

(مسٹر سیموئیل نومان)

نظریہ ارتقا ٹھیک رہے گا۔

(ڈاکٹر ذاکر)

یہ آپ کا انتخاب ہے یا سوال کرنے والے بھائی کا انتخاب ہے؟

(مسٹر سیموئیل نومان)

چونکہ انھوں نے نظریہ ارتقا کے بارے میں سوال پہلے پوچھا ہے...... میرا

خیال ہے اس کا جواب دینا بہتر ہوگا۔

(ڈاکٹر ذاکر)

دو سوالات...... پہلا بیالوجی (عام حیاتیات) اور دوسرا ارتقا...... اگر آپ مجھے دس منٹ دے دیں تو میں دونوں کا جواب دے دوں گا۔

(ڈاکٹر محمد)

محض پانچ منٹ...... اس دورانیے میں آپ جو جی چاہے کریں۔

(ڈاکٹر ذاکر)

درست...... میں چیئرمین مسٹر سیموئیل نومان کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے ارتقا کے بارے میں سوال کا جواب پیش کرتا ہوں۔ اس سوال کے معقول جواب کے لیے آپ میری کیسٹ بہ عنوان:

"قرآن پاک اور جدید سائنس"

سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔

جب آپ نظریہ ارتقا کی بات کرتے ہیں تو آپ کے ذہن میں ڈارون کا نظریہ گردش کرنے لگ جاتا ہے...... فوراً آپ کا ذہن اس جانب مائل ہو جاتا ہے...... ڈارون کا نظریہ ایک حقیقت نہیں ہے...... یہ محض نظریہ ہے...... نظریہ درست بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی ہوسکتا ہے...... اور میں نے اپنی گفتگو کے آغاز میں اس امر کو انتہائی واضح کر دیا تھا...... قرآن پاک نظریات کے برعکس بھی جا سکتا ہے کیونکہ نظریات یو۔ٹرن لے لیتے ہیں...... یک دم تبدیل بھی ہو سکتے ہیں...... لیکن قرآن پاک کسی قائم شدہ حقائق کے برعکس نہیں پایا جائے گا اور ہمارے اسکول کے دور میں ہمیں ڈارون کے نظریے کی بابت بھی پڑھایا گیا تھا اگرچہ دراصل میں یہ ایک حقیقت نہیں ہے...... اس کا کوئی سائنسی ثبوت بھی نہیں ہے...... یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے

کسی دوست کی توہین کرنی ہو تو وہ کہے گا کہ:

"اگر تم ڈارون کے زمانے میں پیدا ہوتے تو ڈارون کا نظریہ درست ثابت ہو سکتا تھا۔"

تفصیلات کے لیے آپ میری کیسٹ سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن پاک سورۃ انبیاء...... سورۃ نمبر 21...... آیت نمبر 30 میں فرماتا ہے کہ:

"ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان لائیں گے۔"

آج ہم جانتے ہیں کہ ہر جاندار چیز...... ہر جاندار مخلوق...... بنیادی عنصر...... سیل سائیٹو پلازم (Cytoplasm) کا حامل ہوتا ہے...... جو تقریباً 90 فیصد پانی ہے...... اس دنیا کی ہر ایک جاندار چیز...... ہر ایک جاندار مخلوق 50 تا 90 فیصد پر مشتمل ہے...... اندازہ کریں...... عرب کے ریگستانوں میں...... کون اندازہ کر سکتا تھا کہ ہر ایک چیز پانی سے بنائی گئی ہے؟ قرآن پاک نے 1400 برس قبل فرما دیا تھا...... دوسرے میدان میں......

(مسٹر سیموئیل)

ڈاکٹر نائیک وقت ختم ہو چکا ہے۔

(ڈاکٹر ذاکر)

شکریہ

(ڈاکٹر سیموئیل)

بہت بہت شکریہ

(تالیاں)

(ڈاکٹر محمد)

اب ہم تحریری سوالات کے جواب پیش کرنے کے سلسلے کا آغاز کریں

گے...... یہ بکس ڈاکٹر ذاکر کے لیے مخصوص ہے اور یہ بکس ڈاکٹر ولیم کیمپبل کے لیے مخصوص ہے...... ان پر ان کے نام درج ہیں...... وہ اس بکس میں سے سوالات نکالیں گے اور ان کے جوابات دیں گے...... وہ جو سوال بھی منتخب کریں گے اسی کا جواب بذات خود دیں گے۔

پہلا سوال ڈاکٹر ولیم کیمپبل کے لیے ہوگا جبکہ دوسرا سوال ڈاکٹر ذاکر نائیک کے لیے ہوگا...... وہ سوالات کا انتخاب پیشگی بھی کر سکتے ہیں...... تاکہ وقت ضائع نہ ہو...... لہٰذا ڈاکٹر ولیم کیمپبل پہلا سوال اٹھائیں گے اور اس کا جواب پیش کریں گے۔

(ڈاکٹر کیمپبل)

میں سوال پڑھوں گا...... لیکن پہلے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ:

"ہر ایک چیز پانی سے بنائی گئی ہے...... یہ امر صاف ظاہر ہے...... ہر جاندار چیز پانی سے بنائی گئی ہے...... لیکن یہ ایک مشاہداتی امر ہے...... یہ ایک معجزہ نہیں ہے۔"

سوال: ڈاکٹر کیمپبل...... اگر آپ "تخلیق" کے بارے میں بائیبل میں پائے جانے والے اختلاف کا معقول جواب نہیں دے سکتے...... تو کیا آپ یہ سوچ سکتے ہیں کہ آپ کا یہ امر یہ ثابت کرتا ہے کہ بائیبل سائنس کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتی...... اور اس لیے یہ کلام الٰہی نہیں ہے؟

(ڈاکٹر کیمپبل)

میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس مسئلے میں میں کئی ایک مسائل کا شکار ہوں...... لیکن میں نے وہ تمام تر پیشین گوئیاں بھی بتائی ہیں جو پوری ہوئیں اور یہ میرے لیے بہت اہم ہیں...... میں جانتا ہوں کہ یہ آپ کے سوال کا جواب نہیں ہے......

(مسٹر سیموئیل نومان)

ٹھیک ہے......ٹھیک ہے......شکریہ......ڈاکٹر نائیک

سوال:

"متن (کتاب کی اصل عبارت) یعنی ٹیکسٹ (Text) اور ترجمہ دو مختلف الفاظ ہیں اور بائیبل میں دونوں مختلف معانی سے نوازتے ہیں...... انگریزی میں "ایک متن" یا "ایک ترجمہ"...... دونوں ایک نہیں ہو سکتے...... کیا خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام پر اپنا کلام انگریزی میں نازل فرمایا تھا؟"

(ڈاکٹر ذاکر)

یہ ایک بہت اچھا سوال ہے......ایک متن اور ترجمہ ہو بہو ایک جیسا نہیں ہو سکتا...... ہاں البتہ ایک دوسرے کے نزدیک ضرور ہو سکتا ہے اور مولانا عبدالماجد کے بقول کہ:

"دنیا میں جس کتاب کا ترجمہ کرنا سب سے مشکل امر ہے وہ کتاب قرآن پاک ہے۔"

کیونکہ قرآن پاک کی زبان اس قدر بلند و بالا......اس قدر برتر ہے...... اس قدر بہتر ہے...... اور عربی لفظ کئی کئی معانی کا حامل ہے...... ایک عربی لفظ کے کئی کئی معانی ہیں۔لہٰذا قرآن پاک کا ترجمہ کرنا ایک مشکل ترین امر ہے......ترجمہ ہو بہو وہی نہیں ہو سکتا...... اور اگر ترجمہ کرنے میں کوئی غلطی پائی جاتی ہو...... یہ انسانی کام ہے...... ایسی صورت میں وہ شخص جو اس کا ترجمہ سرانجام دے رہا ہے...... وہ موردالزام ہے نہ کہ خدا تعالیٰ موردالزام ہے۔

کیا بائیبل انگریزی زبان میں نازل ہوئی تھی؟

نہیں! بائیبل انگریزی زبان میں نازل نہیں ہوئی تھی۔

بائیبل کی پرانی کتاب عبرانی زبان میں ہے۔

بائیبل کی نئی کتاب یونانی زبان میں ہے۔

اگرچہ حضرت یسوع مسیح عبرانی زبان بولتے تھے۔ لیکن اصل نسخہ جو آج آپ کے پاس موجود ہے وہ یونانی زبان میں ہے۔ پرانی کتاب جو عبرانی زبان میں تھی...... اصل تھی...... وہ آج کل دستیاب نہیں ہے...... کیا آپ جانتے ہیں؟ پرانی کتاب کا عبرانی زبان میں ترجمہ یونانی زبان سے کیا گیا تھا...... حتیٰ کہ اصل پرانی کتاب جو عبرانی زبان میں ہے وہ بھی عبرانی زبان میں موجود نہیں ہے...... لہٰذا آپ دوہرے مسائل کا شکار ہیں۔

قرآن پاک الحمدللہ اپنی اصل زبان عربی میں موجود ہے...... سائنسی بنیادوں پر آپ اسے ثابت کر سکتے ہیں کہ قرآن کا نسخہ وہی نسخہ ہے جو نازل فرمایا گیا تھا۔

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ:

> ''کیا حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتب نازل ہوئی تھیں۔''

اس سلسلے میں میں نے اپنے ابتدائی جوابات کے علاوہ اپنے خطاب میں بھی کہا تھا کہ:

> ''ہم اس امر پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن پاک نے سورۃ رعد...... سورۃ نمبر 13...... آیت نمبر 38 میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کئی ایک کلام الٰہی نازل فرمائے...... چار الہامی کتب کا ذکر نام لے کر فرمایا گیا ہے...... تورات، زبور، انجیل اور قرآن پاک...... تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی......

زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی...... انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی...... اور قرآن پاک آخری اور حتمی الہامی کتاب آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمائی گئی تھی۔"

(مسٹر سیموئیل نومان)

ڈاکٹر نائک جواب کا وقت ختم ہو چکا ہے...... آپ کا شکریہ۔

(ڈاکٹر ذاکر)

"لیکن موجودہ بائیبل وہ انجیل نہیں ہے جس پر ہم ایمان لاتے ہیں...... جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔"

(مسٹر سیموئیل نومان)

شکریہ جناب...... ڈاکٹر کیمپبل

(ڈاکٹر کیمپبل)

لیکن موجود انجیل وہی ہے جیسی کہ اصل انجیل تھی...... ہمارے پاس متن ہیں...... 75 فیصد متن 180 بعد از مسیح کے دور کا ہے...... جان کے تحریر کرنے کے 100 برس بعد...... وہ زندہ تھا...... اور اس نے تحریر کیا...... بائیبل ایک باضابطہ تاریخ ہے...... اور اب سوال...... ممکنات جو آپ نے پیش کیں...... یہ ایک بڑا حساب کتاب ہے...... شکریہ...... لیکن خدا کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے...... خدا قوی ترین ہے...... اور وہ جو چاہے سو کرنے پر قادر ہے...... لہٰذا آپ کی ممکنات کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے...... مسیح علیہ السلام غریب تھے...... انھیں منتخب کیا گیا...... میں نہیں جانتا کہ حساب کتاب اس بارے میں کیا بات کر رہا ہے...... کتنے لوگ...... ان پیشین گوئیوں پر پورے اترتے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ جواب مکمل ہو چکا ہے...... شکریہ

(مسٹر سیموئیل نومان)

شکریہ...... ڈاکٹر نائک اپنا جواب پیش کریں...... براہ مہربانی جلدی کیجئے......شکریہ

(ڈاکٹر ذاکر)

"ثابت کرنے کی کوشش...... ثابت کرنے کی کوشش میں......
قرآن پاک جدید سائنس سے از حد مطابقت رکھتا ہے...... اگر
جدید سائنس ہی غلط ہو تو کیا وقوع پذیر ہوگا؟......کیا قرآن میں
تبدیلی لائی جائے گی تاکہ سائنس میں تبدیلی کی عکاسی کر سکے؟"

یہ بہت اچھا سوال ہے...... یہ بہت اہم سوال ہے...... اور ہم مسلمانوں کو بہت محتاط رہنا ہوگا جبکہ ہم قرآن پاک اور جدید سائنس میں مطابقت کا مشاہدہ کر رہے ہوں......اس لیے میں نے اپنی گفتگو کے آغاز میں ہی کہا تھا کہ:

"میں محض انھیں حقائق کی بات کروں گا جو مستند ہوں اور ثابت
کیے جا چکے ہوں۔ اور ایک سائنسی حقائق جو قائم کیا جا چکا ہے
مثلاً زمین کرہ نما ہے...... یہ بھی غلط نہیں پایا جا سکتا...... قائم شدہ
نظریات...... ثابت شدہ حقائق کبھی یو۔ٹرن نہیں لیتے...... کبھی
تبدیل نہیں ہوتے......لیکن غیر ثابت شدہ نظریات (مفروضے)
مثلاً تھیوریاں اور نظریات وغیرہ...... وہ یو۔ٹرن لے سکتے
ہیں......تبدیل ہو سکتے ہیں ... میں جانتا ہوں کہ جن مسلمان
مفکرین نے ڈارون کے نظریے کو قرآن پاک سے ثابت کرنے
کی کوشش کی تھی وہ احمق تھے۔ لہٰذا ہمیں جدید سائنس کے ہر
ایک نظریے ہر ایک مفروضے کو قرآن سے ثابت کرنے کی

کوشش نہیں کرنی چاہیے اور ہمیں اس شناخت میں محتاط رہنا چاہیے کہ کیا نظریہ ثابت شدہ ہے یا غیر ثابت شدہ (مفروضہ) ہے...... اگر یہ قائم شدہ نظریہ ہے تو الحمدللہ سائنسی ثبوت کے ساتھ قرآن کبھی اس کے برعکس نہیں جائے گا...... اس کے مخالف نہیں جائے گا...... اگر یہ غیر قائم شدہ نظریہ (مفروضہ) ہے تو یہ درست بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی ہو سکتا ہے...... مثلاً بگ بینگ تھیوری ایک مفروضہ تھا...... ایک بے دلیل دعویٰ تھا لیکن آج ٹھوس ثبوت کے ساتھ یہ مفروضہ ایک حقیقت کی شکل اختیار کر چکا ہے...... اب یہ ایک حقیقت بن کر منظر عام پر آ چکا ہے...... لہٰذا بگ بینگ تھیوری آج ایک حقیقت ہے...... کل یہ ایک مفروضہ تھا...... جب یہ حقیقت کی شکل میں سامنے آیا میں نے اسے استعمال کیا۔ لہٰذا آپ جب قرآن اور سائنس کے درمیان تعلّق استوار کرنے کی کوشش کریں...... تو آپ محض وہی سائنسی حقائق استعمال کریں جو قائم شدہ ہوں اور مفروضے نہ ہوں...... کیونکہ قرآن پاک جدید سائنس سے کہیں زیادہ برتر اور اعلیٰ ہے۔ میں سائنس کی مدد سے یہ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کر رہا کہ قرآن پاک کلام الٰہی ہے...... بالکل نہیں...... میں جو کچھ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے لیے قرآن پاک قطعی معیار ہے...... ملحدوں کے لیے اور غیر مسلموں کے لیے سائنس قطعی معیار ہو سکتی ہے...... میں ملحدوں کے پیمانے (سائنس) کا موازنہ مسلمانوں کے پیمانے (قرآن

پاک) کے ساتھ کر رہا ہوں...... میں سائنس کے تعاون سے......سائنس کی روشنی میں یہ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں کہ قرآن پاک کلام الٰہی ہے...... میں جو کچھ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ جب میں کسی سائنسی حقیقت کی قرآن پاک کے ساتھ مطابقت ثابت کرتا ہوں تو میں قرآن پاک کی برتری واضح کرتا ہوں...... کہ تمہاری سائنس نے جو کچھ ہمیں کل بتایا ہے وہ سب کچھ قرآن پاک ہمیں 1400 برس قبل بتا چکا ہے...... میں یہ ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہوں کہ ہمارا پیمانہ...... مسلمانوں کا پیمانہ...... قرآن پاک تمھارے پیمانے (سائنس) سے کہیں بڑھ کر بہتر اور برتر ہے...... اس لیے تمھیں بھی قرآن پر ایمان لانا چاہیے جو کہ بے انتہا بہتر اور برتر ہے۔''

میرا خیال ہے اس سوال کا جواب مکمل ہو چکا ہے۔

(مسٹر سیموئیل نومان)

شکریہ ڈاکٹر نائک

(ڈاکٹر محمد)

جی...... ڈاکٹر کیمپبل

(مسٹر سیموئیل)

یہ آخری سوال ہے۔

(ڈاکٹر محمد)

معاف کیجئے...... مقررین کے لیے آخری دو سوالات ہیں۔

ہم سامعین کرام سے درخواست کریں گے کہ وہ ہمارے ساتھ رہیں......

محض چند منٹ باقی ہیں...... ہم ڈاکٹر کیمپبل سے آخری تحریری سوال پوچھیں گے......
اس کے بعد ڈاکٹر ذاکر سے آخری تحریری سوال پوچھیں گے...... اور ہم آپ سے
درخواست کریں گے کہ براہ مہربانی اس سلسلے کے اختتام تک انتظام فرمائیں۔

(توقف اختیار کیا گیا)

سوال (ڈاکٹر ولیم کیمپبل)

یہ وہی سوال ہے جو گذشتہ سوال تھا...... ڈاکٹر کیمپبل ڈاکٹر نائک سے متفق
ہیں...... کہ جو غلطیاں انھوں نے نکالی ہیں وہ غلط نہیں ہیں اور یہ کہ وہ ان کا جواب
نہیں دے سکتے...... لہٰذا اس کا یہ مطلب ہے کہ ڈاکٹر کیمپبل اس امر سے متفق ہیں کہ
بائبل میں غلطیاں پائی جاتی ہیں...... لہٰذا یہ کلام الٰہی نہیں ہے؟

جواب (ڈاکٹر کیمپبل)

بائبل میں کچھ ایسے امور ہیں جن کی میں وضاحت نہیں کر سکتا...... یہ کہ
میرے پاس ان کے ضمن میں کوئی جواب موجود نہیں ہے...... اور مجھے کچھ انتظار کرنا
ہے تاکہ میں ان امور کا مناسب جواب تلاش کر لوں...... کئی ایک امور ایسے ہیں جو
آثار قدیمہ کی شہادتوں سے ثابت ہو چکے ہیں...... جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ بائبل
سچّی ہے...... قصہ جات کے بارے میں بات کرنا اور کون بادشاہ ہے اور اس طرح کی
چیزیں...... اور میرا خیال ہے کہ کئی ایک ثبوت موجود ہیں کہ بائبل ایک باضابطہ اور
اچھی تاریخ ہے۔

(مسٹر سیموئیل نومان)

شکریہ...... ڈاکٹر کیمپبل

(سوال...... ڈاکٹر ذاکر)

سوال یہ ہے کہ

''کیا بائیبل میں مزید ریاضیاتی اختلاف پائے جاتے ہیں؟''

یہ کیا ہے؟

بائیبل یا اسلام؟

معاف کیجئے گا......

''کیا اسلام میں مزید ریاضیاتی اختلاف بھی پائے جاتے ہیں؟...... کیا مزید ایسے اختلاف بھی پائے جاتے ہیں؟''

یہ کیا ہے؟

کیا یہ بائیبل کی بات ہو رہی ہے یا اسلام کی بات ہو رہی ہے؟ میں نہیں جانتا...... میں دونوں کا جواب پیش کروں گا...... کیونکہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ:

''مزید ایسے اختلاف بھی پائے جاتے ہیں؟''

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سوال بائیبل سے متعلّق ہے کیونکہ میں نے بائیبل میں ریاضیاتی اختلاف کی نشاندہی کی تھی۔ بہرکیف جہاں تک اسلام کا تعلّق ہے...... قرآن پاک سورۃ نساء...... سورۃ نمبر 4...... آیت نمبر 82 میں فرمایا ہے کہ:

''تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت سے اختلاف پاتے۔''

لہٰذا قرآن میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

جہاں تک بائیبل میں مزید اختلاف کا تعلّق ہے...... ان کو بیان کرنے کے لیے پانچ منٹ کا دورانیہ ناکامی ثابت ہوگا...... اگر مجھے پانچ دن میں عطا کیے جائیں تو یہ بھی کم ہیں...... بہرکیف میں محض چند ایک اختلافات کو زیرِ بحث لاؤں گا۔

سیکنڈ کنگز (2nd Kings)...... سورۃ نمبر 8...... آیت نمبر 26 میں درج ہے کہ

''اہیزیا (Ahezia)...... وہ 22 برس کی عمر کا حامل تھا جب اس نے حکمرانی کا آغاز کیا تھا۔''

دوسری واقعہ نگاری......سورۃ نمبر 22......آیت نمبر 2 بیان کرتی ہے کہ:

''وہ 42 برس کی عمر کا حامل تھا جب اس نے حکمرانی کا آغاز کیا تھا۔''

کیا وہ 22 برس کی عمر کا حامل تھا یا 42 برس کی عمر کا حامل تھا؟

ریاضیاتی اختلاف

مزید برآں دوسری واقعہ نگاری......سورۃ نمبر 21......آیت نمبر 20...... یہ بیان کرتی ہے کہ:

''جو آرم (Joaram)...... اہیزیا (Ahezia) کا باپ...... اس نے 32 برس کی عمر میں حکمرانی کا آغاز کیا تھا...... اور اس نے 8 برس تک حکومت کی تھی اور 40 برس کی عمر میں اس کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے فوراً بعد اہیزیا 42 برس کی عمر میں حکمران بن گیا تھا۔''

آپ غور کریں کہ:

''باپ 40 برس کی عمر میں وفات پا گیا اور اس کی وفات کے فوراً بعد اس کے بیٹے نے حکومت سنبھال لی جس کی عمر 42 برس تھی۔''

آپ غور کریں کہ:

''ایک بیٹا کس طرح عمر میں اپنے باپ سے دو برس بڑا ہو سکتا ہے؟''

یقین کریں حتیٰ کہ:

"ہالی وڈ کی فلموں...... آپ ہالی وڈ کی فلموں میں بھی یہ پیش
کرنے کے قابل نہیں ہو سکتے۔"

(تالیاں)

ہالی وڈ کی فلموں میں آپ بہت کچھ پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن ہالی وڈ کی فلموں میں آپ ایک ایسا بیٹا پیش نہیں کر سکتے جو عمر میں اپنے باپ سے 2 برس بڑا ہو...... یہ ایک معجزہ بھی نہیں ہو سکتا...... حتیٰ کہ یہ معجزات میں بھی ممکن نہیں کہ بیٹا عمر میں باپ سے دو برس بڑا ہو...... یہ ناممکن ہے...... معجزات میں آپ یہ معجزہ تو دیکھ سکتے ہیں کہ کوئی شخص بن باپ کے پیدا ہوا ہو...... لیکن کسی بھی معجزے میں آپ ایسا بیٹا نہیں دیکھ سکتے جو عمر میں اپنے باپ سے دو برس بڑا ہو۔

مزید برآں اگر آپ مزید مطالعہ کریں......

سیکنڈ سیموئیل...... سورۃ نمبر 24...... آیت نمبر 9 کہ:

"وہ لوگ جو میدان جنگ میں روبہ عمل تھے...... ان لوگوں کی
فہرست دی گئی ہے...... سیکنڈ سیموئیل...... سورۃ نمبر 24......
آیت نمبر 9 میں...... اور یہ بیان کرتی ہے کہ جن لوگوں نے
جنگ میں حصّہ لیا وہ اسرائیل کے 800 ہزار لوگ تھے (8 لاکھ)
اور 500 ہزار (5 لاکھ) جودا (Judah) کے لوگ تھے۔"

اگر آپ دیگر مقامات پر دیکھیں...... پہلی واقعہ نگاری...... سورۃ نمبر 21 آیت نمبر 5 بیان کرتی ہے کہ:

"لاکھ افراد نے میدان جنگ میں حصّہ لیا...... یعنی ایک ہزار سو
افراد نے حصّہ لیا جو اسرائیل کے لوگ تھے...... اور 10460
افراد مزید جنہوں نے حصّہ لیا وہ جودا کے لوگ تھے۔"

❁ کیا یہ 800 ہزار (8 لاکھ) افراد تھے جنھوں نے جنگ میں حصہ لیا اور جو اسرائیل کے لوگ تھے یا ان کی تعداد 100 ہزار (ایک لاکھ) تھی؟

❁ کیا ان افراد کی تعداد 5 لاکھ تھی جو جودا کے لوگ تھے اور جنھوں نے جنگ میں حصہ لیا تھا یا 10460 تھی؟

ایک واضح ترین ریاضیاتی اختلاف

مزید برآں سیکنڈ سیموئیل...... سورۃ نمبر 6...... آیت نمبر 23...... بائبل میں درج ہے کہ:

''میخائل (Michael) سول (Savl) کی بیٹی...... اس کا کوئی بیٹا نہ تھا۔''

سیکنڈ سیموئیل...... سورۃ نمبر 21 آیت نمبر 8 میں درج ہے کہ:

''میخائل...... سول کی بیٹی...... اس کے پانچ بیٹے تھے۔''

ایک مقام پر درج ہے کہ:

''کوئی بچہ نہ تھا...... کوئی اولاد نہ تھی...... نہ ہی کوئی بیٹا تھا اور نہ ہی کوئی بیٹی تھی۔''

دوسرے مقام پر درج ہے کہ:

''پانچ بیٹے تھے۔''

مزید برآں اگر آپ مطالعہ کریں...... میتھیو کی انجیل...... سورۃ نمبر 1...... آیت نمبر 6...... یہ بیان کرتی ہے کہ:

''یہ حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کا شجرہ نسب بیان کرتی ہے۔''

اور لیوک...... سورۃ نمبر 3...... آیت نمبر 23 بھی شجرہ نسب بیان کرتی ہے اور یہ بیان کرتی ہے کہ:

''حضرت مسیح علیہ السلام کا باپ...... جوزف ہے اور اس کا باپ
یعقوب تھا۔''

میتھیو...... سورۃ نمبر 1...... آیت نمبر 36 اور لیوک...... سورۃ نمبر 3......
آیت نمبر 23 بیان کرتی ہے کہ:

''حضرت مسیح علیہ السلام کا باپ جوزف اور جوزف کا باپ ہیلے
(Hailey) تھا۔''

کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے باپ جوزف کے دو باپ تھے؟ آپ اس شخص کو کیا کہیں گے جس کے دو باپ ہوں؟ کیا ان کا باپ جوزف تھا یا ہیلے تھا؟

واضح ترین اختلاف

(مسٹر سیموئیل نومان)

ڈاکٹر نائک شکریہ...... بہت بہت شکریہ

(تالیاں)

(ڈاکٹر محمد)

کیا ہم...... کیا ہم دو منٹ مزید اپنا ساتھ جاری رکھ سکتے ہیں؟ کیا آپ دو منٹ مزید ہمارے ساتھ رہ سکتے ہیں؟ ہمیں مشہور و معروف بین الاقوامی اسلامی مفکر...... ڈاکٹر جمال بداوی کی رفاقت میسر ہے...... اور اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن کی جانب سے...... ہم اسے اپنے لیے ایک اعزاز تصور کریں گے...... وہ ڈاکٹر ذاکر نائک کی حالیہ تحریر کردہ کتاب بہ عنوان:

''قرآن اور جدید سائنس...... مطابقت یا عدم مطابقت''

کا اجراء فرمائیں۔

ڈاکٹر جمال بداوی اس کتاب کا اجراء فرمائیں جو کہ محض چند روز پہلے چھپ کر تیار ہوئی ہے...... اور اس کا شکاگو میں اجراء ہو رہا ہے۔

(ڈاکٹر جمال بداوی)

ڈاکٹر ذاکر بذات خود یہ کتاب ڈاکٹر ولیم کیمپبل کو پیش کریں کیونکہ اس سے بڑھ کر دوستی کی اور علامت کیا ہو سکتی ہے۔

(تالیاں)

(ڈاکٹر محمد)

چونکہ ہماری پاس انتہائی محدود تعداد میں اس کتاب کی جلدیں موجود ہیں...... لہٰذا ہم محض اپنے غیر مسلم مہمانوں سے درخواست کریں گے جو یہاں تشریف فرما ہیں...... کہ وہ اس ہال سے روانگی کے وقت اس کتاب کی ایک ایک جلد حاصل کر لیں بشرطیکہ وہ دلچسپی رکھتے ہوں۔

میں اب ڈاکٹر سبیل احمد سے درخواست کروں گا کہ وہ احباب کا شکریہ ادا کریں۔

(ڈاکٹر سبیل احمد)

دوبارہ اسلامک سرکل آف نارتھ امریکہ کی جانب سے...... میں آپ تمام احباب کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا...... آپ نے انتہائی صبر وتحمل کا مظاہ کیا...... میں اپنے تمام معزز مہمانان گرامی کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا...... انھوں نے بہترین طرز کا مظاہرہ کیا۔